انوار البیان

فی حل

لغات القرآن

حصہ دوم

تالیف

علی محمد ہی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنْوَارُ الْبَیَان

مصدر

فِی حَلِّ

لُغَاتِ الْقُرْآن

حِصّہ دُوم

تالیف

علی مُحمّد بی۔سی۔ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

النّاشر

مکتبہ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اُبَرِّئُ (۱۳)

یُوْسُف ☆ اَلرَّعْدُ ☆ اِبْرَاهِیْم

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ

۱۲: ۵۳ = مَآ اُبَرِّئُ۔ مَا نفی کا ہے اُبَرِّئُ مضارع واحد متکلم۔ اِبْرَاءٌ (افعال) سے جس کے معنی ہر بری چیز۔ مرض وغیرہ سے بری کرنے اور نجات دلانے کے ہیں۔ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا ہوں۔

= لَاَمَّارَۃٌ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَمَّارَۃٌ اَمْرٌ سے ہے جس کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ اٰمِرٌ۔ حکم دینے والا۔ اَمَّارٌ مبالغہ کا صیغہ بڑا حکم دینے والا۔ شرارت پر اکسانے والا۔ اَمَّارَۃٌ اَمَّارٌ سے صیغہ مؤنث ہے۔

= اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوں گی۔

۱۔ اِلَّا حرف استثنار متصل مَا بمعنی مَنْ۔ ای کل نفس اَمَّارَۃٌ اِلَّا من رحمھا اللہ (بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے) سوائے اس نفس کے جس پر میرا پروردگار رحم کرے۔

۲ = اِلَّا۔ استثنار منقطع مَا مصدریہ غیر زمانیہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بالسُّوْٓءِ لکن رحمۃ ربّی ھی التی تصرف عنھا السُّوْٓءَ بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے لیکن میرے رب کی رحمت اس کو برائی سے بچادیتی ہے۔

۳۔ اِلَّا حرف استثنار مَا مصدریہ زمانیہ

ای ان النفس لامَّارۃٌ بالسوء فی کل وقت الا فی وقت رحمۃ ربّی۔ یعنی بے شک نفس تو ہر وقت برائی ہی کا حکم دیتا ہے سوائے اس وقت کے کہ جب میرے رب کی رحمت ہو

شروع آیۃ ۵۲ سے اختتام آیۃ ۵۳ تک اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف کا ہے یا کہ زلیخا کا۔ مجاھد۔ سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ ابن ابی الھذیل۔ ضحاک۔ حسن۔ قتادہ اور سدی قائل ہیں کہ یہ حضرت یوسف کا کلام ہے اور وہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شانِ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں کلام میں جو نیک نفسی۔ عالی ظرفی۔ فروتنی اور خدا ترسی بول رہی ہے وہ خود گواہ ہے کہ ہر فقرہ اس زبان سے نکلا ہوا نہیں ہے جس سے ھَیْتَ لَکَ وغیرہ الفاظ نکلے تھے ایسے پاکیزہ کلمات تو حضرت یوسف

ہی کی زبان مبارک سے نکل سکتے تھے۔

دوسری طرف امام ماوردیؒ۔ ابن تیمیہؒ اور ابن کثیرؒ کے مطابق واقعہ کے سیاق وسباق اور معنوی لحاظ سے اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ سے لے کر غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک زلیخا کا کلام ہی ہو سکتا ہے۔

۱۲: ۵۴ = اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ۔ میں اس کو خالص کرلوں اپنی ذات کے لئے۔ یعنی میں اس کو ذاتی مشیر بنالوں۔ اَسْتَخْلِصُ اِسْتِخْلَاصٌ (استفعال) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے

= كَلَّمَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول اس کا مرجع یوسف علیہ السلام ہے۔ اس (عزیز مصر) نے اُس (حضرت یوسف) سے کلام کیا۔ گفتگو کی۔

= مَكِيْنٌ۔ صاحب منزلت۔ معزز۔ محترم۔ مرتبہ والا۔ كَوْنٌ مصدر مَكِيْنٌ صفت مشبہ

۱۲-۵۶ = مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَمْكِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ ہم نے اس کو جاہ وعطا کیا با اقتدار بنایا۔

= يَتَبَوَّاُ۔ وہ اترے۔ فروکش ہو رہے۔ تَبَوُّءٌ (تفعُّلٌ) مصدر۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ب وء مادہ کے حروف ہیں۔

= مِنْهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع (الارض (ارض مصر) ہے۔

= نُصِيْبُ۔ مضارع جمع متکلم (افعال) اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةٌ۔ ہم سرفراز کرتے ہیں ہم پہنچاتے ہیں۔ صَوْبٌ مادہ۔

۱۲: ۵۸ = مُنْكِرُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْكَارٌ مصدر۔ نہ پہچاننے والے۔ ناواقف۔ نہ ماننے والے۔ انکار کرنے والے۔

۱۲: ۵۹ = جَهَّزَهُمْ۔ اس نے ان کے لئے تیار کردیا۔ جَهَّزَ يُجَهِّزُ تَجْهِيْزٌ (تفعیل) سے بمعنی سامان تیار کردینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب (برادرانِ یوسف کے لئے) جِهَازٌ۔ سامان۔ مال واسباب۔ سازوسامان۔

= اِيْتُوْنِیْ۔ ب۔ اَتٰى يَاْتِیْ اِتْيَانٌ (ضرب) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جب اس کے صلہ میں بَ آئے تو متعدی ہو جاتا ہے۔ اِئْتِ بِ۔ میرے پاس لا۔ اِئْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ اپنے بھائی کو میرے پاس لاؤ۔ نِیْ میں نون وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم اتی مادہ۔

= اُوْفِیْ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں پورا کرتا ہوں۔ میں پورا کردوں گا۔

اَوْفٰى يُوْفِیْ اِيْفَاءٌ (افعالٌ)، اَوْفٰى بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کرنا۔ اَوْفَى النَّذْرَ نذر پوری کرنا۔ اَوْفَى الْكَيْلَ پیمانہ پورا ماپنا۔ وَفْیٌ مادہ۔

= المُنْزِلِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر۔ اِنْزَالٌ مصدر۔ مہمان ٹھہرانے والے ۔ آتار نیوالے ۔ (کہ مہمان کو اس کی سواری ۔ گھوڑا۔ اونٹ وغیرہ سے خیر مقدم کرتے ہوئے اتارا جاتا ہے) لہٰذا میزبان کو مُنْزِلٌ کہتے ہیں۔

= کَیْلَ ۔ غلہ ۔ اَلْکَیْلُ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔

١٢: ٦٠ = لَا تَقْرَبُوْنِ ۔ فعل نہی ۔ جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ۔ ضمیر متکلم محذوف ۔ تم میرے پاس مت آؤ۔ تم میرے نزدیک مت پھٹکو۔

١٢: ٦١ = سَنُرَاوِدُ۔ مضارع جمع متکلم ۔ مُرَاوَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر ۔ رَوْدٌ مادہ ۔ ہم پھیرنے کی کوشش کریں گے۔ نیز ملاحظہ ہو ١٢: ٢٣ ۔

= لَفٰعِلُوْنَ ۔ لام تاکید کے لئے ۔ اور ہم ضرور کریں گے۔

١٢: ٦٢ = لِفِتْیٰنِہٖ ۔ جمع ۔ فَتٰی ۔ واحد لام حرف جر۔ فِتْیَانٌ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۔ اپنے خادموں سے ۔ فَتٰی ۔ بمعنی غلام ۔ جوان ۔ سخی ۔

= اِجْعَلُوْا ۔ رکھ دو ۔ بنا دو ۔ جَعْلٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

= بِضَاعَتَہُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی پونجی ۔ ان کا سامانِ تجارت ۔ ملاحظہ ہو ١٢: ١٩

= رِحَالِھِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی خرجیں ۔ ان کے کجاوے ۔ بمراد ۔ ان کے سامان میں ۔ ان کے مال واسباب میں ۔

اصل میں اونٹ پر سواری کے لئے جو چیز رکھی جاتی ہے یعنی پالان وغیرہ ۔ اس کو رَحْل کہتے ہیں ۔ مجازًا منزل ۔ مسکن ۔ خرجیں اور سامانِ سفر کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے رِحْلَہٖ اس کا اسبابِ سفر ۔ اس کا کجاوہ ۔

= لَعَلَّھُمْ یَعْرِفُوْنَھَا ۔ ھَا ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ بِضَاعَۃٌ (بِضَاعَتَہُمْ) کی طرف راجع ہے ای لعلہم یعرفون حق ردّھا ۔ یعنی جب وہ اپنی پونجی اپنے اسباب میں دیکھیں تو اخلاقی طور پر اس کے واپس کرنے کے حق کو یاد کریں کہ اس کے بدلہ میں غلہ تو ہم لے آئے ہیں یہ نقدی غلہ دینے والوں کا حق ہے جو انہیں واپس ہونا چاہیئے ۔

١٢: ٦٣ = نَکْتَلْ ۔ مضارع مجزوم ۔ جمع متکلم ۔ اِکْتِیَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر ۔ ہم ناپ بھر غلہ لے لیں ۔

١٢: ٦٤ = اٰمَنُکُمْ عَلَیْہِ ۔ اٰمَنُ ۔ مضارع واحد متکلم اَمِنَ یَأْمَنُ (سمع) اَمْنٌ و اَمَانٌ وَاَمَنَۃٌ سے ۔ اَمِنَ عَلٰی کسی چیز کو کسی کی حفاظت میں دینا ۔ اٰمَنُکُمْ عَلَیْہِ میں اس کو

تمہاری حفاظت میں دیدوں۔ اس کو تمہارے سپرد کردوں۔

كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔ جیساکہ میں نے تمہیں محافظ بنایا تھا اس کے بھائی پر اس سے پہلے (کیونکہ اس وقت بھی ان بھائیوں نے یہی کہا تھا کہ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ (آیت ۱۲)

= فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا۔ حَافِظًا۔ منصوب بوجہ تمیز ہے یا بوجہ حال کے۔ جملہ میں ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے (تم کیا حفاظت کروگے بہترین محافظ تو اللہ ہی ہے)

۱۲: ۶۵ = مَا نَبْغِيْ۔ نَبْغِيْ۔ مضارع جمع متکلم۔ بَغٰى يَبْغِيْ (ضَرَبَ) بَغْيٌ سے۔ اس کے معنی کسی چیز کی طلب میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کرنا کے ہیں خواہ تجاوز کرسکے یا نہ کرسکے۔ گو لغت میں بَغْيٌ کا لفظ محمود اور مذموم دونوں قسم کے تجاوز پر بولا جاتا ہے مگر قرآن میں اکثر جگہ مذموم کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مَا نَبْغِيْ میں مَا نفی کے لئے بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ ہم نے بادشاہ کی تعریف میں اور اس کے احسان و کرم نوازی میں حد سے تجاوز نہیں کیا تھا۔ اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ اس نے ہماری نقدی بھی واپس کردی ہے۔

یا مَا استفہامیہ ہے ای اَيَّ شَيْءٍ نَطْلُبُ وَرَاءَ هٰذَا۔ اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہئے کہ بادشاہ نے ہمیں غلہ بھی پورا دیا اور ہماری نقدی بھی واپس کردی۔

= نَمِيْرُ۔ مَارَ يَمِيْرُ مَيْرٌ (باب ضَرَبَ) سے مضارع جمع متکلم۔

اَلْمَيْرُ۔ مصدر خوراک۔ کھانا۔ مَارَ عَيَالَهٗ۔ عیال کے لئے خوراک لانا۔ اَلْمَائِرُ اسم فاعل خوراک لانے والا۔ نَمِيْرُ اَهْلَنَا ہم اپنے اہل خانہ کے لئے خوراک لائیں گے۔

= نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ۔ ایک اونٹ کا بوجھ غلہ زیادہ لائیں گے۔

= ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یہ غلہ آسانی سے مل جاویگا۔

۱۲- ۶۶ = مَوْثِقًا۔ مصدر منصوب۔ وُثُوْقٌ بھی مصدر ہے۔ پختہ پیمان۔

مَوْثِقٌ۔ مضبوط عہد۔ وَثُقٌ مادہ۔ وَثِقَ يَوْثِقُ (باب حسب)

= لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم اس کو میرے پاس ضرور لے آؤ گے

= يُّحَاطَ بِكُمْ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحَاطَةٌ سے۔ احاطہ کرلینا۔ گھیرے میں لے لینا گھیر لینا۔ بجز اس کے کہ تم گھیرے میں آجاؤ۔ تمہارا احاطہ کرلیا جائے۔ تم کو بے بس کردیا جائے

= یٰبَنِیَّ ۔ یہ مادہ ب ن ی سے مشتق ہے یَا حرفِ ندا۔ بَنِیَّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ
بَنَیْتُ اَبْنِیْ بِنَاءً وَ بِنْیَۃً وَ بُنْیَانًا کے معنی تعمیر کرنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ
سَبْعًا شِدَادًا (۷۸ : ۱۲) اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اِبْنٌ (بیٹا) بھی اسی سے
ہے یہ اصل میں بَنَیٌ تھا۔ اس کی جمع اَبْنَاءٌ اور تصغیر بُنَیَّ آتی ہے بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت
ہوتا ہے اس لئے اِبْنٌ کہا جاتا ہے کیونکہ باپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بانی بنایا ہے اور بیٹے کی
تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار کے ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دوسرے کے سبب اس کی تربیت ۔
دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہو اسے اس کا ابنٌ کہا جاتا ہے۔ نیز جسے کسی چیز سے لگاؤ
ہو اسے بھی اس کا اِبْنٌ کہا جاتا ہے۔ مثلاً فُلَانٌ اِبْنُ حَرْبٍ فلاں جنگ جو ہے۔
بَنِیَّ اصل میں بَنُوْنَ ۔ بَنُوْنَ (اِبْنٌ کی جمع بحالت رفع) تھا۔ جب اس جمع مذکر
سالم کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا تو جمع کا نون لوجہ اضافت گر گیا۔ بَنُوْیَ ہو گیا۔
اب واؤ اور ی جمع ہوئے واؤ ساکن تھا اس لئے بقاعدہ مَرْمِیٌّ واؤ کو ی سے بدل کر
ی کو ی میں ادغام کیا ی ماقبل واؤ کے ضمہ کو حرف ماقبل ن کو دیا اور ی کی رعایت سے ن
کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا اور ی کو گرا دیا۔ بَنِیَّ رہ گیا۔ یٰبَنِیَّ ۔ اے میرے بیٹو۔
= مَا اُغْنِیْ ۔ مَا نفی کے لئے ہے اُغْنِیْ اِغْنَاءٌ (اِفعال) سے مضارع واحد متکلم۔ اَغْنٰی
عَنْہُ دور کرنا۔ مَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ ۔ میں تم کو دور نہیں کر سکتا۔ میں تم کو بے نیاز نہیں بنا سکتا
مِنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ۔ اللہ سے کسی شے میں ۔ میں کسی شے میں تم کو اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتا
(یعنی ہوگا تو وہی جو اللہ کو منظور ہے میری نصیحت کا مطلب یہ نہیں کہ تم اب مشیت ایزدی
سے بے نیاز ہو جاؤ)
= اِنِ الْحُکْمُ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ اسی پر میرا توکل ہے۔
۱۲ : ۶۸ = مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ۔ میں یُغْنِیْ کا فاعل حضرت یعقوب
کی رائے ہے یا ان کا متفرق طور پر مصر میں داخل ہونا۔ یعنی حضرت یعقوب کی رائے یا ان کا
علیحدہ علیحدہ ہو کر شہر مصر میں داخل ہونا ان کو تقدیر الٰہی سے نہ بچا سکا۔
= اِلَّا حَاجَۃً ۔ استثناء منقطع ۔ سوائے اس کے کہ یہ ایک خواہش تھی حضرت یعقوبؑ
کے دل کی ۔ حَاجَۃٌ ۔ خواہش ۔ ارمان ۔ ضرورت ۔ غرض ۔ اس کی جمع حَاجَاتٌ وحَوَائِجُ
= قَضٰھَا ۔ ماضی واحد مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول برائے حَاجَۃً ۔ قَضٰی یَقْضِیْ (ضرب م

قَضَآءٌ مصدر۔ پورا کرنا۔ حاجت پوری کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا۔ وغیرہ۔

قَضٰھَا۔ جس کو اس نے پورا کیا۔

= اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ جو علم ہم نے اس کو دیا تھا اس کی وجہ سے وہ صاحب علم تھے۔ یعنی خوب جانتے تھے کہ انسانی تدبیر قضائے الٰہی کو ٹال نہیں سکتی لیکن مقصد کے حصول کے لئے اسباب کا مہیا کرنا ہر شخص پر فرض ہے نتیجہ تقدیر ایزدی پر منحصر ہے۔

۱۲: ۶۹ = اٰوٰی۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اِیْوَاءٌ (اِفعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اَلْمَاْوٰی۔ اوٰی یَاْوِیْ (ضَرَبَ) اُوِیٌّ۔ مَاْوًی۔ جس کے معنی کسی جگہ نزول کرنے یا پناہ حاصل کرنے کے ہیں۔ اوٰی یاوِیْ اِلیٰ۔ کسی کے پاس اترنا۔ کسی کے ساتھ مل جانا۔ اٰوٰہُ (افعال) کسی کو جگہ دینا۔ جیسا کہ آیۂ ہذا میں ہے۔ اس کا مضارع یُؤْوِیْ ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَ تُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳۳: ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔

اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَخَاهُ۔ اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔

= لَا تَبْتَئِسْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِبْتِئَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) سے۔ تو غمگین نہ ہو۔ تو غم نہ کھا۔ (ملاحظہ ہو ۱۱-۳۶) بُؤْسٌ مادہ

= جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ۔ ان کا سامان تیار کر دیا۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۵۹)

= السِّقَایَةَ۔ پانی پینے کا برتن۔ صُوَاعٌ (پینے کا بڑا جام) صَاعٌ پیمانہ کو بھی کہتے ہیں

= رَحْلِ۔ شلیتہ۔ خرجن۔ کجاوہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۶۲)

۱۲: ۷۰ = اَلْعِیْرُ۔ قافلہ۔ کارواں یہ مؤنث ہے۔ اور عَادَ یَعِیْرُ سے مشتق ہے اس کی جمع عِیَرَاتٌ اور عِیْرَاتٌ ہے۔

صاحب المفردات لکھتے ہیں۔ العِیْرُ۔ قافلہ جو غذائی سامان لادکر لاتا ہے اصل میں یہ لفظ غلہ بردار اونٹوں اور ان کے ساتھ جو لوگ ہوتے ہیں ان کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایسے اونٹوں کے لئے اور کبھی صرف ایسے لوگوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔

۱۲: ۷۱ = تَفْقِدُوْنَ۔ مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ تم گم کر رہے ہو۔ تم کھو رہے ہو۔

مَاذَا تَفْقِدُوْنَ۔ تمہاری کونسی چیز گم ہو گئی ہے فَقْدٌ مصدر (باب ضَرَبَ) تَفَقَّدَ (باب تفعّل) اس نے جستجو کی۔ اس نے تلاش کیا۔ اس نے خبر لی۔ اس نے حاضری لی۔

وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ (۲۷: ۲۰) اس نے پرندوں کی حاضری لی۔

۱۲: ۷۲ = نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ۔ ہم نے بادشاہ کا پیمانہ گم کر دیا ہے۔ مَفْقُوْدٌ گم شدہ

= وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ۔ جو شخص اس کو لا کر دے گا (اس کے لئے) ایک بار شتر (غلہ) انعام ہے۔

= زَعِیْمٌ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔ زَعَامَۃٌ۔ ضمانت دینا۔ ذمہ لینا۔ کفیل ہونا۔ زعیم کی جمع زُعَمَآءُ ہے۔

۱۲: ۷۳ = تَاللّٰہِ۔ خدا کی قسم۔ تَ یہاں واؤ یا بآء کے بدلے میں ہے۔

۱۲: ۷۵ = فَھُوَ جَزَآءُہٗ۔ وہ خود اپنی سزا ہے۔ یعنی چوری کی سزا میں خود چور صاحب مال کا غلام بن جائے گا۔

۱۲: ۷۶ = بَدَاَ۔ اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتدا کی۔ بَدْءٌ سے باب فتح ماضی واحد مذکر غائب۔ فعل میں فاعل کی ضمیر کا مرجع کون ہے۔ اس کے متعلق دو مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اس کا مرجع المؤذن ہے۔ پکارنے والا۔ یعنی جس نے پہلے پکار کر کہا تھا۔ ایتھا العیر انکم لسارقون (آیہ: ۷۰) (۲) اس کا مرجع حضرت یوسفؑ ہیں کیونکہ تلاش کے لئے وہ قافلہ کو بادشاہ کے حضور لے آئے تھے اور حضرت یوسف نے خود ان کے متاع کی تلاشی لی یا اپنے سامنے دوسروں سے تلاشی کروائی قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْہِ اپنے بھائی کے سامان (کی تلاشی) سے پہلے) میں اَخِیْہِ کی ضمیر واحد مذکر غائب بلاشک و شبہ حضرت یوسف کی طرف راجع ہے جس سے اس امر کو تقویت پہنچتی ہے کہ بَدَاَ کے فاعل حضرت یوسف خود تھے۔

= اَوْعِیَتِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَوْعِیَۃٌ وِعَاءٌ کی جمع ہے وِعَاءٌ اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بحفاظت رکھی جائے۔ تھیلا۔ خرجی۔

اَلْوَعْیُ (ض) کے معنی عموماً بات وغیرہ کو یاد کر لینا کے ہیں۔ جیسے وَعَیْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ میں نے اسے یاد کر لیا۔ قرآن مجید میں ہے لِنَجْعَلَھَا لَکُمْ تَذْکِرَۃً وَّتَعِیَھَآ اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ (۶۹: ۱۲) تاکہ اس کو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد کریں۔ اَلْاِیْعَاءُ (افعال) کے معنی ساز و سامان کو وِعَاء (ظرف) میں محفوظ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے جَمَعَ فَاَوْعٰی (۷۰: ۱۸) مال جمع کیا اور اس کو بند رکھا۔ اَلْوِعَاءُ کے معنی بوری یا تھیلا جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جائیں۔ اس کی جمع اَوْعِیَۃٌ ہے۔

= اِسْتَخْرَجَھَا۔ اس کو نکالا۔ اس کو نکلوایا۔ اِسْتِخْرَاجٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ھَا ضمیر مؤنث غائب اس کا مرجع السقایۃ ہے یا صُوَاعٌ ہے جو مذکر مؤنث

ہر دو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= کِدْنَا۔ ماضی جمع متکلم کَیْدٌ۔ مصدر (باب ضرب) ہم نے خفیہ تدبیر کی۔

= دِیْنِ۔ قانون۔ مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ۔ بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق حضرت یوسفؑ اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں چوری کی سزا جرمانہ اور تازیانہ تھی۔ لیکن یہ مشیّت ایزدی تھی کہ برادرانِ یوسف نے کہہ دیا کہ ہم چور کو وہی سزا دیں گے جو ہم خود دیتے ہیں۔ یعنی چور کا صاحبِ مال کا غلام بن جانا۔

= نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ۔ ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔ یہاں علمی درجے مراد ہیں جو حضرت یوسف کو اپنے بھائیوں کی نسبت اللہ کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔

= وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ اور ہر صاحب علم پر ایک دوسرا علمی فوقیت رکھتا ہے تا آنکہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر جا ختم ہوتا ہے کہ علم کی ابتداء بھی اسی سے ہے اور انتہا بھی اسی پر ہے۔

۱۲: ۷۷ = اَسَرَّھَا۔ اَسَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اس نے چھپایا اس نے چھپائے رکھا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس ضمیر کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) یہ اس قول کی طرف راجع ہے جو بعد میں آرہا ہے یعنی اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا ط کے الفاظ آپ نے اپنے دل میں کہے اور ان کو ان پر ظاہر نہ کیا۔ بعض نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ اس بناء پر کہ یہ طریق غیر مستعمل ہے۔

(۲) ضمیر اجابت کی طرف راجع ہے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا جواب دل میں چھپائے رکھا اور ان پر ظاہر نہ کیا۔

(۳) ضمیر ان کے قول (مقالہ۔ گفتگو) کی طرف راجع ہے۔ یعنی انہوں نے یوسفؑ کے سارق ہونے کے متعلق جو بات کہی وہ انہوں نے اس کی حقیقت کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ اور ان پر ظاہر نہ کیا

(۴) ضمیر محذوف کی طرف راجع ہے یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے غصہ اور کبیدہ خاطری کو جو ان کے قول کے نتیجہ میں پیدا ہوئی چھپائے رکھا اور ظاہر نہ کیا۔

= لَمْ یُبْدِھَا۔ لَمْ یُبْدِ مضارع نفی جحد بلَمْ اصل میں یُبْدِیْ تھا۔ ی بوجہ عمل لَمْ (اجتماع ساکنین) گرگئی۔ اس نے اس کو ظاہر نہ کیا۔ ھَا ضمیر کے متعلق اوپر اَسَرَّھَا میں ملاحظہ ہو۔

= قَالَ۔ ای قَالَ فِیْ نَفْسِہٖ۔ اپنے جی میں کہا۔

= اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا۔ تم بہت بری جگہ ہو۔ تمہاری پوزیشن تو بہت ہی بری ہے (کہ تم نے اپنے بھائی کو باپ سے چرایا اور اپنی بریت کے لئے طرح طرح کی کذب بیانی کی)

= تَصِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بیان کرتے ہو۔ تم بتاتے ہو۔ وَصْفٌ (باب ضَرَبَ) سے

۱۲: ۷۹ = مَعَاذَ اللّٰہِ۔ مَعَاذَ مصدر میمی ہے اور اسم ہے اور مضاف اللّٰہِ مضاف الیہ۔ اللہ کی پناہ۔ تقدیر کلام۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مَعَاذًا مِنْ اَنْ نَاْخُذَ۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم کسی آدمی کو پکڑ رکھیں (ماسوا اس آدمی کے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے)

= اِذًا۔ حرف جزا ہے اصل میں اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں جواب اور جزاء کے لئے آتا ہے۔

= لَظٰلِمُوْنَ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= اِسْتَیْئَسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ مایوس ہو گئے اِسْتِیْئَاسٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ی ء س حروف مادہ۔ ویسے ثلاثی مجرد سے یَئِسَ (سَمِعَ) بھی انہیں معنوں میں آتا ہے لیکن باب استفعال سے س اور ت مبالغہ کے لئے زائد لائے ہیں۔

= خَلَصُوْا۔ خَلَصَ یَخْلُصُ (نَصَرَ) خُلُوْصٌ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ الگ بیٹھے۔ وہ اکیلے بیٹھے۔

= نَجِیًّا۔ خَلَصُوْا کی ضمیر جمع مذکر سے حال ہے۔ بوجہ مصدر ہونے کے حال ہے۔ باہم سرگوشی کرتے ہوئے۔ باہم مشورہ کرتے ہوئے (یعنی الگ ایک طرف جاکر مشورہ کرنے لگے) نَجْوٰی۔ سرگوشی

= مَا فَرَّطْتُمْ فِیْ یُوْسُفَ۔ میں مَا زائدہ ہے اور جملہ حالیہ ہے۔ فَرَّطَ یُفَرِّطُ تَفْرِیْطٌ۔ (تَفْعِیْلٌ) اِفْرَاطٌ (افعالٌ) کے معنی حد سے بہت زیادہ تجاوز کرجانا۔ اور تفریط (تفعیل) کے معنی حد سے بہت پیچھے رہ جانا۔ بمعنی کوتاہی کرنا۔

وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِیْ یُوْسُفَ اور اس سے قبل تم یوسف کے بارہ میں کوتاہی کر چکے ہو۔ قصور کر چکے ہو۔

قرآن میں اور جگہ آیا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ (۶: ۳۸) ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ میں) کسی چیز (کے لکھنے) میں کمی نہیں کی۔

= لَنْ اَبْرَحَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ۔ واحد متکلم۔ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ بَرِحَ یَبْرَحُ (سَمِعَ) کسی جگہ سے ہٹنا۔ ہلنا۔ میں (یہاں سے) نہیں ہٹوں گا۔ اَلْاَرْضَ۔ ارض مصر۔ میں اس سرزمین مصر سے نہیں ہٹوں گا۔

= یَحْکُمَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ فیصلہ کرے۔

۱۲: ۸۱ = وَمَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔ ہم تو شاہد صرف اتنے ہی کے تھے جتنا ہم جانتے تھے

یعنی بنیامین کے متعلق قول و قرار دیتے وقت تو ہم نے صرف اتنی ہی ذمہ داری لی تھی جتنی ہمارے ظاہر علم میں آسکتی تھی۔

= حٰفِظِیْنَ۔ حَافِظٌ کی جمع بحالت نصب وجر۔ حفاظت کرنے والے۔ نگہبانی کرنے والے وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ۔ یعنی جو کچھ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اس کے متعلق ہم کیا حفاظتی قدم لے سکتے تھے۔ (یعنی بنیامین کا پیمانہ چرانا نہ ہمارے روبرو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوا اور نہ ہی کسی اور طریقہ سے ہمارے علم میں آیا۔ لہٰذا ہم غائب کے متعلق کوئی حفاظتی قدم نہ لے سکتے تھے۔

۱۲: ۸۲ = اَلْقَرْیَةَ۔ بستی۔ بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرًی ہے جو کہ جمع سماعی ہیں ہے قیاسی ہے۔ کیونکہ قیاسی جمع فَعْلَةٌ کی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبْیَةٌ کی جمع ظِبَاءٌ ہے

= اَلْعِیْرَ۔ قافلہ۔ کارواں۔ عَارَ یَعِیْرُ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی چلنے کے ہیں یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع عِیْرَاتٌ ہے۔

= اَقْبَلْنَا فِیْهَا۔ جس میں ہم آئے ہیں۔ اَقْبَلَ (افعال) سے بمعنی آگے آنا۔ متوجہ ہونا۔ رُخ کرنا

۱۲: ۸۳ = بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۸۔

= بِهِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب آئی ہے کیونکہ اس وقت حضرت یعقوبؑ کے تین بیٹے جُدا تھے۔ حضرت یوسف۔ بنیامین۔ اور یہودا جس نے کہا تھا کہ میں تو اس ارضِ مصر سے نہیں ہٹوں گا۔ جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ کردے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸۰۔

۱۲: ۸۴ = تَوَلّٰی عَنْهُمْ۔ اس نے ان سے منہ پھیر لیا

= یٰاَسَفٰی۔ اصل میں یَااَسَفِیْ تھا۔ یائے متکلم کو بوجہ تخفیف الف سے بدل دیا۔ ہائے افسوس۔ والاسف اشد الحزن علیٰ مافات۔ الاسف کسی کھوئی چیز پر شدتِ غم کو کہتے ہیں۔

صاحب المفردات نے لکھا ہے کہ۔ الاسف۔ حزن اور غضب کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ اور کبھی الاسف کا لفظ حزن اور غضب میں سے ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے۔ اصل میں اس کے معنی جذبہ انتقام سے خونِ قلب کے جوش مارنے کے ہیں۔ اگر یہ کیفیت اپنے سے کمزور آدمی پر پیش آئے تو پھیل کر غضب کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اگر اپنے سے طاقتور آدمی پر ہو تو منقبض ہوکر حزن بن جاتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے حُزن اور غضب کی حقیقت دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ لفظ دو ہیں اور ان کی اصل ایک ہی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے سے کمزور کے ساتھ جھگڑتا ہے تو غیظ

وغضب کا اظہار کرتا ہے اور جب اپنے سے قوی کے ساتھ جھگڑتا ہے تو واویلا اور غم کا اظہار کرتا ہے
یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ میں تجنیس لفظی ہے جو کلام کی لطافت اور خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہے اس کی
اور مثالیں یہ ہیں (۱) وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْهُ وَیَنْئَوْنَ عَنْهُ (۶:۲۶) اور وہ (دوسروں کو) اس
سے روکتے ہیں اور خود بھی) اس سے الگ رہتے ہیں
(۲) مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ۔ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ (۲۷:۲۲) اور میں آپ کے پاس
ملکِ سباء کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔
= كَظِیْمٌ۔ صفت مشبہ۔ مفرد بمعنی کَاظِمٌ۔ کَظْمٌ۔ مصدر (ضرب) سخت غمگین جو اپنے
غم کو گھونٹ کر رکھے۔ ظاہر نہ کرے۔ اَلْکَظْمُ اصل میں مخرج النفس یعنی سانس کی نالی کو کہتے ہیں
چنانچہ محاورہ ہے اَخَذَ بِكَظْمِهٖ اس نے اس کی سانس کی نالی کو پکڑ لیا یعنی غم میں مبتلا کر دیا۔
اَلْكُظُوْمُ۔ سانس رکنے کو کہتے ہیں اور خاموش ہو جانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے
كُظِمَ فُلَانٌ۔ اس کا سانس بند کر دیا گیا (مراد نہایت غمگین ہونا ہے) كَظْمُ الْغَیْظِ کے
معنی غم روکنے کے ہیں جیسے وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (۳:۱۳۴) اور غصے کو روکنے والے ہیں۔
مَكْظُوْمٌ۔ مَمْلُوْءٌ مِنَ الْحُزْنِ۔ غم واندوہ سے لبریز مگر لبوں پر خاموشی کی مُہر۔
۱۲:۸۵ = تَاللهِ۔ خدا کی قسم۔ بخدا۔
= تَفْتَؤُا۔ اصل میں لَا تَفْتَؤُا تھا۔ افعال ناقصہ میں سے ہے چونکہ آیت میں تَاللهِ تَفْتَؤُا
ہے اس لئے حرفِ نفی حذف ہو گیا۔ کیونکہ قسم کے ساتھ جب علامت اثبات نہیں ہوتی تو وہ نفی
پر محمول ہوتی ہے۔ لَا تَفْتَؤُا ای لَا تَزَالُ۔ تو ہمیشہ رہتا ہے تو ہمیشہ رہیگا۔ تَاللهِ تَفْتَؤُا
تَذْكُرُ یُوْسُفَ بخدا آپ تو یوسف (علیہ السلام) ہی کی یادیں لگے رہیں گے۔
= حَرَضًا۔ مضمحل۔ بے کار۔ بیمار۔ جو چیز نکمی اور بے کار ہو جائے اور در خورِ اعتنار نہ رہے
در اصل یہ مصدر ہے۔ حَرِضَ یَحْرَضُ (سمع) حَرَضًا۔ باب نصر۔ ضرب سے
بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مصدر حَرَضٌ وحُرُوْضٌ۔ بری بیماری میں مبتلا ہو کر
لاغر و ناتواں ہونا۔
= اَلْهَالِكِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر (ضرب۔ سمع۔ فتح) ہلاک ہونیوالے۔ مرنے والے۔
۱۲:۸۶ = اَشْكُوْا۔ شِكْوٌ سے مضارع واحد متکلم۔ میں کھولتا ہوں۔ میں شکوہ کرتا ہوں
میں اظہار غم کرتا ہوں۔ شَكَا۔ یَشْكُوْ شَكْوًی وَشَكْوًا وشَكَاوَةً وشِكَایَةً شکایت کرنا۔
وتَشْتَكِیْ اِلَى اللهِ (۵۸:۱) اور خدا سے شکایت (رنج وملال) کرتی ہے۔

= بَثِّیْ ۔ مضاف مضاف الیہ بَثٌّ اس انتہائی حزن و ملال اور غم کو کہتے ہیں جس کو انسان ہزار کوشش کے باوجود چھپا نہ سکے ۔ بَثِّیْ میری زبوں حالی ۔

۱۲ : ۸۷ = فَتَحَسَّسُوْا مِنْ ۔ امر جمع مذکر۔ تم تلاش کرو ۔ تم پتہ لگاؤ ۔
تَحَسُّسٌ (تفعّلٌ) تَحَسَّسَ مِنْهُ ۔ خبر دریافت کرنا ۔ تَحَسَّسَ الْخَبَرَ خبر معلوم کرنے کی کوشش کرنا
اَلْحَاسَّةُ اس قوت کو کہتے ہیں کہ جس سے عوارض حسیّہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌّ ہے جس کا اطلاق مشاعر خمسہ (سمع ۔ بصر ۔ شم ۔ ذوق ۔ لمس) پر ہوتا ہے ۔
= لَا تَايْئَسُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم ناامید نہ ہو یَاْسٌ سے (باب سمع) یَئِسَ یَیْئَسُ یَأْسًا ۔ اسم فاعل یَائِسٌ (نیز ملاحظہ ہو ۱۲ : ۸۰)
= رَوْحِ اللّٰهِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ رَوْحٌ ۔ فیض ، رحمت ۔ راحت ۔

۱۲ : ۸۸ = دَخَلُوْا عَلَيْهِ ۔ وہ اس کے پاس گئے ۔ (یعنی حضرت یوسف ؑ کے پاس پہنچے)
= مَسَّنَا الضُّرُّ ۔ ہمیں (سخت) تکلیف پہنچی ہے ۔ ہم سخت مصیبت میں ہیں (غلہ کی ناداری کی وجہ سے)
= مُزْجٰةٍ ۔ اسم مفعول واحد مؤنث مُزْجٰی ۔ واحد مذکر ۔ اِزْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ حقیر ۔ قلیل بے قدر ۔
= فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ ۔ ہمیں پورا ماپ دیدیں ۔ (یعنی اگرچہ ہماری پونجی حقیر ہے لیکن ہم غلہ کی پوری مقدار کی درخواست کرتے ہیں) بضاعۃ مُزْجٰةٍ ۔ حقیر سی قیمت ۔
= تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۔ ای تفضل عَلَيْنَا وزد نا علٰی حَقِّنَا ۔ ہم پر مہربانی کیجئے اور ہمارے حق سے بھی ہمیں زیادہ عنایت کیجئے ۔ اس فضل یا زیادہ کو صدقہ کہا گیا ہے اس سے حقیقی صدقہ مراد نہیں ہے
= اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ خیرات یا صدقہ دینے والے ۔ یہاں زیادہ دینے والے ۔ رعایت دینے والے مراد ہیں ۔

۱۲ : ۸۹ = اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۔ جب تم نادان تھے ۔ جب تم لاعلمی کی وجہ سے اپنے فعل کی قباحت کے ادراک سے قاصر تھے ۔ یہاں جہالت بمعنی لاعلمی آیا ہے

۱۲ : ۹۰ = ءَ اِنَّكَ ۔ استفہام حیرت اور حیرانی کا ہے ۔ کیا سچ مچ تو (یوسف ہے)
= لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۔ لام ابتدائیہ ہے ۔ اَنْتَ مبتدا ۔ اور یوسف اس کی خبر ہے (جملہ خبریہ ہے)
= عَلَيْنَا میں ضمیر جمع متکلم حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین دونوں کے لئے بھی ہوسکتی ہے اور جملہ برادران کے لئے بھی ۔
= يَتَّقِ ۔ اصل میں يَتَّقِيْ ۔ اِتِّقَاءٌ ۔ مصدر (باب افتعال) مضارع واحد مذکر غائب بوجہ

شرط مجزوم ہے۔ جو ڈرے گا۔ تقویٰ اختیار کرے گا

یَتَّقِ۔ (لِیَتَّقِ) امر واحد مذکر غائب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ۔ اسے چاہئے کہ اپنے رب (اللہ) سے ڈرے۔ (۲: ۲۸۳)

۱۲: ۹۱۔ اٰثَرَكَ۔ اٰثَرَ یُؤْثِرُ اِیْثَارٌ (اِفْعَالٌ) ایک چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری پر ترجیح دینا اور پسند کرنا۔ ماضی واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اس نے تجھ کو فضیلت بخشی۔

قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ (۹:۵۹) دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں

= خٰطِئِیْنَ۔ خَاطِئٌ کی جمع۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب وجر خَطَأٌ سے۔ خطاکار۔ گنہگار خطا کرنے والے۔ چوکنے والے۔

۱۲: ۹۲ = تَثْرِیْبَ۔ سرزنش۔ الزام۔ گرفت۔ پکڑ۔ گناہ پر جھڑکنا۔ یا ڈانٹنا۔

۱۲: ۹۴ = فَصَلَتِ الْعِیْرُ۔ قافلہ روانہ ہوا۔

= تُفَنِّدُوْنِ۔ اصل میں تفندونی تھا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تم مجھے بہکا ہوا بتاتے ہو۔ اَلْفَنَدُ کے معنی ہیں رائے کی کمزوری۔ (باب تفعیل) سے۔ التفنید بمعنی کسی کو کمزور رائے یا فاتر العقل بتانا۔

فَنَدٌ اصل میں پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں اسی سے بوڑھے کھوسٹ کو فَنَدٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی عمر کی انتہا کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ اگر تم مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے۔ سٹھیا گیا ہے۔ اگر تم مجھے بیوقوف خیال نہ کرو۔

۱۲: ۹۵ = ضَلٰلِكَ۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ تیرا بہکاپن۔ تیرا وہم۔ غلطی۔ تیرا افراطِ محبتِ یُوسف سے بہک جانا۔

۱۲: ۹۶ = فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ۔ فَلَمَّآ اَنْ میں اَنْ زائدہ ہے اور لَمَّآ کی تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جب خوشخبری دینے والا آن پہنچا۔

= اَلْقٰهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قمیص کے لئے ہے۔ اس نے اس کو ڈالا۔ اس نے قمیص کو (حضرت یعقوب کے چہرہ پر) ڈالا۔

= اِرْتَدَّ۔ اِرْتِدَادٌ (افتعال) سے جس کے معنی ہیں اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹنا۔

مرتد وہ شخص جو کفر سے اسلام میں داخل ہو کر واپس کفر کی طرف لوٹ جائے۔

۱۲: ۹۷ = اِسْتَغْفِرْ لَنَا۔ اِسْتَغْفِرْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو بخشش مانگ۔ تو مغفرت مانگ۔

تومعافی مانگ۔ لَنَا ہمارے لئے

۱۲:۹۹ = اٰوٰی اِلَیْہِ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ اٰوٰی۔ اس نے اتارا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیْوَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اٰوٰی اِلَیْہِ۔ اپنے پاس جگہ دی۔

= اُدْخُلُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم داخل ہوجاؤ (یہ خطاب حضرت یوسف نے سب سے کیا تھا والدین وبرادران سے)

۱۳:۱۰۰ = خَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ خَرٌّ سے۔ وہ گر پڑے۔

= نَزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ۔ میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان شیطان نے ناچاقی ڈال دی تھی۔

النَّزْغُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونے کے ہیں

= اَلْبَدْوِ۔ صحرا۔

= لَطِیْفٌ۔ لطف کرنے والا۔ کرم کرنے والا۔ مہربانی کرنے والا۔ نرمی اور رحمت کرنے والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۲:۱۰۱ = فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ فَاطِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر فطرٌ (باب نصر۔ ضرب) سے عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ لغت میں فَطْرٌ کے معنی پھاڑنا ہیں اللہ تعالیٰ آسمانوں کو عدم سے پھاڑ کر وجود میں لانے والا ہے۔ اس لئے لفظ فاطر استعمال ہوا ہے۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ مضاف مضاف الیہ۔

فَاطِرَ کے نصب کی مندرجہ ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۱) یہ آیت کے شروع میں جو لفظ رَبِّ ہے اور بطور منادیٰ واقع ہوا ہے اس کی صفت ہے،

(۲) یہ خود منادیٰ ہے اور اس سے پہلے یاء محذوف ہے اور بوجہ مضاف ہونے کے منصوب ہے

۱۲:۱۰۲ = ذٰلِکَ۔ کا اشارہ ان واقعات کی طرف ہے جو قصہ یوسف میں اوپر بیان ہوئے ہیں اور یہ خطاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= اَنْبَآءِ الْغَیْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کی خبریں۔

= نُوْحِیْہِ۔ نُوْحِیْ۔ مضارع جمع متکلم ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اسے وحی کرتے ہیں ہم بذریعہ وحی (آپ پر) نازل فرماتے ہیں۔

= لَدَیْھِمْ۔ لَدٰی مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس۔ لَدٰی بمعنی پاس۔ طرف۔ حقیقت میں یہ لَدُنٌ (طرف) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

= اَجْمَعُوْا۔ وہ جمع ہوئے۔ وہ متفق ہوئے۔ ماضی جمع مذکر غائب۔
= اَمْرَهُمْ۔ اپنی تجویز۔ اپنا ارادہ۔ اپنی بات۔ (کہ حضرت یوسف کو کنوئیں کی گہرائی میں ڈالدیں)
= وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ دراں حالیکہ وہ اس بابت اپنی چالیں چل رہے تھے۔ تدبیریں کر رہے تھے۔
اَجْمَعُوْا۔ اَمْرَهُمْ۔ يَمْكُرُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب برادرانِ یوسف کی طرف راجع ہے
۱۲: ۱۰۳ = حَرَصْتَ۔ تونے حرص کی۔ تو نے چاہا۔ حِرْصٌ سے مذکر حاضر ماضی معروف۔
وَلَوْ حَرَصْتَ۔ جملہ معترضہ ہے۔ مبتدا اور خبر کے درمیان۔
۱۲: ۱۰۴ = عَلَيْهِ درسِ ہدایت پر۔ یا قرآن کی تبلیغ پر۔
= اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= هُوَ۔ ای القرآنُ۔
۱۲: ۱۰۵ = كَاَيِّنْ۔ کتنی ہی، بہت سی۔ کثیر تعداد۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۴۶
= يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا۔ جن پر یہ گذرتے ہیں۔ (کثیر التعداد نشانیاں جو سفر زندگی میں ان کے راستہ میں پڑتی ہیں۔ اور یہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں)
= مُعْرِضُوْنَ۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑ لینے والے۔ اعراض کرنیوالے۔
۱۲: ۱۰۷ = اَفَاَمِنُوْا۔ ہمزہ استفہامیہ۔ اَمِنُوْا۔ وہ نڈر ہو گئے۔ وہ بے خوف ہو گئے۔ کیا وہ اپنے آپ کو مطمئن محسوس کرتے ہیں۔ کیا وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ اَمْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
= غَاشِيَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ ہر وہ چیز جو کسی کو ڈھانک لے۔ یا اس پر چاروں طرف سے چھاجائے۔ اس کو غاشیہ کہتے ہیں۔
غَشِيَ يَغْشٰى۔ غَشْيٌ۔ غِشَايَةٌ ڈھانکنا۔ چھپانا۔ غِشَاوَةٌ۔ پردہ۔ ڈھکنا۔
غَشْيٌ۔ بمعنی بیہوشی بھی انہی معنوں میں ہے کہ ہوش و حواس گم ہوجاتے ہیں۔ جیسے کہ ان پر پردہ پڑ گیا ہے۔ غ ش و۔ غ ش ی مادہ۔
قرآن حکیم میں پردہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲: ۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ۔ (۲۰: ۷۸) تو دریا کی موجوں نے ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانپ لیا (یعنی ڈبودیا) اور فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ۔ (۷: ۱۸۹) سو جب وہ اس سے ہمبستری کرتا ہے تو اسے حمل رہ جاتا ہے۔ اور اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ۔ (آیۃ ہذا) کہ ان پر خدا کا عذاب نازل ہوکر ان کو ڈھانپ لے۔ یعنی ایسی مصیبت جو چاروں طرف سے ان پر چھاجائے۔ اور

گھوڑے کی جھول کی طرح ان کو ڈھانپ لے۔

اور کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ (۳۳: ۱۹) جیسے کسی پر موت سے غشی طاری ہوجائے

اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (۸۸: ۱) بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (قیامت) کا حال معلوم ہے

= بَغْتَۃً۔ یک دم۔ اچانک۔ یکایک۔ اَلْبَغْتُ (فتح) کے معنی ہیں کسی چیز کا یکبارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہوجانا جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔

۱۲: ۱۰۸ = ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ۔ میرا طریق یہی ہے۔ ای الدعوۃ الی التوحید۔ توحید کی دعوت

= اَدْعُوْٓا۔ مضارع واحد متکلم۔ دَعْوَۃٌ سے۔ میں بلاتا ہوں

= بَصِیْرَۃٍ۔ دلیل۔ سمجھ۔ بینائی۔ یہاں بمعنی دلیل ہے۔

اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ میں عَلٰی بَصِیْرَۃٍ جار مجرور مل کر حال ہے اَدْعُوْٓا کی ضمیر واحد متکلم کا۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم کی تاکید میں ہے اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ ذوالحال پر عطف ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں اور وہ جو میری پیروی کرنے والا ہے ایک واضح دلیل پر ہیں۔ یعنی اس راہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں۔

۱۲: ۱۰۹ = وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی۔ یعنی ہم نے تجھ سے قبل بھی بستیوں کے باسیوں میں سے ہی انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور انہی کی طرف وحی بھیجتے رہے۔ یعنی یہ سب انسان (بشر) تھے اور شہروں کے بسنے والے تھے جنہیں ہر ایک جانتا تھا۔

= اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا۔ (کیا وہ چلے پھرے نہیں) میں ضمیر کا مرجع نبوت کے منکر اور کافر لوگ ہیں۔

= مِنْ قَبْلِھِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے۔ یعنی جو انہی کی طرح اپنے وقت کے نبیوں اور رسولوں کے منکر تھے۔

۱۲: ۱۱۰ = اِسْتَیْئَسَ۔ اِسْتِیْاسٌ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب (بمعنی جمع) وہ مایوس ہوگئے۔ وہ ناامید ہوگئے۔

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا

اس کے متعلق صاحب ضیاء القرآن نے نہایت مفید بحث کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

آیت کا یہ حصہ بڑا غور طلب ہے۔ رسولوں کے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟ ظَنُّوْٓا کا فاعل کون ہیں اَنَّھُمْ کا مرجع کون ہیں۔ قَدْ کُذِبُوْا کا نائب فاعل کون ہے؟

پہلی بات کا جواب تو یہ ہے۔ کہ جب انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوموں کو عرصہ دراز تک توحید کی دعوت دی۔ اور اس کی صداقت پر دلائل وبراہین پیش کئے اور طرح طرح کے معجزات دکھاتے تب بھی ان کے

دل میں ایمان کی شمع فروزاں نہ ہوئی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے ۔ ظَنُّوْا کا فاعل بعض لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو بنایا ہے اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ انبیاء نے یہ ظن کیا کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت اور کفار پر عذاب نازل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء نہیں کیا گیا۔ لیکن اس طرح کا ظن انبیاء کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں تھا اس لئے انہوں نے ظن کے معنی میں تاویل کی اور کہا کہ اس سے مراد محض وہم وخیال ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ کہا کہ اس ظن کی وجہ ان کا اجتہاد تھا۔ لیکن صاف بات یہ ہے کہ ظَنُّوْا کا فاعل کفار ہیں ۔ کفار نے یہ گمان کیا کہ یہ رسول جو ہمیں ہر روز عذاب کے نزول سے ڈراتے تھے وہ عذاب کہاں ہے ہم نے تو ان کی دعوت کو ٹھکرانے میں اور انہیں اذیت پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تو اگر وہ عذاب آنا ہوتا اب تک آگیا ہوتا۔ عذاب کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ہم سے غلط بیانی کی ہے یا جس نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ان پر عذاب اتاروں گا اس نے وعدہ خلافی کی ہے (مظہری)

علامہ آلوسی نے بھی طویل بحث کے بعد آخر اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی تعظیم اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ظن کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف نہ کی جائے بلکہ غیروں کی طرف کی جائے۔ اب اگر معنی یہ کیا جائے کہ کفار نے یہ خیال کیا کہ ان سے غلط بیانی کی گئی ہے تو اس صورت میں ھُمْ کا مرجع اور کُذِبُوْا کا فاعل کفار ہی ہوں گے۔

اور اگر یہ معنی کیا جائے کہ کفار نے یہ گمان کیا کہ انبیاء سے نزول عذاب کا وعدہ جو کیا گیا ہے اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے یعنی وہ پورا نہیں کیا گیا تو اس وقت ھُمْ کا مرجع اور کُذِبُوْا کا نائب فاعل حضرات انبیاء ہوں گے۔

اس بحث کی روشنی میں انہوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ کہ۔ جب نصیحت کرتے کرتے رسول مایوس ہوگئے اور وہ منکرین گمان کرنے لگے کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا ہے اس وقت ہماری مدد ان (رسولوں) کے پاس آگئی۔

= فَنُجِّیَ ۔ فَ نتیجہ کے لئے آیا ہے۔ پس نتیجۃً نُجِّیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ اس کو بچالیا گیا۔ اس کو نجات دی گئی۔

= لَا یُرَدُّ ۔ نہیں ٹالا جاتا۔ نہیں ہٹایا جاتا۔

۱۲: ۱۱۱ = قَصَصِهِمْ ۔ ان کے قصے۔ ان پہلی قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں۔ یا ان پہلے پیغمبروں کے واقعات۔ یا حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے یہ واقعات (جو بیان ہوئے)

= عِبْرَۃٌ ۔ درس نصیحت۔

= اُولِی الْاَلْبَابِ۔ اصحابِ عقل۔ سمجھ دار لوگ۔
= مَاكَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى۔ ای ما کان ھذا القرآن حدیثًا یفترٰی
یہ قرآن کوئی من گھڑت بات نہیں ہے۔
= يُّفْتَرٰى۔ مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے۔ خود ساختہ ہو مگر خدا کی طرف منسوب کی گئی ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱۳) سُوْرَةُ الرَّعْدِ (۹۶)

۱۳: ۱ = تِلْكَ۔ کا اشارہ سورۃ ہذا کی آیات کی طرف ہے۔ ای تلک الایات۔ ایات الکتٰب۔ یہ آیتیں الکتاب کی آیات ہیں۔ اور الکتاب سے مراد سورۃ ہذا بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ مؤخر الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے ایات ھذہ السورۃ ایات القرآن الذی ھو الکتاب اس سورۃ کی آیات الکتاب (القرآن) کی ہیں۔
= اَلَّذِیْ اسم موصول اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ صلہ۔ اور تمام کا تمام قرآن جو تیرے رب کی جانب سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے اَلْحَقُّ بالکل سچ ہے۔
۱۳: ۲ = عَمَدٍ۔ ستون۔ اس کی جمع عُمُوْدٌ وعِمَادٌ ہے۔
= تَرَوْنَهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع السَّمٰوٰتِ بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اللہ وہ (صاحب قدرت وحکمت) ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔ جیسا کہ تم انہیں (سماوات کو) دیکھ رہے ہو۔ یا اس ضمیر کا مرجع عَمَدٍ ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کیا جن کو تم دیکھ سکو۔ (یعنی ستون ہیں تو سہی لیکن تم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ (اس صورت میں کشش ثقل۔ قدرتِ الٰہی۔ امرِ ربی وغیرہ کو غیر مرئی ستون کا نام دیا جا سکتا ہے)
= اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۲۹ - ۷: ۵۴ ۱۰: ۳)
= كُلٌّ۔ ای کل واحد منھما۔ دونوں میں سے ہر ایک۔ یعنی سورج اور چاند۔ یہ بھی ہو سکتا ہے

ـس اور قمر کے الفاظ بطور جنس استعمال ہوئے ہوں۔ اور شمس سے مراد کائنات میں لاتعداد ستارے
ل جن کے گرد کئی سیارے گھومتے ہیں اور قمر سے مراد وہ تمام سیارے ہوں جو اپنے نظام میں ستاروں
کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اس صورت میں کُلٌّ سے ہر ایک ستارہ اور ہر ایک سیارہ مراد ہوگا۔
= لِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ایک مقررہ میعاد تک۔
= يُدَبِّرُ۔ ای اللہ يُدَبِّرُ۔ اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے انتظام فرماتا ہے
۱۳:۳ = مَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (نصر) پھیلایا۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی لمبائی میں کھینچنے
اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی لئے عرصہ دراز کو مُدَّةٌ کہتے ہیں۔
مَدَّ الْاَرْضَ۔ اس نے زمین کو بچھایا۔
(زمین اگرچہ گول ہے لیکن یہ کُرہ اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس کو اس کی اصلی شکل میں
مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اور ہماری محدود وسعتِ نظر کے لحاظ سے ہمیں یہ چپٹی نظر آتی ہے۔ (رازی)
= رَوَاسِيَ۔ مادہ۔ رَسْوٌ۔ رَسْيٌ۔ رَسَا الشَّيْءُ (نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور
استوار ہونے کے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (۳۴ : ۱۳) اور بڑی بڑی بھاری دیگیں
جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ رَوَاسِيَ بمعنی پہاڑ بھی بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے مستعمل ہے اس
کی واحد رَاسِيَةٌ ہے۔
= يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ۔ يُغْشِيْ (افعال) فعل متعدی بدو مفعول۔ اِغْشَآءٌ مصدر۔ مضارع واحد مذکر
غائب۔ وہ رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو: ۱۲ : ۱۰۷)
۱۳:۴ = قِطَعٌ۔ قِطْعَةٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔
= مُتَجٰوِرٰتٌ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُتَجَاوِرَةٌ واحد۔ تَجَاوُرٌ (تفاعل) مصدر۔ برابر برابر
باہم ملے ہوئے۔ اس کا مادہ جَوْرٌ ہے لیکن مختلف الواب سے مختلف صلہ کے سبب ہر جگہ
معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ جَارٌ ہمسایہ۔ مددگار۔ شریک تجارت۔ پناہ دینے والا۔ پناہ
پانے والا۔ پناہ چاہنے والا۔
جِوَارٌ۔ ہمسائگی۔ پناہ۔ مکان کے آس پاس کا صحن۔
جَوْرٌ۔ راستی سے پھر جانا۔ راستہ سے مڑ جانا۔ بشرطیکہ اس کے بعد عَنْ آئے۔ اگر عَلٰی مذکور
ہوگا جیسے جَارَ عَلَيْهِ تو ظلم کرنے کے معنی میں ہوگا۔
مُجَاوَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) ہمسایہ ہونا۔ کسی کی پناہ میں ہو جانا۔
۔ ۔ ۔ امان۔ کسی کو پناہ دینا۔ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ مختلف قسم کے ٹکڑہ ہائے اراضی جو قریب

قریب واقع ہوں۔

= زَرْعٌ۔ زَرْعٌ اصل میں مصدر ہے اور اس سے مَزْرُوْعٌ (اسم مفعول) یعنی کھیتی مراد ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا (۳۲: ۲۷) پھر ہم اس (پانی) کے ذریعے کھیتی اگلتے ہیں۔ زَرْعٌ واحد ہے یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔ اس کی جمع زُرُوْعٌ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ (۴۴: ۲۶) اور کتنی ہی کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات۔

اس سے مُزْرِعٌ بمعنی زَرَّاعٌ بمعنی کسان ہے

یہاں زَرْعٌ مختلف النوع کھیتیاں مراد ہیں۔

= نَخِيْلٌ۔ کھجوریں یا کھجور کے درخت۔ نَخْلٌ اور نَخِيْلٌ اسم جنس ہے۔ کھجور کے درخت نخل و نخیل کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔

= صِنْوَانٌ۔ جمع ہے اس کی واحد صِنْوٌ ہے اس کا معنی مثل ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے: عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

صِنْوَانٌ۔ کھجوروں کے ان متعدد درختوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی جڑ سے ہوئے ہوں۔ غَيْرُ صِنْوَانٍ کھجوروں کے وہ درخت جو مختلف جڑوں سے ہوئے ہوں۔ کھجوروں کے الگ الگ درخت

۱۳: ۵ = تَعْجَبْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر) تو تعجب کرتا ہے۔ حیران ہے (باب سمع) تعجب اس حالت کا نام ہے جو انسان کو کسی شے کا سبب معلوم نہ ہونے پر پیش آتی ہے اِنْ تَعْجَبْ۔ ای ان تعجب من قولهم فی انکار البعث۔ یعنی ان کی انکار آخرت کے متعلق باتیں اگر آپ کو تعجب خیز لگتی ہیں (تو حیرت انگیز ان کا یہ قول بھی ہے ءَاِذَا كُنَّا...... خَلْقٍ جَدِيْدٍ)

= اَلْاَغْلٰلُ۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ غُلٌّ کی جمع ہے۔ اَلْغَلَلُ۔ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان چلے جانے کے ہیں۔ اسی لئے غَلَلٌ اس پانی کو کہتے ہیں جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ اور اِنْغَلَّ کے معنی درختوں کے درمیان میں داخل ہونے کے ہیں لہذا غُلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے

۱۳: ۶ = يَسْتَعْجِلُوْنَكَ۔ يَسْتَعْجِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مدر وہ جلدی مانگتے ہیں۔ تعجیل چاہتے ہیں۔ عجلت۔ کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی مل کرنے کی کوشش کرنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر بِالسَّيِّئَةِ برائی یہاں بمعنی عذاب آیا ہے يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ یہ لوگ تجھ سے شر (عذاب) کی جلدی چاہتے ہیں

نیکی یعنی بخشش سے پہلے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ان کو جو سنبھلنے کی مہلت دی جارہی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس مہلت کو جلدی ختم کر دیا جائے اور ان کی باغیانہ روش پر فوراً گرفت کر ڈالی جائے۔ نادان یہ نہیں جانتے کہ اگر ان کے اعمال بد کے نتیجہ میں عذاب آگیا اور وہ برباد ہو گئے تو ان کو پھر کیا فائدہ پہنچیگا۔

= اَلْمَثُلٰتُ۔ جمع مؤنث اس کی واحد اَلْمَثُلَةُ ہے۔ مَثُلَةٌ وہ سزا جس سے دوسرے عبرت حاصل کرکے ارتکاب جرم سے رک جائیں۔ یہی معنی نکال کے ہیں۔ اَلْمَثُلٰتُ۔ عبرت ناک سزائیں۔ عبرت ناک عذاب۔ عبرتناک نظیریں۔ عبرت ناک عذاب کے نزول کے واقعات

= خَلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ گذر گئی۔ وہ گذر چکی۔ خُلُوٌّ سے (باب نصر)

۱۳: ۷ = لَوْلَا۔ کیوں نہیں۔

= اٰيَةٌ سے مراد یہاں معجزہ ہے (یعنی معجزے تو ان کو بارہا دکھائے گئے لیکن ہر دفعہ کسی نئے معجزہ کا وہ مطالبہ کرتے رہے)

= مُنْذِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ڈرانیوالا۔

= هَادٍ۔ اصل میں هَادِيٌ تھا۔ اسم فاعل واحد مذکر هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) راستہ بتانیوالا۔ ہدایت کرنے والا۔

= وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اور ہر قوم کے لئے آپ ہادی ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا ہے جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجے گئے

۱۳: ۸ = اُنْثٰى۔ عورت۔ مادہ۔

= تَغِيْضُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب غَيْضٌ وَمَغَاضٌ پانی کا کم ہونا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَغِيْضَ الْمَاءُ۔ (۱۱: ۴۴) اور پانی خشک ہو گیا۔

غَاضَ يَغِيْضُ (باب ضرب) نَقَصَ کی طرح لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ آیت بالا (۱۱: ۴۴) فعل لازم استعمال ہوا ہے۔ اور آیۃ ہذا میں متعدی استعمال ہوا ہے لہٰذا اس کے معنی کم کرنے یا کم ہونے۔ ہر دو ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح تَزْدَادُ بھی لازم و متعدی مستعمل ہے۔

وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ اور جو ارحام کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں۔ اس کم کرنے اور زیادہ کرنے کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) بچہ کا نامکمل ہونا (کمی) اور اس کا مکمل ہونا۔

(۲) بچہ کی رحم مادر میں مدت۔ عام مدت سے کم کا جنم دینا یا گرا دینا۔ خواہ وہ مکمل شکل بننے سے قبل ہو یا بعد میں

اور عام مدت سے زیادہ وقت رحمِ مادر میں رہنا جس کی مدت دو سال تک ہوسکتی ہے (ابوحنیفہؒ) چار سال ہوسکتی ہے (امام شافعی) پانچ سال ہوسکتی ہے (امام مالکؒ)

(۲) حیض میں کمی کہ ایامِ حمل میں اکثر حیض بند ہوجاتا ہے۔ اور یہ بچہ کی خوراک بنتا ہے یا حیض کا پھر جاری ہوجانا۔

بہرکیف اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ رحمِ مادر میں حمل کی بابت جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں خواہ وہ شاذ ہوں یا عام سب اس کے احاطۂ علم میں ہیں۔

۱۳: ۹ = اَلْمُتَعَالِ۔ اسم فاعل واحد مذکر تَعَالِیْ مصدر۔ (باب تفاعُلٌ) اصل میں المتعالی تھا۔ عُلُوٌّ مادہ۔ مُتَعَالِیْ عالی سے زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی عالی کا معنی بزرگ۔ عالی مرتبہ۔ برتر۔ غالب۔ وغیرہ۔ اور متعالی کا معنی بہت بزرگ۔ بہت غالب۔ بہت برتر وغیرہ۔

۱۳: ۱۰ = مُسْتَخْفٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِخْفَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ چھپنے والا۔ چھپنے کی خواہش کرنیوالا۔ یہ لفظ اصل میں مُسْتَخْفِیْ تھا۔ خفی مادہ اِخْفَاءٌ (افعالٌ) چھپانا۔ مُسْتَخْفٍ بِالَّیْلِ جو چھپا رہتا ہے رات کے وقت۔ یعنی وہ جو رات کی تاریکی کے پردے میں دکھائی نہیں دیتا اور پوشیدہ ہوتا ہے۔

= سَارِبٌ۔ گلیوں میں پھرنے والا۔ راہ چلنے والا۔ سُرُوْبٌ مصدر۔ اپنے رُخ پر چلنا۔ اس کی جمع سَرْبٌ ہے جیسے رَاکِبٌ کی جمع رَکْبٌ ہے۔

۱۳: ۱۱ = لَہٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ ای مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ۔ مَنْ جَھَرَبِہٖ۔ مَنْ ھُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّیْلِ۔ مَنْ ھُوَ سَارِبٌ بِالنَّھَارِ۔

= مُعَقِّبٰتٌ۔ اسم فاعل۔ مؤنث۔ جمع الجمع مُعَقِّبٌ واحد۔ مُعَقِّبَۃٌ جمع۔ تَعْقِیْبٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ عقب مادہ۔ روز و شب میں باری باری آنیوالے ملائکہ۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنیوالے مُعَقِّبٰتٌ اصل میں مُعْتَقِبٰتٌ تھا۔ ت کو ق میں مدغم کردیا گیا۔ جس طرح وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (۹: ۹۰) میں مُعَذِّرُوْنَ اصل میں مُعْتَذِرُوْنَ تھا۔

= بَیْنَ یَدَیْہِ۔ اس کے سامنے۔

= یَحْفَظُوْنَہٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔

= لَا یُغَیِّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ تَغْیِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ نہیں بدلتا ہے۔

= مَا بِقَوْمٍ۔ سے مراد کسی قوم کی اچھی حالت ہے۔

= حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ جب تک کہ وہ خود اپنی خوشحالی کو اپنے سوء اعمال سے نہیں بدل لیتے ۔ اس تغیر کی نسبت فاعلی قوم کی طرف کر کے اس کا اظہار کر دیا ہے کہ یہ تبدیلیاں قوم کے اپنے قصد ۔ عمد و اختیار سے ہوتی ہیں ۔ باقی اگر کوئی تبدیلی کسی قوم میں کسی مجبوری یا اضطراب یا لاعلمی کے نتیجہ کے طور پر ہو جائے تو اس پر یہ گرفت نہیں اور یہ تبدیلی منجانب اللہ بوجوہ عمل میں آتی ہے ۔

= مَرَدَّ ۔ مصدر میمی ہے ۔ فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۔ تو اس کا کوئی رد نہیں ۔ کوئی توڑ نہیں ۔ اس کو کوئی موڑ نہیں سکتا ۔ کوئی رد نہیں کر سکتا ۔ کوئی روک نہیں سکتا ۔

رَدَّ يَرُدُّ مَرَدٌّ وَمَرْدُوْدٌ ۔ پھرنا ۔ واپس کرنا ۔ مَرَدٌّ ظرف زمان یا مکان بھی ہے ۔

= مِنْ دُوْنِهٖ ۔ اللہ کے سوا ۔

= وَالٍ ۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر ۔ اصل میں وَالِیٌ تھا ۔ وِلَايَةٌ مصدر (باب ضَرَبَ) مددگار حامی ۔ مدد پر قادر

۱۳:۱۲ = يُرِيْكُمُ ۔ وہ تم کو دکھاتا ہے ۔ اَرٰى يُرِيْ (افعال) اِرَاءَةٌ سے مضارع ۔ واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔

= خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۔ ہر دو منصوب بوجہ حال ہونے کے ہیں ۔ یہ بَرْق کا بھی حال ہو سکتا ہے اور مخاطبین کا بھی ۔ پہلی صورت میں برق ذا خوف ذا طمع یعنی برق جس میں خوف اور طمع ہو ۔

دوسری صورت میں کہ تم اس سے خائف اور طامع ہو ۔ خوف کی حالت اس طرح کہ کہیں بجلی گر کر نقصان کا باعث نہ بن جائے اور طمع کی حالت کہ بارش ہو گی اور کھیتیاں سیراب ہوں گی ۔

= يُنْشِئُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اَنْشَاَ يُنْشِئُ اِنْشَاءٌ (افعال) نَشَاَ مادہ ۔ يُنْشِئُ السَّحَابَ ۔ وہ بادل کو اٹھاتا ہے ۔ وَيُنْشِئُ اللّٰهُ الشَّيْءَ ۔ اللہ پیدا کرتا ہے اَنْشَاَ الْحَدِيْثَ وَالْكَلَامَ ۔ وضع کرنا ۔ ابتدا کرنا ۔ وَاَنْشَاَ زَيْدٌ عمدہ شعر کہنا ۔ و نَشَاَ ۔ پیدا ہونا زندہ ہونا ۔ نَشْاَةَ الثَّانِيَةِ ۔ دوسری دفعہ پیدا ہونا ۔ دوبارہ زندہ ہونا ۔

= السَّحَابَ الثِّقَالَ ۔ موصوف وصفت ۔ بھاری بادل ۔ بوجھل بادل ۔ (پانی سے بھرے ہوئے) السحاب اسم جنس ہے ۔ مذکر ۔ مؤنث واحد ۔ جمع ۔ سب پر استعمال ہوتا ہے ۔ الثِّقَالُ ثَقِيْلٌ کی جمع ہے ۔ ثِقْلٌ بوجھ ۔ ثَقِيْلٌ ۔ بوجھل ۔ بھاری ۔ گراں بار ۔

۱۳:۱۳ = يُسَبِّحُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ وہ تسبیح کرتا ہے ۔ وہ سبحان اللہ پڑھتا ہے تَسْبِيْحٌ ۔ پاکی بیان کرنا ۔ سَبْحٌ سے السَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں سَبَحَ (فتح) سَبْحًا و سِبَاحَةً وہ تیز رفتاری سے چلا ۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم

کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔ جیسے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ (۲۱: ۳۳) سب اپنے اپنے فلک یعنی مدار میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ التَّسْبِیْحُ کے معنی خدا کی پاکیزگی اور اس کی تنزیہہ بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الٰہی میں تیزی کرنا کے ہیں۔ پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا۔ پس تسبیح کا لفظ قولی۔ فعلی۔ قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

= الرَّعْدُ۔ اس کڑک کو کہتے ہیں جو بجلی سے چارج شدہ بادلوں کے آپس میں رگڑے سے پیدا ہوتی ہے۔ الرَّعْدُ اس فرشتہ کا نام بھی ہے جس کے ذمہ بادلوں کی تدبیر اور انتظام ہے۔ الرعد ملک انہ مؤکل بالسحاب یصرفہ حیث یؤمر۔ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور جیسا کہ اس کو حکم ہوتا ہے ان کو اِدھر اُدھر کرتا ہے۔

= وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔ ای ویسبح الملئکۃ من ھیبتہ واجلالہ اور فرشتے بھی اس کے جاہ و جلال اور رعب و دبدبہ کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

= الصَّوَاعِقَ۔ الصاعقۃ کی جمع ہے۔ کڑک۔ بجلیاں۔ مفردات میں ہے الصاعقۃ ہولناک دھماکہ کو کہتے ہیں۔ اور اس کا استعمال اجسام علوی کے بارہ میں ہوتا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں اول بمعنی موت و ہلاکت جیسے فصعق من فی السمٰوٰتِ ومن فی الارض (۳۹: ۶۸) جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

دوم بمعنی عذاب۔ جیسے فرمایا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَۃً مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (۴۱: ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں اس جیسا مہلک عذاب جو عاد و ثمود پر آیا تھا۔

سوم بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک۔ جیسا آیۃ ہذا میں۔ وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضاء میں سخت آواز کے ہیں پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔

= فَیُصِیْبُ بِھَا۔ پھر ڈالتا ہے اُسے۔ پھر پہنچاتا ہے اسے۔ پھر گراتا ہے اسے۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

= الْمِحَالِ۔ مضاف الیہ۔ سخت گرفت کرنے والا۔ سزا میں پکڑنے والا۔ سخت قوت والا۔ اس کا مادہ محل ہے۔

۱۳:۱۴ = لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے۔

= دَعْوَةُ الْحَقِّ ۔ دَعْوَةٌ ۔ دعا۔ پکار۔ پکارنا۔ دَعَا یَدْعُوْا کا مصدر ہے۔ اَلْحَقُّ ۔ سچ۔
صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ: الحق کا کلمہ یا تو سچ جو باطل کی نقیض ہے کے معنی میں ہوگا۔ یا اللہ تعالیٰ کا اسم ہوگا تو پھر یہ دعوۃٌ کی صفت ہوگی۔ لیکن مرکب توصیفی کی جگہ مرکب اضافی ذکر ہوا ہے اور لغت عرب میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے کلمۃ الحق یا مسجد الجامع۔ یا مکۃ المکرمۃ۔ دعوۃ الحق۔ یعنی وہ دعا جو سچی اور درست ہے اور جو قبول ہوتی ہے وہ وہی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے کی جاوے۔

اور اگر الحق۔ اسماء الٰہی میں سے ہے تو اس وقت معنی ہوگا۔ دعوۃ المدعو الحق الذی یسمع فیجیب۔ (علامہ ابوحیان نے بحر محیط میں پہلی ترکیب کو صحیح قرار دیا ہے اور وہی واضح بھی ہے)

= لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ ۔ وہ جواب نہیں دیں گے۔ وہ قبول نہیں کریں گے۔ وہ جواب نہیں دے سکتے مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع ہے والذین یدعون من دونہٖ۔ وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں۔

= بَاسِطِ کَفَّیْهِ ۔ بَاسِطٌ ۔ پھیلانے والا۔ کھولنے والا۔ دراز کرنے والا۔ بَسْطٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بَسَطَ الشَّیْءَ ۔ کے معنی ہیں کسی چیز کو پھیلانا اور توسیع کرنا۔ پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنی مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ بَسَطَ الثَّوْبَ ۔ اس نے کپڑا پھیلایا اور اسی سے البساط ہے جو ہر پھیلائی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے۔ کبھی یہ بمقابلہ قبض کے آتا ہے جیسے وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ (۲:۲۴۵) اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے۔
جب اس کا ہاتھوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی چیز پر ہاتھ ڈالنے یعنی پکڑنے اور گرفت کرنے کے معنی میں جیسے وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۔ (۶:۹۳) کاش تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی کی بیہوشی میں ہوں گے اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کے لئے یا عذاب کے لئے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔

کبھی دست درازی یعنی حملہ کرنے اور مارنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ (۵:۲۸) تو اگر قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ اٹھائیگا تو میں تجھ پر مارنے کو ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ اور کبھی ہاتھوں کے کھلنے سے مراد عطاؤ بخشش ہوتی ہے جیسے بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ (۵:۶۴) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ (بخشش کے لئے) کشادہ ہیں۔

آیۃ ہذا میں ہاتھ پھیلانے سے مراد مانگنا اور طلب کرنا ہے۔ کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ۔ پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی طرح کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جاوے۔

= فَاہُ۔ فَا مضاف ہُ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کے منہ کو۔ اس کے منہ تک

= بَالِغِہٖ۔ بَالِغُ پہنچنے والا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مُنہ کے لئے ہے۔

= ضَلٰلٍ۔ گمراہی۔ بھٹکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھوجانا۔

یہاں بمعنی عبث۔ بے اثر۔ بھٹکنے والی۔

۱۳: ۱۵ = طَوْعًا۔ فرمانبرداری۔ مصدر ہے یہ کُرْہٌ کی ضد ہے۔

اَلطَّوْعُ کے معنی ہیں بطیب خاطر تابعدار ہو جانا۔

= کَرْھًا۔ مصدر۔ اسم مصدر۔ ناگوار ہونا۔ ناخوشی۔ مجبوری۔ زبردستی۔ خوف کے جذبہ کے تحت ناگواری اور دل کی کراہت سے کسی کام کو سرانجام دینا۔

= وَظِلٰلُھُمْ معطوف ہے مَنْ پر ای یسجد ظِلٰلُھُمْ اور ان کے سائے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔

= بِالْغُدُوِّ۔ الغُدْوَۃُ وَالْغَدَاۃُ کے معنی دن کے ابتدائی حصہ کے ہیں۔ اس آیہ میں غُدُوٌّ (غُدْوَۃٌ کی جمع) اٰصَال کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں عصر اور مغرب کا وقت جسے عرف عام میں شام کہتے ہیں۔ اور اٰصَال اور اُصُلٌ جمع ہے اَصِیْلٌ کی۔

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَال۔ صبح اور شام کے وقت۔

۱۳: ۱۶ = اَفَاتَّخَذْتُمْ۔ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ف استبعاد کے لئے ہے۔

ای لعد ان علمتموہ رب السمٰوٰتِ والارض اتخذ تُمْ من دونہ اولیاءَ۔

کیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ارض و سماوات کا پروردگار ہے تم اس کے سوا دوسروں کو کارساز یا حمایتی قرار دیتے ہو۔

= ھَلْ یَسْتَوِی۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِوَآءٌ (انتعال) مصدر۔ استوی یَسْتَوِی برابر ہونا ھَلْ یَسْتَوِی۔ استفہام انکاری ہے۔ برابر نہیں ہے۔ کیا برابر ہے (یعنی برابر نہیں ہے)

= ھَلْ تَسْتَوِی۔ کیا وہ برابر ہو سکتی ہے۔ برابر نہیں ہو سکتی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے۔ یعنی تاریکی اور روشنی برابر نہیں ہے۔

= فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْھِمْ۔ اور نتیجۃً ان پر (اللہ کی مخلوق اور ان کے اولیائے باطل کی مخلوق) باہم مشتبہ ہو گئی۔ گڈمڈ ہے۔

= اَلْقَهَّارُ ۔ صیغہ مبالغہ ۔ ایسا زبردست غالب کہ جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں

قَهَرَ یَقْهَرُ (فتح) قَهْرٌ وَقَهْرٌ ۔ مصدر۔

۱۳ : ۱۷ = فَسَالَتْ ۔ فَ سببیہ ہے ۔ سَالَتْ ۔ ماضی واحد مونث غائب (باب ضرب) وہ بہی ۔ وہ بہنے لگی ۔ وہ جاری ہوئی ۔ یہاں بمعنی جمع آیا ہے وہ (وادیاں) بہنے لگیں بسبب آبِ سماوی کے

السَّیْلُ ۔ بہاؤ ۔ سیلاب ۔

= اَوْدِیَةٌ ۔ نالے ۔ وادیاں ۔ اَلْوَادِیْ ۔ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہو ۔ اسی سے دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ زمین کو وادی کہا جاتا ہے ۔ وَادٍ کی جمع اَوْدِیَةٌ جیسے نَادٍ کی جمع اَنْدِیَةٌ اور نَاجٍ کی جمع اَنْجِیَةٌ ہے

= بِقَدَرِهَا ۔ میں ھا ضمیر کا مرجع اَوْدِیَةٌ ہے بِقَدَرِهَا ۔ اپنے اپنے ظرف کے مطابق ۔ اپنی اپنی مقدار کے مطابق ۔

= اِحْتَمَلَ ۔ اس نے اٹھایا ۔ اِحْتِمَالٌ سے جس کے معنی برداشت کرنے اور اٹھانے کے ہیں حَمْلٌ سے باب افتعال ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔

= السَّیْلُ ۔ سیلاب ۔ بہاؤ ۔ اوپر ملاحظہ ہو ۔ فَسَالَتْ

= زَبَدًا ۔ جھاگ ۔ اسم ہے

= رَابِیًا ۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر ۔ چڑھنے والا ۔ پھولنے والا ۔ بلند ۔ رَبْوٌ سے ۔ جس کے معنی پھولنے کے ہیں ۔ رَبْوَةٌ ۔ بلند جگہ یا ٹیلہ کو کہتے ہیں ۔ رَبَا یَرْبُوْا ۔ (نصر) اونچی جگہ پر جانا ۔ فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا ۔ پھر سیلاب نے پھولا ہوا جھاگ اوپر اٹھالیا ۔ یعنی جھاگ اس کے اوپر آگئی ۔

= مِمَّا ۔ مِنْ مَا ۔

= مَا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ ۔ جن چیزوں پر آگ جلاتے ہیں ۔ اَوْقَدَ یُوْقِدُ اِیْقَادٌ (افعال) آگ جلانا فِی النَّارِ ۔ آگ میں ۔ تاکید کے لئے آیا ہے ۔ یعنی جن چیزوں کو آگ میں تپا کر پگھلاتے ہیں (مثلاً لوہا ۔ تانبا چاندی ۔ سونا ۔ وغیرہ ان میں سے بھی اسی قسم کا جھاگ اوپر اٹھتا ہے) یعنی پگھلی ہوئی دھات کے اوپر آجاتا ہے ۔

= اِبْتِغَآءَ حِلْیَةٍ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ زیور کی تلاش میں ۔ زیور کی خواہش میں ۔ اِبْتِغَآءَ مصدر ہے اور حال مستعمل ہوا ہے ۔ یعنی زیور یا سامان کی خواہش کرتے ہوئے ۔ ان (دھاتوں) کو آگ میں پگھلاتے ہیں ۔ (تو اس صورت میں بھی پگھلی ہوئی دھات پر جھاگ آجاتی ہے)

= كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۔ یوں اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے حق اور باطل کی

= جُفَاءً۔ اس کی مجرد باب ضرب سے اور مزید فیہ باب افعال سے ہے مگر معنی دونوں کا ایک ہے ناکارہ۔ ناچیز۔ وہ جھاگ اور کوڑا جو نالہ کے بہاؤ میں دونوں کناروں پر آکر جم جاتا ہے۔ یا دیگچی کے ابال کے ساتھ اوپر آکر ادھر ادھر گرجاتا ہے یا کناروں پر جم جاتا ہے۔ اسم ہے۔

= یَمْکُثُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَکْثٌ مصدر۔ (باب نصر) وہ باقی رہ جاتا ہے۔ اَلْمُکْثُ کسی چیز کے انتظار میں ٹھیرے رہنے کو کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا (۲۸:۲۹) تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم یہاں ٹھہرو اور اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ (۴۳:۷۷) تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔

= کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ۔ یوں اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں

اس تمثیل میں اس علم کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا تھا آسمانی بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ایمان لانے والے لوگوں کو ان ندی نالوں کی مانند ٹھہرایا گیا ہے جو اپنے ظرف کے مطابق بارانِ رحمت سے بھرپور ہو کر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ اور اس ہنگامہ اور شورش کو جو تحریک اسلامی کے خلاف منکرین و مخالفینِ حق نے برپا کر رکھی تھی اس جھاگ اور خس و خاشاک سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ سیلاب کے اٹھتے ہی سطح پر اپنی اچھل کود دکھانی شروع کر دیتا ہے۔

جھاگ خواہ سیلابی پانی کی سطح پر ہو یا پگھلانے کے وقت مائع دھات پر۔ وہ علی الترتیب کوڑا کرکٹ اور میل کچیل پر مشتمل ہوتی ہے ناکارہ اور بے فائدہ ہوتی ہے۔ ایسی جھاگ ندی کے کنارے لگ کر وہیں سوکھ جاتی ہے اور کوئی اسے پوچھتا بھی نہیں اور دھاتوں کی صورت میں کھوٹ اور فضول سمجھ کر پھینک دی جاتی ہے۔ ان کے نیچے جو رہ جاتا ہے وہ کارآمد اور مفید ہے۔ وادی کی صورت میں پانی رہ جاتا ہے جو زمین کو سیراب کرتا ہے اور دھاتوں کی صورت میں اصل دھات رہ جاتی ہے جو زیورات بنانے اور دوسرا سامان بنانے کے کام آتی ہے۔

اسی طرح مخالفین حق کی شرانگیزیاں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں اور تعلیمات اسلام کو دوام نصیب ہوتا ہے افادیت دوام پذیر ہوتی ہے۔

۱۳:۱۸ = اِسْتَجَابُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب استجابۃ (استفعال) انہوں نے قبول کیا۔ انہوں نے مانا۔ ای اجابوا الٰی ما دعا اللہ الیہ۔ جس امر کی طرف خدا نے انہیں بلایا انہوں نے قبول کیا

= الحُسْنٰی۔ حُسْنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث بروزن فُعْلٰی۔ اچھی۔ عمدہ۔ بھلائی۔ نیکی نیک (بدلہ) یعنی جنت۔

اَلْحُسْنٰی اِسْتَجَابُوْا کے مصدر کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ ای استجابوا الا ستجابۃ الحُسْنٰی۔ یعنی انہوں نے بطریقِ احسن (دعوت حق) قبول کرلی۔

اور الحُسْنٰی مبتدا بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ للذین استجابُوا اس کی خبر ہے اس صورت میں معنی ہوں گے۔ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا مان لیا ان کے لئے نیک بدلہ (یعنی جنت) ہے۔

= لَافْتَدَوْا بِہٖ۔ لام تاکید کے لئے ہے افتدوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِفْتِدَاءٌ (افتعال) انہوں نے اپنے چھڑانے کا فدیہ دیا۔ لَافْتَدَوْا بِہٖ وہ اسے بطور فدیہ دے ڈالیں۔

اصل میں والذین لم یَسْتَجِیْبُوْا لَہٗ۔ اُولٰئِکَ لَھُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ ہے۔ لوان لھم مافی الارض جمیعا و مثلہ معہ لافتدوا بہ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا نہیں مانا ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔ خواہ ان کے پاس دنیا بھر کی دولت ہو اور اتنی ہی اور بھی ہو اور وہ یہ سب دولت اپنے بچاؤ کے لئے خرچ کر ڈالیں (یہ ان کے کسی کام نہ آئے گی)

= اَلْمِھَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ مراد ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ گہوارہ۔ بستر۔ ہموار زمین۔ بِئْسَ الْمِھَادُ۔ بری ہے قرارگاہ۔

۱۳:۱۹ = یَتَذَکَّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَذَکَّرَ یَتَذَکَّرُ تَذَکُّرٌ (تفعّل) نصیحت پکڑنا۔ یَتَذَکَّرُ۔ وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ اواحد بمعنی جمع آیا ہے۔ بے شک نصیحت وہی پکڑتے ہیں جو صاحبِ فہم ہوں

۱۳:۲۰ = یُوْفُوْنَ۔ پورا کرتے ہیں۔ وفا کرتے ہیں۔ (اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو) پورا کرتے ہیں۔

= اَلْمِیْثَاقَ۔ پختہ عہد۔ پیمان۔ وعدہ۔

۱۳:۲۱ = یَصِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وَصْلٌ سے۔ وہ جوڑتے ہیں۔

وَصْلٌ وصِلَۃٌ مصدر۔ (باب ضرب) جوڑنا۔ پہنچنا۔ جڑنا۔ (باب افعال) سے پہنچانا۔ جوڑ دینا۔

۱۳:۲۲ = اِبْتِغَاءَ۔ باب افتعال) بغیٌ سے۔ اَلْبَغْیُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا۔ خواہ تجاوز کر سکے یا نہ۔

بَغْیٌ دو قسم پر ہے۔

(۱) محمود یعنی حدِ اعتدال سے تجاوز کر کے مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ اور فرض سے تجاوز کر کے تطوع بجالانا

(۲) مذموم۔ حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔

اِبْتِغَاءٌ۔ خاص کر کوشش کر کے کسی چیز کو طلب کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اگر اچھی چیز کی طلب ہو تو یہ کوشش محمود ہوگی۔ مثلاً آیۃ ہذا۔ اِبْتِغَاءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ۔ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اِبْتِغَاءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ۔ (۱۷:۲۸) اپنے پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے۔

= یدرءون ۔ مضارع جمع مذکر غائب درءٌ مصدر باب فتح ۔ دور کرتے ہیں دفع کرتے ہیں (نیکی کے ذریعہ برائیوں کا مقابلہ کرتے ہیں)

الدرءُ ۔ (فتح) کے معنی (نیزہ وغیرہ کے) ایک طرف مائل ہو جانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے قومتُ درءَہٗ۔ میں نے اس کی کجی کو درست کر دیا۔ اور درءتُ عنہُ میں نے اس سے دفع کیا (دور کیا ہٹایا)

= عُقبیٰ ۔ عاقبت ۔ انجام ۔ بدلہ ۔ بھلائی ۔ جزاءِ عمل ۔ کیونکہ یہ بھی فعل کی انجام دہی کے بعد ہی ملتی ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں ۔

عُقبیٰ وعاقبۃٌ کا استعمال ثواب اور نیکی کی بہتر جزاء کے لئے مخصوص ہے۔ جس طرح کہ عقوبۃٌ ومعاقبۃٌ اور عِقابٌ کا استعمال عذاب اور برائی کی سخت سزا کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے ھُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا۔ (۱۸: ۴۴) ایسے موقعہ پر کارسازی اللہ برحق ہی کا کام ہے ثواب کے لحاظ سے بھی اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر۔ اور وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۲۸: ۸۳) اور نیک انجام تو متقیوں کے لئے ہے۔

اور عِقَابٌ کے بارے میں ارشاد ہے اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۔ (۳۸: ۱۴) ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا۔

لیکن اضافت کے ساتھ عاقبت کا استعمال عقوبۃٌ کے معنی میں ہوتا ہے مثلاً ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى (۳۰: ۱۰) پھر برا کام کرنے والوں کا انجام برا ہی ہوا۔

علاوہ ازیں ذیل کی آیت میں عقبیٰ کا استعمال ثواب اور عذاب دونوں کے لئے ہوا ہے۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (۱۳: ۳۵) یہ انجام ہوگا اہل تقویٰ کا اور کافروں کا انجام آتش (دوزخ) ہے۔

عُقْبَى الدَّارِ یہاں مضاف مضاف الیہ استعمال ہوا ہے۔ عُقبیٰ سے مراد نیک انجام اور الدار سے مراد دنیا ہے ۔ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ان کے لئے دنیا (کے نیک کاموں کا) نیک انجام ہوگا۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں عقبی الدار ای عاقبۃ الدنیا وھی الجنۃ ۔ دنیا میں نیک کام کرنے کا نیک انجام یعنی جنت ۔

۱۳: ۲۳ = جَنّٰتُ عَدْنٍ مضاف مضاف الیہ اور عقبی الدار (آیۃ سابقہ) کا بدل ہے۔ عدن کے باغات ۔ عدن کے معنی ہیں رہنا ۔ بسنا ۔ کسی جگہ مقیم ہونا ۔ مصدر ہے اور باب نصر وضرب سے آتا ہے ۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ کے معنی رہنے بسنے کے باغات ۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا ۔

عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں کہ جنتوں میں سے ایک خاص جنت کا نام ہے اور اس کی دلیل میں یہ آیت لاتے ہیں جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَہٗ بِالْغَیْبِ (۱۹: ۶۱) وہ عدن کے باغات جن کا وعدہ غائبانہ خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔ اور جو حضرات عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں۔ محاورہ ہے عَدَنَ بِالْمَکَانِ۔ یعنی اس نے اس جگہ قیام کیا اور عدن سے مراد اقامۃ علی وجہ الخلود ہے یعنی دائمی طور پر رہنا۔ بسنا۔

امام قرطبی ؒ نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں۔ (۱) دار الخلد (۲) دار الجلال (۳) دار السلام (۴) جنت عدن (۵) جنت الماویٰ۔ (۶) جنت النعیم۔ (۷)، جنت الفردوس۔

جنت عدن کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جنت میں ایک محل ہے جس کے ۲۵ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر حوریں بیٹھی ہیں۔ اس میں نبی صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔

= صَلَحَ۔ (باب نصر۔ فتح۔ کرم) صَلَاحٌ۔ صُلُوْحٌ سے جس کے معنی نیک ہونا اور نیکی کرنا کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ صَلَحَ بفتح اللام زیادہ فصیح ہے

= یَدْخُلُوْنَھَا۔ میں یَدْخُلُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی صفت آیۃ سابقہ نمبر ۲۲ میں کی گئی ہے اور ھا ضمیر کا مرجع جَنّٰتِ عَدْنٍ ہے واؤ حرف عطف اور مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ کا عطف ضمیر ید خلونھا پر ہے۔

یعنی ان جنت عدن میں وہ لوگ (جو آیۃ سابقہ میں بیان ہوئے ہیں) داخل ہوں گے۔ اور ان کے آباؤاجداد ان کے زوج اور ان کی اولاد میں سے وہ لوگ جو صاحب ایمان ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے (یعنی جنت میں داخلہ تو بشرط ایمان ہے لیکن اعلیٰ مراتب کی عطاء و دہش رب کریم اپنے ان بندوں کی نسبت سے فرمائیں گے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں)

وَالْمَلٰٓئِکَۃُ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

۱۳: ۲۵ = سُوْٓءُ الدَّارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سُوْٓءٌ۔ برائی۔ آفت۔ عیب۔ برا کام گناہ۔ الدَّار۔ دنیا۔ چونکہ اسے عُقْبَی الدَّارِ کے مقابلہ پر لایا گیا ہے اس لئے اس سے مراد سوء عاقبۃ الدنیا ہے (دنیا کے بُرے کاموں کا بُرا انجام)

۱۳: ۲۶ = یَبْسُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کشادہ کرتا ہے۔ وسیع کرتا ہے۔ فراخ کرتا ہے۔ بَسْطٌ سے (باب نصر)

= یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ مصدر (ضرب) وہ تنگ کرتا ہے یَبْسُطُ کے مقابلہ میں آیا ہے لہٰذا فراخ کرتا ہے یا وسیع کرتا ہے کی ضد ہے۔ یعنی کم کرتا ہے۔ تنگ کرتا ہے۔

اس کا مادہ قدرۃٌ ہے جس کا معنی قدرت رکھنا۔ طاقت رکھنا۔ قابو پانا۔ غالب آنا۔ مقدار مقرر کرنا۔ اندازہ لگانا کے ہیں۔

= فَرِحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب وہ خوش ہوئے وہ اترائے فَرْحٌ سے (باب سمع)

فَرْحٌ کا استعمال پسندیدہ اچھی خوشی کے لئے بھی ہوتا ہے اور مذموم خوشی کے لئے بھی۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب خوش ہونا ہے۔ اور دوسری صورت میں بدمست ہونا۔ اترانا۔

= فِی الْاٰخِرَةِ۔ ای فی جنب الاخرۃ آخرت کے مقابلہ میں۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتِعَةٌ جمع۔ معین اور عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا۔ معاش۔ فائدہ۔ نفع وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ مال و متاع جس سے کہ ہر قسم کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مُتْعَةٌ فائدہ اندوزی یہاں مَتَاعٌ بمعنی مُتْعَةٌ لَا تَدُوْمُ۔ ایسا فائدہ جو دیرپا نہ ہو۔ متاع حقیر۔

۱۳: ۲۷ = اَنَابَ۔ اَنَابَ یُنِیْبُ اِنَابَةٌ (باب افعال) بار بار لوٹ کر آنا۔ اَنَابَ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ رجوع ہوا۔ انابۃٌ الی اللہ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا۔ اور توبہ کرنا۔ اَلنَّوْبُ۔ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا۔ نَوْبٌ وَنَوْبَةٌ (باب نصر) مصدر۔

۱۳: ۲۸ = اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اَنَابَ کا بدل ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور جن کے دل ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل کرتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ اپنی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ (یَهْدِیْ اِلَیْهِ)

۱۳: ۲۹ = طُوْبٰى (مادہ طیب) طَابَ یَطُوْبُ (ضرب) سے مصدر ہے اصل میں طُیْبٰى (بروزن فُعْلٰى) تھا۔ یا، ساکن ماقبل اس کا مضموم اس لئے یا، کو واؤ سے بدل لیا گیا۔ بمعنی خوبی۔ خوش حالی۔ ہر قسم کی خوش گواری جس میں بقاء عزت۔ غناء شامل ہو۔

طوبیٰ ایک درخت کا نام ہے جو بہشت میں ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف ہے :۔

جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ افی الجنۃ فاکھۃ؟ قال نعم فیھا شجرۃ تدعیٰ طوبیٰ ھی نطاق الفردوس۔

(ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے! جو الفردوس کے وسط میں ہے۔

لہٰذا یہاں اس سے مراد جنت کا درخت مراد لینا ہی زیادہ صحیح ہے۔
طُوْبٰی کو مصدر کے معنی میں لیا جائے تو اس کا ترجمہ ہوگا۔ ان کے لئے خوشحالی اور خوش گواری ہے۔ یا مژدہ ہو ان کے لئے۔

اور اگر اس سے جنت کا درخت مراد لیا جائے تو ترجمہ ہوگا:
ان کے لئے طوبیٰ ہے یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت۔ اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔ یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔
= حُسْنُ۔ حَسُنَ یَحْسُنُ۔ سے مصدر ہے۔ اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔
= مَاٰبٍ (مادہ اوب) اٰبَ یَؤُوْبُ (نصر) سے مصدر میمی۔ لوٹنا۔ واپس ہونا۔ نیز اسم ظرف زمان (لوٹنے کا وقت) اور اسم ظرف مکان (لوٹنے کی جگہ) بھی ہے۔ مضاف الیہ۔ حُسْنُ مَاٰبٍ جائے بازگشت کی عمدگی۔ خوشگواری۔ یعنی آخرت کی عمدگی۔ نیک انجام۔

اَوْبٌ اور اَیَابٌ مصدر بھی ہیں۔
۱۳: ۳۰ = كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ۔ ای کما ارسلنٰك یا محمد الی ھٰذہ الامۃ كذٰلك ارسلنا انبیاء قبلك الی امم قد خلت ومضت۔
یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے تجھے اس امت کی طرف بھیجا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے ہم نے نبیوں کو ان امتوں کی طرف بھیجا جو (پہلے) گذر چکی ہیں۔
= لِتَتْلُوَا۟ (تاکہ)۔ لام تعلیل کا ہے (یعنی تمہیں بھیجنے کی علت وغایت کیا تھی) (تاکہ) تو تلاوت کرے تو پڑھے۔ مضارع واحد مذکر۔ تِلَاوَةٌ مصدر تَلَا یَتْلُوْ۔ (باب نصر) تَلْوٌ وتِلَاوَةٌ جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ آسمانی کتابوں کے اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے تلاوت قرأت سے خاص ہے ہر تلاوت قرأت ہو سکتی ہے لیکن ہر قرأت تلاوت نہیں۔ مثلاً۔ تَلَوْتُ القراٰن وَقَرَاْتُ القراٰنَ (میں نے قرآن مجید پڑھا) درست ہے۔ لیکن تَلَوْتُ رقعتك میں نے تیرے رقعہ کی تلاوت کی۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جب تلوت القراٰن کہا جائے گا تو پڑھ کر اس کا اتباع واجب بھی ہے۔ لیکن رقعہ پڑھ کر اس کا اتباع ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں قرأتُ رقعتك کہیں گے
آیت شریفہ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین (۲: ۱۰۲) (اور وہ پیچھے لگ لئے اس (علم) کے جو پڑھتے تھے شیاطین) میں جو شیطانوں کے پڑھنے کو تلاوت کہا گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان کو یہ زعم تھا کہ وہ (شیاطین) کتب الٰہیہ کی تلاوت کرتے ہیں۔
تلاوت کا فعل جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے معنی نازل کرنے کے

ہوں گے جیسے ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ (۳: ۵۸) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تم پر آیتیں اور حکمت والی نصیحت اتارتے ہیں۔ اور آیت شریفہ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ (۲: ۱۲۱) (وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے) میں علم و عمل دونوں کا اتباع کامل مراد ہے

= لِتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ۔ تاکہ تو ان کو پڑھ کر سنائے۔

= وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ۔ حال یہ ہے کہ وہ رحمٰن کا انکار کر رہے ہیں یہ جملہ حال ہے اَرْسَلْنٰا کا یعنی یعنی آپ کی رسالت اور نزولِ قرآن کی شکل میں ہم نے ان پر دینی اور دینوی نعمتوں کی فراوانی کر دی ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس بلیغ الرحمۃ رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کا انکار کر رہے ہیں۔

= هُوَ۔ ای الرحمٰن الذی کفرتم بہ۔ یعنی وہی رحمٰن جس کا تم انکار کر رہے ہو (میرا پروردگار ہے)

= مَتَابِ۔ اصل میں مَتَابِیْ تھا۔ مَتَابِ مضاف یاء متکلم مضاف الیہ۔ یاء کو حذف کر دیا گیا۔ میری واپسی۔ میرا رجوع۔ مَتَابِ۔ تَابَ يَتُوْبُ سے مصدر ہے (باب نصر) تَوْبَةً۔ تَوْبٌ۔ تَابَةٌ سب مصدر ہیں۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ یعنی اسی کی طرف مجھے واپس جانا ہے۔

۱۳: ۳۱ = سُيِّرَتْ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ چلائی گئی۔ پہاڑوں کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ چلائے گئے۔ یا وہ چلائے جائیں۔

تَسْيِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ سَيْرٌ سے بمعنی چلنا۔ یعنی پہاڑ اپنی جگہوں سے ہلا دئیے جائیں۔

= قُطِّعَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پھاڑ دی گئی یا وہ پھاڑ دی جاتی۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی۔

= اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں خواہ اس کا تعلق اجسام وغیرہ سے ہو جیسے لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ (۷: ۱۲۴) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا۔ یا اس کا تعلق بصیرت سے ہو۔ جیسے معنوی چیزیں۔ مثلاً وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۴۷: ۲۲) اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔

قطع الارض۔ زمین کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ یا بمعنی مسافت طے کرنا۔

یعنی ایسا قرآن جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے کہ اس میں سے چشمے پھوٹ پڑیں اور نہریں جاری ہو جائیں یا جس کے معجزہ سے طویل مسافتیں چشم زدن میں طے کی جا سکیں۔

= كُلِّمَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ یعنی جس سے مُردے بلائے جا سکیں۔ جس کے اثر سے مُردے کلام کرنے لگیں۔

= وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى

اس میں جواب شرط محذوف ہے سیاق وسباق کے مطابق اس کا جواب سامع پر چھوڑ دیا ہے۔
(۱) بعض کے نزدیک اس کا جواب لکان ہذا القرآن ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین پھاڑ دی جاتی۔ یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے (تو وہ یہی قرآن ہے) اس کی تائید میں وہ یہ آیت لاتے ہیں۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۵۹: ۲۱)
(۲) بعض کے نزدیک جوابِ شرط ہے لَمَا اٰمَنُوْا بِهٖ۔ یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔ اس کے جواز میں وہ یہ آیت لاتے ہیں وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا۔ (۶: ۱۱۱)
(۳) بعض کے نزدیک جوابِ شرطیہ ہے مَا كَانَ ذٰلِكَ بَعِيْدًا مِّنْ قُدْرَتِهٖ یہ اس کی قدرت سے بعید نہ تھا۔
(۴) بعض کے نزدیک اس کا جواب پہلے آچکا ہے تقدیر کلام یہ ہے وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى۔ (اور ان کے درمیان کی عبارت جملہ معترضہ ہے) یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین پھٹ جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے تو یہ پھر بھی رحمٰن سے انکار (ہی) کرتے۔
= بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ط بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کا ہے یعنی یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں اگر چاہیں تو آنِ واحد میں سب کچھ ظہور پذیر ہو جاتے۔ لیکن جب ایمان لانا ان کے مقدر میں ہی نہیں تو پھر ان کے مطالبات کو پورا کرنے کا فائدہ؟
حرف بَلْ خود اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ فقرہ ما قبل میں جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ مؤثر حقیقی نہیں ہیں۔
= اَفَلَمْ يَايْئَسِ۔ ہمزہ استفہامیہ لَمْ يَايْئَسْ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب۔ يَاْسٌ مصدر (باب سَمِعَ) يَئِسَ يَيْئَسُ۔ کیا وہ مایوس نہیں ہوتے۔ کیا وہ نہیں جانتے۔
عام علماء نے يَايْئَسُ کا ترجمہ مایوس ہونا کیا ہے لیکن بعض کے نزدیک اس کا ترجمہ۔ کیا انہوں نے نہیں جانا ہے۔ اس کے استشہاد میں رباح بن عدی کا یہ شعر بیان کرتے ہیں:۔

الم ییئس الاقوام انی انا ابنہ - وان کنت عن ارض العشیرۃ نائیا

ترجمہ:۔ کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ اگرچہ میں قبیلہ کی سرزمین سے دور ہوں۔

حضرت ابن عباس - مجاہد - حسن - فرّاء - جوہری نے یہی مطلب لیا ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ المفردات میں رقمطراز ہیں:۔

کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ یہاں اس کے معنی اَفَلَمْ یَعْلَمْ کے ہیں۔ یعنی کیا انہوں نے اس بات کو نہیں جان لیا۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں بلکہ یہ اس کے لازم معنی ہیں کیونکہ کسی چیز کے انتفاء کا علم اس سے ناامید ہونے کو مستلزم ہے لہٰذا یہاں بھی (بلحاظ قرائن) یہ کہہ سکتے ہیں کہ یَایْئَسُ بمعنی یَعْلَمُ کے ہے۔

= لَا یَزَالُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب زَوَالٌ مصدر۔ فعل ناقص۔ ہمیشہ رہیگا۔

وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اور کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہیں گے۔

= تُصِیْبُھُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ ان کو پہنچتی رہیگی۔ ان پر پڑتی رہیگی۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

= قَارِعَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ قَارِعَاتٌ وَقَوَارِعُ جمع۔ مصیبت۔ بلا۔ حادثہ۔ اچانک آجانے والی مصیبت۔ قَرَعَ یَقْرَعُ (فتح) کھٹکھٹانا۔ قَرَعَ الْبَابَ) اس نے دروازہ کھٹکھٹایا قیامت بھی اچانک آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیمہ ہے اس لئے اس کو القارعۃ کہا گیا ہے

تقدیر کلام یوں ہے۔ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ قَارِعَةٌ بِمَا صَنَعُوْا۔

اور کافروں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی حادثہ ہمیشہ پڑتا رہیگا۔

= تَحُلُّ۔ ای لایزال تحل۔ ہمیشہ اترتی رہیگی۔ تَحُلُّ مضارع واحد مؤنث غائب۔ حُلُوْلٌ اور حَلٌّ سے (باب نصر) بمعنی اترنا۔ فروکش ہونا۔ اصل میں اترتے وقت جس رسی سے اسباب بندھا ہوتا ہے اس کی گرہ کھولنے کو حَلٌّ کہتے ہیں۔ پھر محض اترنے کے لئے بھی اس کا استعمال ہونے لگا

تَحُلُّ کا فاعل قَارِعَةٌ ہے (یہ مصیبتیں ان پر براہ راست آتی رہیں گی۔ یا ان کے گھروں کے اردگرد قرب وجوار میں نازل ہوتی رہیں گی)

= وَعْدُ سے مراد فتح مکہ ہے (ابن عباس) یا قیامت کا دن (حسن بصری)

۱۳: ۳۲ = اُسْتُھْزِئَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اس سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) مصدر۔

= اَمْلَیْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ میں نے ڈھیل دی۔ اِمْلَاءٌ (افعال) اَلْاِمْلَاءُ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں۔ اسی سے مَلَاوَةٌ مِّنَ الدَّھْرِ یا مَلِیٌّ مِّنَ الدَّھْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں قرآن پاک میں ہے وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا (۱۹: ۴۶) اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہوجا

= عِقَابِ ۔ ای عقابی۔ میری سزا۔ میرا سزا دینا۔ مضاف ۔ مضاف الیہ۔

۱۳: ۳۳ = قَآئِمٌ ۔ عالم ۔ جاننے والا۔ نگہبان۔ نگران۔ قَوْمٌ وقَوْمَۃٌ وقِیَامٌ وقَامَۃٌ مصدر ہیں مختلف صلوں کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے۔ مثلاً قَامَ عَلٰی ۔ نگرانی کرنا۔ قَامَ لِ ۔ تعظیم اور لحاظ رکھنے کا مفہوم ہو گا۔ قَامَ بِ سے ادا کرنے کا مطلب ہو گا۔ قَامَ اِلٰی سے ارادہ اور استقبال مراد ہو گا۔ قَامَ عَنْ سے ہٹ جانے کی غرض ہو گی۔

= سَمُّوْهُمْ ۔ ان کے نام لو۔ ان کی صفات بیان کرو۔ ان کے گُن گاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے محض نام گنواؤ۔ مثلاً لات و عُزّٰی وغیرہ۔

= تُنَبِّئُوْنَهٗ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تم اس کو بتاتے ہو یا بتاؤ گے۔ تَنْبِئَۃٌ ۔ تَنَبِّیْءٌ (باب تفعیل) سے ن ب ء حروف مادہ

صُدُّوْا ۔ صَدٌّ ۔ صُدُوْدٌ باب نصر) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ روکے گئے وہ روک دیئے گئے۔ یعنی محروم کر دیئے گئے۔ صُدُّوا عَنِ السَّبِیْلِ ۔ راہ حق سے محروم ہو گئے۔ راہِ حق ان پر مسدود کر دیا گیا۔ راہِ راست سے روک لئے گئے۔

= هَادٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ هدایۃ مصدر اصل میں هادی تھا۔ ہدایت دینے والا۔ راستہ بتانے والا۔

= اَفَمَنْ هُوَ .... اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۔ کیا اللہ تعالیٰ جو ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہے۔ (اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے شریک۔ ایک برابر ہو سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں۔ پھر باوجود اس کے کہ ان کا اس ذات وحدہٗ لاشریک سے کوئی مقابلہ ہی نہیں) ان لوگوں نے خدا کے شریک بنائے ہیں۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہئے (ذرا) ان (شرکاء) کو بیان تو کرو (کہ وہ کون ہیں کیسے ہیں کہاں ہیں۔ کیا کر سکتے ہیں۔ اب تک انہوں نے کون سے کام کئے ہیں اور کن کن صفات سے متصف ہیں۔ عقل کے اندھو! تم کیا بیان کرو گے ؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ) تم اس (اللہ) کو کوئی (نئی) بات بتاؤ گے جو اس ارضی دنیا میں اس کے علم میں نہیں (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے کیونکہ وہ عالم کل شیٔ ہے اور نہ ہی کسی ایسی بات کا تمہارے پاس مدلل ثبوت ہو سکتا ہے) تو پھر کیا یہ محض منہ سے باتیں بناتے ہو (جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور یہ خداوندانِ باطل تم نے یونہی بغیر سوچے سمجھے نامزد کر لئے ہیں)

= اَشَقُّ ۔ مَشَقٌّ سے جس کا معنی مشقت اور سختی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی بہت ہی سخت۔

= وَاقٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں وَاقِیٌ تھا۔ بچانیوالا۔ حفاظت کرنے والا۔ وَقْیٌ ۔ وِقَایَۃٌ

وَاقِيَةٌ مصادر ہیں بمعنی کسی چیز کو مضر اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا۔ چنانچہ قرآن میں ہے فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ۔(۷۶ : ۱۱) تو خدا نے اُن کو بچالیا اس دن کی برائی سے ۔ اور قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ۔ (۶۶ : ۶۶) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اسی سے تقویٰ ہے۔ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے گزند پہنچنے کا احتمال و اندیشہ ہو۔ کبھی تقویٰ اور خوف کو ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے ۔

۱۳ : ۳۵ = مَثَلُ ۔ یہاں بمعنی صفت و کیفیت آیا ہے ۔ یعنی جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے ۔۔۔۔۔۔۔

= اُكُلُهَا ۔ پھل ۔ میوہ ۔ مضاف ۔ هَا مضاف الیہ ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ اس جنت کا پھل یا میوہ ۔

اَلْاَكْلُ کے معنی کھانا تناول کرنے کے ہیں اور جو چیز کھائی جائے اسے اُكُلٌ وَ اُكْلٌ کہا جاتا ہے۔

اُكُلُهَا دَآئِمٌ ۔ اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے۔

= وَظِلُّهَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اس کا سایہ ۔ ای وَظِلُّهَا دَآئِمٌ ۔

= عُقْبٰى ۔ بمعنی انجام ۔

۱۳ : ۳۶ = اَلْاَحْزَابُ ۔ حِزْبٌ کی جمع ۔ گروہ ۔ ٹولیاں ۔ جماعتیں ۔

الاحزاب ۔ یعنی الجماعات الذین تحزبوا علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الکفار والیھود والنصاریٰ ۔ کفار ۔ اہل یہود ۔ اور اہل نصاریٰ میں سے وہ گروہ جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے خلاف گروہ بندی کی ہوئی تھی ۔ اور آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے ۔

وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۔ یعنی کفار اہل یہود و اہل نصاریٰ میں سے مخالف جماعتوں کے بعض لوگ جو قرآن کے کچھ حصوں کے انکاری ہیں (جو حصے کہ ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہیں)

= اَدْعُوْا ۔ مضارع واحد متکلم دَعْوَةٌ سے ۔ میں پکارتا ہوں ۔ میں پکاروں گا ۔ میں دعوت دیتا ہوں میں دعوت دوں گا۔

= مَاٰبِ ۔ میرا لوٹنا ۔ میری واپسی ۔ مَاٰب ظرف مکان ۔ لوٹنے کی جگہ ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۳ : ۲۹

۱۳ : ۳۷ = اَنْزَلْنٰهُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے ۔

= حُكْمًا ۔ حکم کے طور پر ۔ جس میں حلال و حرام ۔ نیکی و بدی ۔ ہدایت و گمراہی وغیرہ ہر قسم کے احکام موجود ہیں ۔

= عَرَبِیًّا۔ واضح طور پر۔ عربی زبان میں۔
حُکْمًا اور عَرَبِیًّا دونوں بوجہ حال کے منصوب ہیں۔ اس کے معنی ’’ احکام کی کتاب عربی زبان میں‘‘ یا ’’واضح اور ظاہر احکام کی کتاب‘‘ دونوں ہو سکتے ہیں۔
= کَذٰلِکَ۔ یعنی جس طرح انبیائے سلف پر ان ہی کی زبان میں وحی الٰہی نازل کی گئی تھی اسی طرح قرآن حکیم بھی اہل مکہ کی اپنی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ یا جس طرح واضح احکام کی کتب الٰہیہ سابقہ انبیاء پر نازل ہوتی تھیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی واضح احکام کا مجموعہ نازل کیا گیا ہے۔
= اَھْوَاءَ ھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَھْوَاءٌ۔ ھَوٰی کی جمع۔ ان کی خواہشیں۔
۱۳: ۳۸ = یَاْتِیَ بِاٰیَةٍ۔ لائے کوئی آیت۔ لائے کوئی نشانی۔ پیش کرے کوئی معجزہ۔
= اَجَلٍ۔ مدت مقررہ۔ وقت مقررہ
= کِتٰبٌ۔ ای حکم معین یکتب علی العباد حسبما تقتضیہ الحکمۃ ایک معین حکم جو بہ تقاضائے حکمت بندوں کے لئے لکھا گیا ہو۔
لِکُلِّ اَجَلٍ کِتٰبٌ۔ تمام اوقات مقررہ پر جو کچھ ہونا ہے وہ پیشتر ہی تحریر شدہ ہے اور کوئی اس کو آگے پیچھے یا اس کے الٹ نہیں کر سکتا۔
۱۳: ۳۹ = یُثْبِتُ۔ ای یثبت مایشآء
= اُمُّ الْکِتٰبِ۔ لوح محفوظ۔ جو تمام کتب کی اصل جڑ ہے۔
۱۳: ۴۰ = اِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ اصل میں اِنْ شرطیہ ہے مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے۔ اِنْ شرطیہ۔ اگر ہم تجھ کو دکھلا دیں۔
= نَعِدُ ھُمْ۔ مضارع جمع متکلم وَعْدٌ مصدر (باب ضرب) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں۔ یا وعدہ کیا ہوا ہے۔
= نَتَوَفَّیَنَّکَ۔ نَتَوَفَّیَنَّ۔ مضارع با نون ثقیلہ برائے تاکید۔ جمع متکلم۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تیری زندگی پوری کردیں۔ ہم تیری روح قبض کرلیں۔
۔ مطلب یہ کہ جس عذاب کا وعدہ ہم نے ان کافروں سے کیا ہوا ہے ان میں سے کوئی عذاب ہم آپ کی زندگی میں ان پر نازل کر کے آپ کو دکھا دیں یا عذاب آنے سے قبل ہم آپ کو اٹھالیں (یہ ہماری مرضی ہے) کیونکہ آپ کے ذمہ تبلیغ ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔
۱۳: ۴۱ = نَاْتِیْ۔ اَتٰی یَاْتِیْ (باب ضرب) اِتْیَانٌ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم آتے ہیں ہم چلے آتے ہیں۔ اِتْیَانٌ کے معنی ’’آنا‘‘ کے ہیں خواہ کوئی بذاتہ آئے یا اس کا حکم پہنچے۔ یا اس کا نظم

دلستی اور حکم عملاً جاری ہو۔ جیسے فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (۱۶: ۲۶) سو اللہ نے ان کی ساری عمارت جڑ سے اکھاڑ دی۔ اَتَيْتُهُ بِكَذَا وَاَتَيْتُهُ كَذَا۔ کے معنی کوئی چیز لانا اور دینا کے ہیں
= نَنْقُصُهَا ۔ نَنْقُصُ۔ مضارع جمع متکلم۔ نَقْصٌ مصدر (باب نصر) هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ ہم اس کو کم کرتے ہیں۔

اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا۔ میں نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا حال ہے نَاْتِي کا۔ یعنی ہم زمین کو اس کی تمام طرفوں سے کم کرتے چلے آتے ہیں۔ (یہاں اِتْيَانٌ مصدر اس معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح (۱۶: ۲۶) متذکرہ بالا میں) مطلب یہ کہ اہل کفار کے علاقے آہستہ آہستہ اہل اسلام کے اثر و نفوذ میں چلے آرہے ہیں (علاقوں سے جغرافیائی۔ اعتقادی۔ تمدنی۔ سبھی حدود مراد لی جاسکتی ہیں)
= مُعَقِّبَ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَعْقِيبٌ (تفعیل) سے عقب مادہ۔ ردّ کر دینے والا۔ لوٹا دینے والا۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۔ اللہ کے فیصلہ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ اس پر بحث کر سکتا ہے۔ یہ عَقَّبَ الْحَاكِمُ عَلٰى حُكْمِ مَنْ قَبْلَهٗ۔ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی حاکم نے اپنے پیشرو کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ (الکشاف) نیز ملاحظہ ہو ۱۳: ۱۱۔ اور ۱۳: ۲۲)

۱۳: ۴۲ = مَكَرَ ۔ ماضی واحد مذکر۔ اس نے تدبیر چلی۔ اس نے چال چلی۔ اس نے حیلہ سے کام لیا۔ اَلْمَكْرُ۔ حیلہ۔ تدبیر۔ چال۔ اچھے کام کے لئے ہو تو محمود۔ برے کام کے لئے ہو تو مذموم
= عُقْبَى الدَّارِ۔ ملاحظہ ہو ۱۳: ۲۲۔ نیک انجام۔

۱۳: ۴۳ = مُرْسَلًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر منصوب۔ ر س ل۔ مادہ۔ بھیجا ہوا۔ پیغامبر پیغمبر۔ رسول۔
= كَفٰى۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ (باب ضَرَبَ) صیغہ ماضی کا ہے لیکن مراد استمرار ہے كِفَايَةٌ مصدر۔ اور اسم مصدر بھی ہے اَلْكِفَايَةُ ہر وہ چیز جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔ اور مراد حاصل ہو جائے اور مزید حاجت نہ رہے۔

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (گواہ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے) میں بَ زائدہ ہے۔ بغیر باء کے انہی معنوں میں قرآن مجید میں ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (۳۳: ۲۵) اور خدا مؤمنوں کے لئے جنگ کی ضروریات کے سلسلے میں کافی ہوا۔

اور اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (۱۵: ۹۵) ہم تمہیں ان لوگوں کے شر سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزاء کرتے ہیں کافی ہیں۔

= وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ۔ واؤ حرف عطف۔ مَنْ اسم موصول عِنْدَہٗ عِلْمُ مِّنَ الْکِتٰبِ۔ صلہ۔ صلہ وموصول مل کر معطوف۔ اللہ معطوف علیہ۔ (اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ) الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک من عندہ علم من الکتٰب سے مراد علمائے اہل کتاب ہیں۔ اور الکتاب سے مراد توریت وانجیل ہے بعض کے مطابق مومنین ہیں جو قرآن حکیم کا علم رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں مَنْ عِنْدَہٗ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۴) سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْمَ (۷۲)

۱۴: ۱ = الٓرٰ۔ ملاحظہ ہو الٓمّٓ۔ ۲: ۱

= کِتٰبٌ۔ یعنی اَلْقُرْاٰنُ۔ کِتٰبٌ خبر ہے۔ اس کا مبتدا ھٰذَا محذوف ہے اَنْزَلْنٰہُ۔۔ اس کی صفت ہے۔ اَنْزَلْنٰہُ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کِتٰبٌ ہے کِتٰبٌ یہاں نکرہ ہے نکرہ کا استعمال بعض دفعہ رفع شان کے اظہار کے لئے بھی کیا جاتا ہے یعنی موصوف کی شان اس قدر مشہور و معروف ہے کہ اسے معرفہ لانے کی ضرورت نہیں۔

= اَلنَّاسَ میں ال استغراق کا ہے جو کلیت چاہتا ہے۔ یعنی جمیع نسلِ انسانی۔

= ظُلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ میں ظُلُمٰت کا صیغہ جمع اور نور کا صیغہ واحد اس بات کی دلیل ہیں کہ گمراہیاں اور اقسام کفر کثرت سے ہیں جب کہ ہدایت کی راہ صرف ایک ہی راہ مستقیم ہے۔

= اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ بدل ہے النُّوْرِ کا۔ کیونکہ مقصود النُّوْرِ سے وہی راستہ ہے عزیز وحمید کا جو سب پر غالب ہے۔

۱۴: ۲ = اللّٰہ ۔ اَلْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ کا عطف بیان ہے کیونکہ یہ اَلْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ کی وضاحت کرتا ہے یعنی وہ اَلْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

= وَیْلٌ ۔ اسم مرفوع ۔ ہلاکت ۔ عذاب ۔ خرابی ۔ بربادی ۔ دوزخ کی ایک وادی ۔ کلمۂ زجر و وعید کلمہ حسرت و ندامت ہے ۔

وَیْلٌ مِّنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۔ عذاب شدید سے خرابی ۔ عذاب شدید کے باعث خرابی (یہ عذاب دنیوی بھی ہو سکتا ہے اور عذاب اخروی بھی)

= یَسْتَحِبُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِحْبَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ محبوب رکھتے ہیں وہ پسند کرتے ہیں ۔ وہ ترجیح دیتے ہیں ۔

= یَصُدُّوْنَ ۔ صَدَّ یَصُدُّ صَدًّا ۔ لازم و متعدی دونوں میں مستعمل ہے ۔ وہ روکتے ہیں وہ باز رہتے ہیں ۔ اعراض کرتے ہیں ۔ آیۃ ہذا میں دونوں معنی مراد ہیں ۔

= یَبْغُوْنَھَا ۔ (وہ اسے چاہتے ہیں) میں ھَا ضمیر کا مرجع سَبِیْلِ اللّٰہِ ہے ۔

= عِوَجًا ۔ کج ۔ ٹیڑھا ۔ العوج (نصر) کے معنی کسی چیز کا سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانے کے ہیں ۔ جیسے عُجْتُ الْبَعِیْرَ بِزِمَامِہٖ میں نے اونٹ کو اس کی مہار کے ذریعہ ایک طرف موڑ دیا ۔

اَلْعَوَجُ ۔ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ سے بسہولت دیکھا جا سکے جیسے لکڑی وغیرہ میں کجی ۔ اور العِوَجُ (عین کے کسرے کے ساتھ) اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جا سکے ۔ جیسے کہ معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں کہ عقل و بصیرت سے ہی ان کا ادراک ہو سکتا ہے ۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (۳۹ : ۲۸) قرآن واضح جس میں کوئی کجی نہیں ہے یا جیسے کہ آیہ ہذا ۔

= ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ۔ موصوف وصفت ۔ بُعد حقیقۃً ضالّ (گمراہ) کے لئے ہے ۔ مبالغہ کے لئے گمراہ کے فعل گمراہی (ضلال) کی صفت میں اسے استعمال کیا گیا ہے ۔ یعنی وہ گمراہی میں بہت دور جا چکے ہیں

۱۴ : ۴ = بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ۔ اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ۔ یعنی جس کی زبان وہی ہو جو اس کی قوم کی زبان ہے ۔ لِسَانٌ کے لفظی معنی زبان کے ہیں اور مجازاً کلام اور لغت کے لئے بھی بولتے ہیں ۔ رَجُلٌ لَسِنٌ ۔ وہ شخص جو اپنی بات وضاحت سے بیان کر سکے ۔

۱۴ : ۵ = اَنْ اَخْرِجْ میں اَنْ اَیْ کے معنی میں ہے اس لئے کہ اَرْسَلْنَا میں قُلْنَا کے معنی بھی شامل ہیں ۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَقُلْنَا لَہٗ اَخْرِجْ ۔ ۔ ۔ ۔

= ذَکِّرْھُمْ ۔ امر واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ تو ان کو یاد دلا ۔ تو ان کو سمجھا ۔ تو ان کو نصیحت کر ۔

= اَیَّامِ اللّٰہِ۔ اللہ کے دن ۔ یعنی اللہ کی وہ نصیحتیں جو مختلف قوموں کو عطا ہوئیں مثلاً حکومت اقتدار وغیرہ۔ یا وہ مصیبتیں جو قوموں کو ان کے اعمال کی پاداش میں یا ان کی آزمائش کے لئے ان پر نازل ہوئیں۔ مثلاً وبا، قحط۔ محکومی غلامی وغیرہ۔ جو اپنی اہمیت کی وجہ سے جزو تاریخ بن چکی ہیں۔ تاریخ کے اہم واقعات۔ ایام کی اضافت اللہ کی جانب ان واقعات کی اہمیت پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔

= ذٰلِکَ کا اشارہ اَیَّامِ اللّٰہِ کی طرف ہے۔

= صَبَّارٍ۔ بڑا صبر کرنے والا۔ صَبْرٌ سے (فَعَّالٌ) کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= شَکُوْرٍ۔ بڑا شکرگذار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ بڑا قدردان۔

شُکْرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جب اس کا استعمال اللہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی قدردان کے آتے ہیں۔

۱۴ : ۶ = یَسُوْمُوْنَکُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو تکلیف دیتے تھے سَامَ یَسُوْمُ سَوْمًا۔

اَلسَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزار سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ کبھی صرف جانا کے معنی میں آتا ہے جیسے سَامَتِ الْاِبِلُ۔ اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے۔ یا سُمْتُ الْاِبِلَ فِی الْمَرْعٰی۔ میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹ بھیجے۔ اور انہی معنوں میں قرآن پاک میں آیا ہے مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ۔ (۱۶ : ۱۰) اور اس سے درخت بھی (شاداب) ہوتے ہیں جن میں تم اپنے چار پایوں کو چراتے ہو۔

اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے آیہ ہذا میں۔ یعنی تم کو تکلیف پہنچانے کی نت نئی راہوں کے طالب و کوشاں رہتے ہیں۔

اس مادہ سے سِیْمَةٌ وَّسُوْمَةٌ وَّسِیْمَا۔ بمعنی علامت و نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ۔ (۵۵ : ۴۰) مجرمین اپنی نشانیوں یا علامتوں سے پہچانے جائیں گے اور الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔ (۳ : ۱۲۵) اپنے پر یا اپنے گھوڑوں پر نشانِ امتیاز بنانے والے۔

= یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ وہ تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے۔

تفسیر مظہری میں ہے سُوْٓءَ الْعَذَابِ سے مراد قتلِ اولاد نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کو غلام بنانا اور سخت ترین کام لینا مراد ہے کیونکہ وَ یُذَبِّحُوْنَ کا عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

= یَسْتَحْیُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِحْیَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ جیتا رہنے دیتے تھے
= بَلَاۤءٌ عَظِیْمٌ ۔ بڑی بھاری آزمائش۔ بہت بڑی آزمائش۔
۱۴: ۷ = تَاَذَّنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعّل) (تَاَذُّنٌ) اس نے سنا دیا۔ اس نے خبر کردی۔ اس نے اعلان کر دیا۔ اس نے بتادیا۔ (ملاحظہ ہو ۷ : ۱۶۷)
۱۴: ۸ = تَکْفُرُوْا ۔ تم ناشکری کرو۔ مضارع مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَکْفُرُوْنَ تھا اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا۔
۱۴: ۹ = نَبَؤُا ۔ نَبَأٌ ۔ خبر۔ اطلاع۔
= قَوْمِ نُوْحٍ ۔ یہ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کا بدل یا عطف بیان ہے۔ ان لوگوں ان قوموں کی خبر جو تم سے قبل گذر چکی ہیں۔ یعنی قوم نوح .... اسی طرح عَادٍ کا عطف قَوْمِ نُوْحٍ پر ہے اور ثمود اور وَالذین من بعدھم کا عطف بھی قوم نوح پر ہے اور لایعلمھم الا اللہ جملہ معترضہ ہے (کیا تم کو اپنے سے پہلے قوموں کی خبر نہیں ملی یعنی نوحؑ کی قوم۔ عاد اور ثمود کی قوم اور وہ قومیں جو ان کے بعد آئیں جن کے صحیح حالات اور تعداد کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)
= فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ ۔ رَدَّ یَرُدُّ ۔ (باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے انہوں نے لوٹا دیا۔ انہوں نے الٹا دیا۔ انہوں نے پھیر دیا۔ جیسے رُدُّوْهَا عَلَیَّ ۔ (۳۸ : ۳۳) ان گھوڑوں کو میرے پاس لوٹا لاؤ۔

اس جملہ کے مندرجہ ذیل مختلف معانی مفسرین نے لکھے ہیں ۔

(۱) غصہ سے اپنی پشتِ دست کاٹنے لگے۔ یہ عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ (۳: ۱۱۹) وہ تم پر (شدتِ) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ سے ملتا جلتا محاورہ ہے۔
(۲) وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھنے لگے۔ خاموش رہنے کے لئے یا تعجب کے اظہار کے لئے یا استہزاء کے طور پر۔
(۳) اگر اَفْوَاهِهِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَنْبِیَاء کو قرار دیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ انبیاء کے منہ پر رکھ دیئے ان کو خاموش کرنے کے لئے گستاخانہ انداز میں
(۴) وہ ان کی (انبیاء کی) تکذیب کرتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ رَدَدْتُ قَوْلَ فُلَانٍ فِیْ فِیْهِ ۔ ای کَذَّبْتُهٗ ۔ میں نے فلاں کی بات قبول نہ کی۔ فلاں کی بات کو جھٹلا دیا۔
= کَفَرْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم منکر ہوئے۔
= مُرِیْبٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِرَابَةٌ (باب افعال) متردّد بنا دینے والا۔ بے چین کر دینے والا تردّد میں ڈالنے والا۔ یہ شَکٍّ کے بعد مُرِیْبٍ کا اضافہ تاکید مزید کے لئے ہے۔ یعنی شک ایسا نہیں جو

نکل جائے بلکہ شبہات اور زیادہ بڑھتے جاتے ہیں۔
۱۴: ۱۰ = اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ۔ ای ءانتم فی شک موسیب من اللّٰہ تعالیٰ۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو۔ (منکرین نے کہا تھا کہ (انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شک مما تدعوننا الیہ مریب۔ جو حکم تم کو دیکر بھیجا گیا ہے ہم اس سے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو اس کی صداقت کے متعلق ہم سخت تذبذب و شک میں ہیں۔
اس کے جواب میں ان کے نبیوں نے کہا کہ :۔
کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو! کیونکہ یہ پیغام ہمارا نہیں اس ذات تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس میں شک کرنا اس ذات کے متعلق شک کرنے کے مترادف ہے۔ یہ پیغام برحق ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہیں بلا رہا ہے کہ اس کے مطابق تم عمل کرو تو وہ تمہارے گناہ بخش دے۔
= فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ والارض۔ فاطر۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ فَطْرٌ مصدر (باب نصر وضرب) عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانیوالا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ یا تو بدل ہے اللہ کا۔ یا اس کی صفت ہے۔ یعنی وہ اللہ جو فاطر السموٰت والارض ہے۔
= یُؤَخِّرَکُمْ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ تاخیرٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو مہلت دے۔
= اِنْ اَنْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔ استثناء سے قبل جو اِنْ اور مَا آتے وہ نافیہ ہوتا ہے۔
= سُلْطَانٍ مُّبِیْنٍ۔ موصوف صفت۔ روشن دلیل۔ بیّن ثبوت۔ واضح برہان۔ معجزہ۔
۱۴: ۱۱ = یَمُنُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَنٌّ۔ مصدر۔ (باب نصر) وہ احسان کرتا ہے
۱۴: ۱۲ = سُبُلَنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ ہمارے راستے۔ ہماری راہیں۔ سَبِیْلٌ کی جمع۔
= ھَدٰنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھِدَایَۃٌ سے۔ ھَدٰنَا سُبُلَنَا۔ اس نے ہم کو حق کے راستے بتا دیئے۔
= لَنَصْبِرَنَّ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم ضرور ہی صبر کریں گے۔
= اٰذَیْتُمُوْنَا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تم نے ہم کو ایذا دی۔
۱۴: ۱۳ = لَتَعُوْدُنَّ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ تم کو ضرور بالضرور لوٹ آنا ہوگا (ہمارے مذہب میں) عَوْدٌ (باب نصر) سے جس کے معنی کسی شے سے پلٹنے کے بعد (خواہ

پلٹنا بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم و ارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کے ہیں۔
= اَوْحٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ دیا۔ اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔
= لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ۔ لَنُھْلِکَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم ضرور تباہ کردیں گے ہلاک کردیں گے۔
۱۴:۱۴ = لَنُسْکِنَنَّکُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِسْکَانٌ مصدر باب افعال۔ ہم تم کو یقیناً آباد کردیں گے۔ یا۔ آباد رکھیں گے۔
= وَعِیْدِ۔ اصل میں وَعِیْدِیْ تھا۔ میرا وعدۂ عذاب۔ میری طرف سے ڈراوا۔
۱۴:۱۵ = اِسْتَفْتَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے فیصلہ مانگا۔ انہوں نے فتح چاہی۔ اِسْتِفْتَاحٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے معنی غلبہ یا فیصلہ طلب کرنے کے ہیں۔ فتح کے معنی غلبہ کی مثال نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ (۶۱:۱۳) (تمہیں) خدا کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح عنقریب (ہوگی) اور فیصلہ کی مثال قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِیْمَانُھُمْ (۳۲:۲۹) کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ فیصلہ کے روز (یعنی روز قیامت) کافروں کو ان کا ایمان لانا ذرا بھی نفع نہ دے گا۔ یا۔ ربنا افتح بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۷:۸۹) اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔
استفتحوا کا فاعل کون ہے۔ ضمیر کا مرجع انبیاء بھی ہوسکتے ہیں اور کفار بھی۔
پہلی صورت میں انبیاء نے کفار سے مایوس ہوکر فتح کی دعا کی۔ اور اللہ نے کفار کو نامراد کردیا۔
دوسری صورت میں کفار نے دعا مانگی کہ اگر یہ انبیاء سچے ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر۔ چنانچہ عذاب آیا جس نے ہر سرکش کو نامراد کردیا۔
= خَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَیْبَۃٌ سے (باب ضرب) وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اس کا مطلب فوت ہوا۔ اَلْخَیْبَۃُ کے معنی ناکام ہونے اور مقصد فوت ہوجانے کے ہیں۔
اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (۲۰:۶۱) اور جس نے افترا کیا نامراد ہوگیا۔ یا فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ (۳:۱۲۷) کہ وہ ناکام ہوکر واپس جائیں۔
= جَبَّارٍ۔ زبردست دباؤ والا۔ زور کرنے والا۔ سرکش۔ مجبور کرنے والا۔ خود اختیار۔ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اَلْجَبْرُ کے اصل معنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کی اصلاح کرنے کے ہیں۔ اس صورت میں یہ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے وصف مدح ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان

ناجائز تعلق سے اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرے یا کسی غیر حق بات کو زبردستی منوائے یا کروائے تو ایک مذموم صفت ہے اور اسی معنی میں آیہ ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ یعنی زبردستی کرنیوالا سرکش۔

= عَنِیْدٍ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ ضدی۔ جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرنے والا۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع عُنُدٌ ہے (عَنَدَ (باب نصر وضرب) وَعَنِدَ (باب سَمِعَ) وعَنُدَ (باب کَرُمَ) حق کی مخالفت کرنا۔

۱۴: ۱۶ = مِنْ وَّرَائِهٖ جَهَنَّمُ۔ وَرَاءَ لغات اضداد میں سے ہے اس کے معنی جس طرح "پیچھے" کے ہیں "آگے" کے بھی آتے ہیں۔ یہاں بمعنی مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ (اس کے آگے ہے) یعنی ان کی اس دنیاوی نامرادی و ناکامی کے آگے آخرت میں جہنم ہوگا۔

= صَدِيْدٍ۔ پیپ۔ کچ لہو۔ جو اہل دوزخ کے جسموں میں سے بہیگی۔ یہ مَاءٍ کا عطف بیان ہے۔

۱۴: ۱۷ = يَتَجَرَّعُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَاءٌ صَدِيْدٍ ہے۔ تَجَرُّعٌ مصدر (باب تَفَعُّلٌ) وہ اس پانی کو گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا۔ باب تفعّل کی خصوصیات میں تکلف ہے۔ یعنی پیاس کی شدت کے باعث وہ پینے پر مجبور بھی ہوگا لیکن اس بدبودار کھولتی ہوئی پیپ کو پیئے تو کیونکر۔ حلق سے اترے تو کیسے۔ ایک آدھ گھونٹ اور وہ بھی بڑی مشکل سے۔ جَرْعٌ مصدر (باب نصر و سمع) جُرْعَةٌ گھونٹ۔

= لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ۔ يَكَادُ۔ مضارع واحد مذکر غائب كَوْدٌ مصدر۔ قریب ہے۔ لَا يَكَادُ قریب نہ تھا كَادَ يَكَادُ اگرچہ افعال تامہ ہیں۔ لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

يُسِيْغُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسَاغَةٌ مصدر باب افعال ہٗ ضمیر مفعول اس کا مرجع مَاءٍ صَدِيْدٍ ہے۔ سَاغَ يَسِيْغُ (ضرب) سَيْغٌ سَوْغٌ مادہ۔ کے معنی ہیں شراب کا آسانی کے ساتھ حلق میں اتر جانا۔ باب افعال سے اَسَاغَ يُسِيْغُ کے معنی حلق سے نیچے اتارنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے سَائِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۱۶: ۶۶) پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔

لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ۔ وہ اس کو آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے نہیں اتار سکیگا۔

= مِنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ ای من جمیع الجهات۔ تمام اطراف سے، ہر سمت سے۔

= مَيِّتٍ۔ اسم صفت مجرور۔ مرنے والا۔ مردہ۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور (بایں ہمہ) وہ مریگا نہیں۔

= غَلِيْظٌ۔ غِلْظَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سخت۔ شدید۔ اس کی جمع غِلَاظٌ ہے

۱۸:۱۴ = کَرَمَادٍ ۔ کَ تشبیہ کے لئے رَمَادٍ ۔ راکھ ۔ خاکستر ۔ اسم ہے اس کی جمع اَرْمِدَۃٌ ۔
= اِشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ ۔ اِشْتَدَّتْ ۔ ماضی ۔ واحد مؤنث غائب ۔ وہ سخت ہو گئی ۔
اِشْتِدَادٌ (اِفْتِعَالٌ) سے مصدر ۔ اِشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ ۔ جس کو ہوا تیزی سے اڑا لے گئی ۔
= عَاصِفٍ ۔ تیز وتند ہوا ۔ سخت جھونکا ۔ عَصْفٌ جس کے معنی تیز وتند ہوا چلنے اور آندھی آنے کے ہیں ۔ المفردات میں ہے رِیْحٌ عَاصِفٌ تند ہوا جو ہر چیز کو توڑ کر بھس کی طرح بنا دے ۔
عَصْف کے معنی بھُس ہیں جیسے کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۔ (۱۰۵: ۵) جیسے کھایا ہوا بھُس ہو ۔
یَوْمٍ عَاصِفٍ آندھی کا دن ۔ عَاصِفٌ بمعنی مَعْصُوْفٌ ہے عَاصِفٌ کی جمع عَوَاصِفٌ ہے
= لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ۔ ای لا یقدرون علی شیٔ مما کسبوا ۔ یعنی جو کچھ انہوں نے کمایا تھا اس میں سے انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا ۔
= ذٰلِكَ ۔ یعنی ضیاعِ اعمال ۔
= ضَلٰلٍ ۔ گمراہی ۔ بھٹکنا ۔ راہ سے دور جا پڑنا ۔ کھو جانا ۔ ضائع ہو جانا ۔ گم ہو جانا ۔ ہلاک ہو جانا سیدھی راہ سے ہٹ جانا ۔ مغلوب ہو جانا ۔ یہاں ضلال بعید سے مراد راہِ حق سے بُعد یا ثواب سے محرومی ہے ۔ یعنی ان کے اعمال نیک تو ضائع ہو گئے اور وہ ثواب سے محروم رہے اور اعمال سو کا عذاب بدستور رہا ۔ گویا نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوئے ۔
۲۱:۱۴ = بَرَزُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ باب نصر بُرُوْزٌ سے ۔
وہ کھلم کھلا سامنے ہوئے ۔ یا سامنے آنا ۔ یہاں ماضی بمعنی مضارع مستقبل مستعمل ہے ۔ وہ کھلم کھلا (اللہ کے) سامنے آئیں گے (روز قیامت) قرآن مجید میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں بَرَزُوْا کے لئے ملاحظہ ہو ۳ : ۱۵۴ ۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع جملہ مخلوق ہے ۔
= الضُّعَفٰٓؤُا ۔ اور الضعفآء میں محض رسم الخط کا فرق ہے ۔
الضُّعَفَاءُ سے مراد وہ ضعیف الرائے لوگ ہیں جو دوسروں کی رائے کا اتباع کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح اَلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ضعفاء کو اپنا مطیع اور متبع بنایا تھا ۔ اور جنہوں نے ضعفاء کو گمراہ کیا اور اپنے نبیوں کی نصیحت کو سن کر اس کا اتباع کرنے سے روکے رکھا ۔
= مُغْنُوْنَ عَنَّا ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اصل میں مُغْنِیُوْنَ تھا ۔ اَغْنٰی یُغْنِیْ سے اسم فاعل واحد مُغْنِیْ ۔ اَغْنٰی عَنْ ۔ دور کرنا ۔ ھٰذَا مَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا ۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیگا ۔
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ۔ کیا تم ہٹا سکنے والے ہو

(یعنی کیا تم ہٹا سکتے ہو) ہم سے اللہ کے عذاب میں سے کوئی حصہ یعنی اس میں سے ہمارے حق میں کمی کرا سکتے ہو۔

= تَبَعًا۔ تابع۔ پیروی کرنے والے۔ تَابِعٌ کی جمع ہے۔ جیسے صَاحِبٌ کی جمع صَحَبٌ ہے اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا۔ ہم تمہارے تابع تھے۔ تمہارے پیروکار تھے۔

= اَجَزِعْنَا۔ اَ۔ ہمزہ استخبار ہے (کسی چیز کے متعلق کوئی خبر دریافت کرنا) اور دو چیزوں کے درمیان برابری ثابت کرنے کے لئے آیا ہے۔ بمعنی خواہ۔ جیسے سَوَاءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (۲:۶) یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔

جَزِعَ یَجْزَعُ (سَمِعَ) بے صبری کرنا۔ جَزِعْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم بے صبری کریں۔ بیقراری کریں۔ مضطرب ہوں۔ اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا۔ (برابر ہے ہمارے لئے) خواہ ہم بیقراری کریں یا صبر سے کام لیں۔

= مَحِیْصٍ۔ ظرفِ مکان۔ مجرور۔ پناہ گاہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ حَیْصٌ سے۔ اسی سے ہے حَاصَ عَنِ الْحَقِّ۔ یعنی وہ حق سے اعراض کر کے سختی اور مصیبت کی طرف لوٹ گیا۔

مَحِیْصٌ۔ مَغِیْبٌ کے وزن پر مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے۔

۱۴:۲۲ = لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ۔ جب معاملہ طے ہو چکے گا۔ یعنی جب (سب کی قسمت کا فیصلہ ہو چکیگا

= فَاَخْلَفْتُکُمْ۔ ماضی واحد متکلم۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اِخْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔

= لَا تَلُوْمُوْنِیْ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ اصل میں تَلُوْمُوْنَنِیْ تھا۔ نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم مجھے ملامت نہ کرو۔ تم مجھے الزام مت دو۔ لَوْمٌ سے باب نصر

= لُوْمُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم ملامت کرو۔

= مُصْرِخِکُمْ۔ اسم فاعل مضاف۔ کُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ صَرَخَ یَصْرُخُ باب نصر۔ چیخنا۔ فریاد کرنا۔ (فعل لازم)

صَرَخَ الْقَوْمُ۔ (فعل متعدی) بمعنی فریادرسی کرنا۔ مدد کرنا۔ مُصْرِخٌ فریادرسی کرنے والا۔ مددگار مَا اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ۔ میں تمہارا فریادرس نہیں ہو سکتا۔ یعنی میں تمہاری فریادرسی نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

= کَفَرْتُ۔ میں انکار کرتا ہوں۔

= اَشْرَکْتُمُوْنِ۔ تم نے مجھے شریک بنایا۔ اس میں نون وقایہ ہے ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے

اَشۡرَکۡتُمُوۡ۔ تم نے شریک بنایا۔ تم نے شرک کیا۔

= مِنۡ قَبۡلُ ۔ ای فی الدنیا۔ اس سے قبل یعنی دنیا میں۔

= اَلِیۡمٌ۔ دردناک۔ دکھ دینے والا۔ فَعِیۡلٌ بمعنی فَاعِلٌ۔

۱۴:۲۳ = تَحِیَّتُھُمۡ۔ ان کی دعائے ملاقات۔ ان کی دعائے خیر۔ تَحِیَّۃٌ مضاف ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ تَحِیَّۃٌ اصل میں اسم مصدر ہے۔ یہ لفظ بقائے دوام درازی عمر اور ثانوی اعتبار سے خیروبرکت اور استحکام کی دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے تَحِیَّتُھُمۡ فِیۡھَا سَلٰمٌ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ فرشتے ان کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔

۱۴:۲۴ = ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔ کلمہ طیبہ سے مراد ایمان و توحید ہے اس فقرہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔ یہ قولہ تعالیٰ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کی تفسیر ہے

(۲) مَثَلًا و کَلِمَۃً طَیِّبَۃً بوجہ ضرب کے مفعول ہونے کے منصوب ہیں اور کلام یوں ہے ضَرَبَ اللّٰہُ کَلِمَۃً طَیِّبَۃً مَثَلًا۔ بمعنی جَعَلَھَا مَثَلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کو مثال کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ کَلِمَۃً طَیِّبَۃً بوجہ موصوف وصفت ہونے کے ہم اعراب ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کے لئے مثال بیان فرماتا ہے ای ضَرَبَ اللّٰہُ لکلمۃٍ طیبۃٍ مثلاً

(۴) کلمۃً طیبۃً کا نصب بوجہ مَثَلًا کے بدل ہونے کے ہے

(۵) کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ کا جر بوجہ ک حرف تشبیہ کے ہے۔ اور شجرۃ طیبۃ یہ کلمہ کی دوسری صفت ہے

(۶) کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی کلام یوں ہے ھِیَ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔

= اَصۡلُھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جڑ۔ جمع اُصُوۡلٌ۔

= ثَابِتٌ۔ استوار۔ محکم۔ مضبوط۔ ثَبَاتٌ اور ثُبُوۡتٌ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔

= فَرۡعُھَا۔ مضاف/مضاف الیہ۔ اس کی شاخ۔ جمع فُرُوۡعٌ

۱۴:۲۵ = تُؤۡتِیۡ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل شَجَرَۃٌ کی طرف راجع ہے وہ دیتی ہے۔ وہ لاتی ہے۔ یعنی وہ درخت دیتا ہے یا لاتا ہے۔

= اُکُلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُکُلٌ۔ میوہ۔ پھل۔ خوراک۔ اَکَلَ یَاۡکُلُ سے اُکُلٌ وَاُکۡلٌ جو چیز کھائی جائے۔ اُسے اُکُلٌ کہتے ہیں۔ اُکُلَھَا۔ اس درخت کا پھل۔

= یَتَذَکَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خوب سمجھ لیں۔ وہ نصیحت پکڑیں۔ تَذَکُّرٌ تفعّلٌ مصدر۔

۱۴: ۲۶ = کَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ۔ اس سے مراد کفروشرک ہے۔

= اِجْتُثَّتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ اِجْتِثَاثٌ (اِفْتِعَالٌ) وہ جڑسے اکھاڑلی گئی۔ اس کو جڑسے اکھاڑ لیا گیا۔

۱۴: ۲۷ = یُثَبِّتُ اللّٰهُ ...... بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔ ثبات بخشتا ہے اللہ تعالیٰ اس قولِ ثابت (کلمہ طیبہ) کی برکت سے۔

۱۴: ۲۸ = بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ کُفْرًا۔ ای بدلوا شکر نعمت اللہ کفرًا۔ انہوں نے اللہ کی نعمت کا حقِ شکر کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا۔

= اَحَلُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِحْلَالٌ سے۔ انہوں نے لا اتارا۔ اصل میں حَلٌّ کے معنی گرہ کشائی کے ہیں۔ اور حَلَّتْ کے معنی کسی جگہ پر اترنے کے ہیں۔ اور فروکش ہونا کے بھی آتے ہیں۔ اصل میں یہ ہے حَلَّ الْاَحْمَالِ عِنْدَ النُّزُوْلِ سے۔ جس کے معنی کسی جگہ اترنے کے لئے سامان کی رسیوں کی گرہیں کھول دینا کے ہیں۔ پھر محض اترنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا حَلَّ (باب نصر) حُلُوْلٌ کے معنی کسی جگہ اترنا کے ہیں۔ اسی سے ہے مَحِلَّةٌ اترنے کی جگہ۔ حَلَّ (باب ضرب) سے کسی چیز کا حلال ہونا (حرام کی ضد) کے ہیں۔

= دَارَ الْبَوَارِ تباہی وبربادی کا گھر۔ البوار۔ بَارَ یبور بورًا وبوارًا۔ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے بہت مندا پڑنے کے ہیں۔ اور چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کَسَدَ حَتّٰی فَسَدَ اس لئے بَوَار۔ بمعنی ہلاکت استعمال ہونے لگا۔ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں (یعنی دوزخ میں اپنی ناشکری کی وجہ سے) لا اُتارا

۱۴: ۲۹ جَهَنَّمَ۔ دَارَ الْبَوَارِ کا عطف بیان ہے دَارَ الْبَوَارِ کی وضاحت کے لئے آیا ہے

- -

= یَصْلَوْنَهَا مضارع جمع مذکر غائب صَلْیٌ سے (باب سمع) وہ اس میں داخل ہوں گے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے۔

۱۴: ۳۰ = اَنْدَادًا۔ مقابل۔ برابر۔ نِدٌّ کی جمع۔ نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

= یُضِلُّوْا۔ ای یضلوا الناس۔ لوگوں کو گمراہ کریں۔ بھٹکائیں۔
= سَبِیْلِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔
= تَمَتَّعُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر (باب تفعّل) تَمَتُّعٌ سے تم فائدہ اٹھالو۔ تم برت لو۔ قرآن مجید میں دنیاوی سازوسامان کے متعلق جہاں کہیں بھی تَمَتَّعُوْا آیا ہے تو اس سے تہدید (ڈرانا دھمکانا) مراد ہے۔
= مَصِیْرَکُمْ۔ مَصِیْر۔ اسم ظرف مکان۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ تمہارے لوٹنے کی جگہ۔ صَارَ یَصِیْرُ۔ (ضرب) سے مراد ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اسی لئے مَصِیْرٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل وحرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔
۱۴: ۳۱ = یُقِیْمُوْا۔ مضارع منصوب اِقَامَۃٌ سے صیغہ جمع مذکر غائب وہ ٹھیک ٹھیک ادا کریں پابندی سے ادا کریں۔
= خِلَالٌ۔ دوستی۔ باب مفاعلۃ سے مُخَالَّۃٌ مصدر نیز خُلَّۃٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے معنی دوستی کے ہیں۔ خَلِیْلٌ دوست۔ گہرا دوست
۱۴: ۳۳ = دَائِبَیْنِ۔ پھرنے والے۔ ایک دستور پر چلنے والے۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر۔ اَلدَّأْبُ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں۔ جیسے دَأَبَ فِی السَّیْرِ دَأْبًا۔ وہ مسلسل چلا۔ نیز دَأْبٌ کا لفظ عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۳: ۱۱) ان کا حال بھی فرعونیوں کا سا ہے یعنی ان کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں۔
سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَیْنِ۔ اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ وہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔
۱۴: ۳۴ = اٰتٰکُمْ۔ اس نے تم کو دیا۔ اٰتٰی یُؤْتِیْ اِیْتَاءٌ (باب افعال) سے صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
= تَعُدُّوْا۔ عَدَّ یَعُدُّ (باب نصر) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اِنْ شرطیہ کے آنے سے گر گیا۔ اگر تم گننے لگو۔ اگر تم شمار کرنے لگو۔ عدد مادہ
= لَا تُحْصُوْھَا۔ مضارع منفی مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ لَا حذف ہو گیا ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ تم اس کو شمار نہ کر سکو گے۔ یعنی تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکو گے۔ اَحْصٰی یُحْصِیْ اِحْصَاءٌ۔ (افعال) سے مصدر۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اصل میں یہ لفظ حَصًی سے مشتق ہے

جس کا معنی کنکریاں ہے۔ اور اس سے گننا کا معنی اس لئے لیا گیا ہے کہ عرب لوگ گنتی میں کنکریاں استعمال کرتے تھے۔ جس طرح ہم انگلیوں پر گنتے ہیں۔

= ظَلُوْمٌ۔ نہایت ظلم کرنے والا۔ بڑا بے انصاف۔ نہایت ستمگار۔ ظُلْمٌ سے بروزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= کَفَّارٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ زبردست کافر۔ بہت بڑا ناشکرا۔

۱۴ : ۳۵ = ھٰذَا الْبَلَدَ۔ البلد الحرام۔ مکہ معظمہ۔

= اٰمِنًا۔ امن والا۔ پر امن۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَمِنَ یَاْمَنُ۔ (باب سمع) سے۔

= اُجْنُبْنِیْ۔ تو مجھ کو دور رکھ۔ تو مجھ کو بچا۔ جَنْبٌ سے باب نصر جس کے معنی دور رکھنے اور بچانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= بَنِیَّ۔ میرے بیٹوں کو۔ اصل میں بَنِیْنِیَ تھا۔ نون جمع ی متکلم کی طرف اضافت سے گر گیا۔ اور جمع کی ی اور متکلم کی ی مدغم ہوئیں۔

= اَنْ بمعنی کہ۔

۱۴ : ۳۶ = اِنَّھُنَّ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب بے شک ان (بتوں) نے۔

= رَبِّ۔ یَا رَبِّ۔ اے میرے پروردگار۔

= اَضْلَلْنَ۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے۔ ان مورتیوں نے گمراہ کیا۔ بہکایا۔ یہاں مراد بتوں سے ہے یعنی ان بتوں نے گمراہ کیا۔

= مَنْ عَصَانِیْ۔ جس نے میری نافرمانی کی۔ عَصٰی سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم کی۔

۱۴ : ۳۷ = اَسْکَنْتُ۔ اِسْکَانٌ (افعال) سے ماضی واحد متکلم۔ میں نے بسایا۔ سکن مادہ۔

= ذُرِّیَّتِیْ۔ میری اولاد۔ ذُرِّیَّۃٌ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ۔

= غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ۔ جس میں کوئی زراعت نہیں۔ جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں۔

= لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ اس لئے کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔

= اَفْئِدَۃً۔ فُؤَادٌ کی جمع بمعنی دل۔ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ۔ ای افئدۃ من افئدۃ

النَّاسِ۔ لوگوں کے دلوں میں سے کچھ دل یعنی کچھ لوگ۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔
= تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ۔ میں ضمیر ھِمْ جمع مذکر غائب ذُرِّیَّتِیْ کی طرف راجع ہے۔
ھَوٰی یَھْوِیْ (باب ضَرَبَ) ھَوِیٌّ سے تَھْوِیْ مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ بمعنی وہ گرتی ہے۔ وہ گریگی۔ وہ پھینک دیتی ہے وہ پھینک دے گی۔
ھَوِیٌّ کے معنی سرعت سے اوپر سے نیچے گرنے اور جلدی گذر جانے کے ہیں۔ اسی معنی میں ہے تَھْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ (۲۲: ۳۱) ہوا نے اس کو بڑی دور دراز جگہ پھینک دیا (باب سَمِعَ) سے ھَوٰی یَھْوٰی ھَوًی۔ بمعنی چاہنا۔ خواہش کرنا۔
جیسے اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ (۲۳:۵۳) یہ لوگ نرے اٹکل پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں۔
فراء نے تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ کے معنی تُرِیْدُ ھُمْ بتایا ہے۔ وہ ان کا ارادہ کریں۔ وہ ان کو چاہیں۔ جیسا کہ بولتے ہیں رَاَیْتُ فُلَانًا یَھْوِیْ نَحْوَكَ میں نے فلاں کو تیرا ارادہ کرتے دیکھا
فراء نے تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ کے معنی تَسْرَعُ اِلَیْھِمْ کے بھی بتائے ہیں۔ یعنی ان کی طرف تیزی سے آئیں۔ ابن الانباری اس کے معنی تنحط الیھم و تنحدر و تنزل (وہ ان کی طرف فروکش ہوں۔ اتریں۔ نزول کریں) بیان کرتے ہیں۔ یہ ارباب لغت کا بیان ہے
اور مفسرین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشتاق ہونے کے معنی کہتے ہیں۔ سدی مائل ہونے کے اور قتادہ تیزی سے رواں ہونا بتاتے ہیں۔
تَھْوِیْ کی ضمیر فاعل اَفْئِدَةً کی طرف راجع ہے۔ پس فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ کا ترجمہ ہوا۔ پس کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے
۱۴: ۳۸ = نُخْفِیْ۔ مضارع جمع متکلم (باب افعال) اِخْفَاءٌ مصدر۔ (جو) ہم چھپاتے ہیں۔ چھپا کر کرتے ہیں۔ چھپا کر رکھتے ہیں۔
= نُعْلِنُ۔ مضارع جمع متکلم۔ (باب افعال) اِعْلَانٌ مصدر ہم ظاہر کرتے ہیں۔
= وَھَبَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ وَھْبٌ۔ ھِبَةٌ مصدر۔ (باب فتح) اس نے بخشا۔ وَھَّابٌ بہت عطا کرنے والا۔
= عَلَی الْکِبَرِ۔ بڑھاپے میں۔ باوجود بڑھاپے کے۔
= مِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ ای بعض ذُرِّیَّتِیْ۔ (میری اولاد میں سے بھی بعض کو) بعض اس واسطے کہا کہ ان کو منجانب اللہ علم تھا کہ آئندہ اولاد میں سے کافر بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ

نے فرمایا کہ میں تم کو (حضرت ابراہیم کو) لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ تو حضرت ابراہیم نے کہا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (کیا میری نسل سے بھی یہ حکم ہوا۔ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۱۲۴) کہا میرا وعدہ نافرمانوں کو نہیں پہنچتا۔

= تَقَبَّلْ ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَقَبُّلٌ (تفعّل) سے (تو قبول کر)

= دُعَآءِ ۔ ای دُعَائِیْ ۔ میری دعا۔ (یعنی یہ دعا کہ مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند کر دے) یا دعا سے مراد عبادت بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اے رب میں اور میری اولاد میں سے بعض جو عبادت کریں اسے شرف قبولیت عطا فرما۔

۱۴: ۴۲ = لَا تَحْسَبَنَّ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر با نون ثقیلہ حِسْبَانٌ سے۔ تو خیال نہ کر تو گمان نہ کر

= يُؤَخِّرُهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو مہلت دیتا ہے وہ ان کو مہلت دے رہا ہے۔ ڈھیل دے رہا ہے۔ هُمْ ضمیر کا مرجع الظّٰلِمُوْنَ ہے۔

= تَشْخَصُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیگی۔ ضمیر فاعل البصار کے لئے ہے وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیں گی۔ وہ دہشت کے سبب کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

اور جگہ آیا ہے شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۲۱: ۹۷) کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ شُخُوْصٌ مصدر۔ بمعنی آنکھوں کا کھلا رہنا۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔

۱۴: ۴۳ = مُهْطِعِيْنَ ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مُهْطِعٌ واحد۔ اِهْطَاعٌ (افعال) مصدر۔ سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ مُهْطِعٌ عاجزی اور ذلت سے نظر نہ اٹھانیوالا۔ بلانے والے کی طرف خاموش چلا جانیوالا۔ گردن دراز کر کے نظر جمائے تیزی سے چلنے والا۔

= مُقْنِعِي ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مضاف۔ اصل میں مُقْنِعِيْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ نون گر گیا۔ اِقْنَاعٌ (افعال) سے مصدر قَنِعٌ مادہ۔

اٹھانے والے۔ اٹھائے ہوئے۔ اَقْنَعَ رَأْسَهٗ ۔ اس نے اپنے سر کو اونچا کیا۔ مُقْنِعِي رُءُوْسِهِمْ ۔ اپنے سروں کو اوپر اٹھانیوالے۔

= لَا يَرْتَدُّ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ نہیں لوٹے گی۔ ضمیر فاعل کا مرجع طَرْفُهُمْ ہے۔ ان کی نگاہ۔ ان کی آنکھ۔ یعنی ان کی آنکھ جھپک تک نہ سکیگی۔

= هَوَاءٌ ۔ اسم۔ خالی۔ خوف کے سبب سمجھ سے خالی۔ اصل میں هَوَاءٌ اس فضاء اور خلاء کو کہتے ہیں۔ جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے لیکن محاورہ میں قلب کی صفت

واقع ہوتی ہے۔ اور جو ڈرپوک ہو جرأت مندنہ ہو۔ اس کو قَلْبٌ ھَوَاءٌ کہتے ہیں اَفْئِدَتُھُمْ ھَوَاءٌ۔ ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

اس آیۃ میں یوم حشر کی ہولناکی اور دہشت انگیزی کا منظر بیان ہوا ہے یعنی لوگ گردن آگے کو بڑھائے خوف وہراس سے ٹکٹکی لگائے دوڑے جا رہے ہوں گے۔ سر اوپر کو شدتِ اضطراب سے اٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور آنکھیں پتھرائی ہوں گی کہ پلکیں اوپر اٹھی ہوئی ہیں تو وہاں ہی جم کر رہ جائیں گی۔ اور نیچے واپس نہ آسکیں گی۔ اور دل ہوا ہوئے جا رہے ہوں گے۔ اور اس حالت میں لوگ موقفِ حساب کی طرف دوڑ رہے ہوں گے

۱۴: ۴۴ = اَنْذِرْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو ڈرا۔ اِنْذَارٌ (افعالٌ) سے مصدر۔

= یَوْمَ۔ مفعول ثانی۔ اَلنَّاسَ۔ مفعول اوّل اَنْذِرْ کا۔ تو ڈرا لوگوں کو اس دن سے۔

= اَخِّرْنَا۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہم کو مہلت دے۔ تَاخِیْرٌ (تفعیل) سے۔

= اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ مدت قلیل اَجَلٍ مدت مقررہ۔

= نُجِبْ۔ اَجَابَ یُجِیْبُ اِجَابَۃٌ سے مضارع مجزوم جمع متکلم۔ ہم قبول کر لیں گے جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= نَتَّبِعْ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے ہم اتباع کریں گے۔ ہم پیروی کریں گے۔ جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= اَوَلَمْ تَکُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ۔ کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں اٹھایا کرتے تھے

مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ کی ضد ہے۔ بغیر اضافت کے آئے تو اس پر ضمہ ہوگا۔

= مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ جواب القسم۔ یعنی تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے ہم کو کوئی زوال نہیں ہے۔

زَالَ یَزُوْلُ زَوَالٌ (باب نصر) زَوَالٌ کا معنی کسی چیز کا اپنا صحیح رُخ چھوڑ کر ایک جانب مائل ہو جانا۔ اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ زوال۔ سمت الراس سے جھک جانا۔ جیسے کہ سورج کا نقطہ نصف النہار سے ڈھلنا۔ نقطہ عروج سے نیچے آنا۔ دنیاوی جاہ وجلال یا مال ودولت کی حالت سے کم ہو جانا۔ نقطۃ الراس سے انحطاط۔

= مِنْ صلہ تاکید نفی کے لئے آیا ہے۔

= ۱۴/۲۵ سَکَنْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر - تم بستے رہے۔ تم آباد رہے۔
مَسٰکِنِ - مَسْکَنٌ کی جمع - اسم ظرف مکان - ٹھہرنے اور رہنے کا مقام۔
= تَبَیَّنَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ واضح ہوگیا۔ وہ ظاہر ہوگیا۔ وہ کھل گیا۔ (یعنی ان کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کی روایات بھی تم کو پہنچی ہوں گی اور ان کے آثار سے تم نے مشاہدہ بھی کرلیا ہوگا)
= وَضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ - اور ہم نے تم کو مثالیں بیان کیں - یعنی کتب سماویہ میں ان واقعات کو مثال کے طور پر بیان کیا - کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی یہی نتیجہ پاؤ گے۔
۱۴: ۴۶ = مَکَرُوْا مَکْرَهُمْ - انہوں نے اپنی چالیں چلیں۔ اس میں ھُمْ ضمیر فاعل کا مرجع یا تو اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور جن کے مساکن میں تم آباد رہے - یا اس کا مرجع کفار قریش ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گھنیر چالیں چلیں - جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ - (۸: ۳۰) اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارہ میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کردیں یا آپ کو شہید کردیں یا آپ کو جلاوطن کردیں لیکن صورت اول زیادہ صحیح ہے۔
= وَعِنْدَ اللّٰهِ مَکْرُهُمْ - اللہ تعالیٰ سے ان کی یہ چالیں مخفی نہ تھیں سب کی سب اس کے علم میں تھیں - یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مکر کا توڑ تھا۔ عندہٗ جزاء مکرھم والابطال لَہٗ - (مظہری)
= تَزُوْلَ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے - وہ اپنے مقام سے ہل جائے زَالَ یَزُوْلُ زَوَالٌ (باب نصر) سے۔
= اِنْ - کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اِنْ مخففہ ہے جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہوکر اِنْ بن گیا۔ اور یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے - اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور واقعی ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں - (۲) اِنْ نافیہ ہے اور لام تاکید نفی کے لئے آیا ہے - اس صورت میں ترجمہ ہوگا - اور نہیں تھیں ان کی چالیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔
۱۴: ۴۷ = لَا تَحْسَبَنَّ - فعل نہی بلام تاکید ونون ثقیلہ - واحد مذکر حاضر - تو ہرگز خیال نہ کر - تو ہرگز گمان نہ کر - (یہ خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے)
لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ میں اللّٰه مفعول اول ہے لَا تَحْسَبَنَّ کا اور مُخْلِفَ مفعول ثانی ہے - جبکہ رُسُلَهٗ مُخْلِفَ کا مفعول اول ہے اور وَعْدَهٗ اس کا

مفعول ثانی۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے مخلف رسلہ وعدہٗ تو ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنیوالا ہے۔ یعنی جو وعدے اس نے کئے ہیں وہ ضرور پورے کرے گا۔

وعدے۔ مثلاً اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا۔ (۴۰: ۵۱) بیشک ہم اپنے پیغمبروں کی مدد کرتے رہتے ہیں یا کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ (۵۸: ۲۱) اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب آکر رہیں گے۔

= عَزِیْزٌ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ دشوار۔ عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= ذُوا نْتِقَامٍ۔ انتقام لینے والا۔ بدلہ لینے والا۔

۱۴: ۴۸ = یَوْمَ۔ یا انتقام کا ظرف زمان ہے یعنی وہ انتقام اس روز لے گا جس روز کہ زمین بدل کر دوسری زمین کردی جائے گی۔ یا یہ اُذْکُرْ (محذوف) کا مفعول ہے۔ یاد کرو اس دن کو۔

= تُبَدَّلُ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ بدل دی جائے گی۔

= غَیْرَ الْاَرْضِ ایک دوسری زمین کی صورت میں۔

= السَّمٰوٰتُ ۔ ای و تبدل السمٰوٰت غیر السَّمٰوٰتِ اور آسمان بدل کر دوسرے آسمان کر دیئے جائیں گے۔

= وَبَرَزُوْا۔ وہ کھلم کھلا خدا کے سامنے پیش ہوں گے (ملاحظہ ہو ۱۴: ۲۱)

= اَلْقَهَّارِ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ایسا زبردست غالب جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں۔ قَهْرٌ۔ مصدر۔ جس کا معنی کسی پر غلبہ پاکر اُسے ذلیل کرنے کے ہیں۔

۱۴: ۴۹ = مُقَرَّنِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ مُقَرَّنٌ واحد۔ تَقْرِیْنٌ (تفعیل) مصدر۔ اِقْتِرَانٌ کے معنی اِزْدِوَاجٌ کی طرح دو یا دو سے زیادہ چیزوں سے کسی معنی میں مجتمع ہونے کے ہیں قَرْنٌ اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ اونٹوں کو باندھا جائے جیسے قَرَنْتُ البعیر مع البعیر۔ میں نے اونٹ کو دوسرے اونٹ کے ساتھ ایک رسی سے باندھ دیا۔

= قَرَّنْتُهٗ (تفعیل) میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری یا دوسرے اوصاف میں کسی کا ہم پلہ ہو اسے اس کا قرن کہتے ہیں۔ اسی سے قَرِیْنٌ بمعنی ساتھی، ہم نشین ہے۔

مُقَرَّنِیْنَ۔ باہم کس کر مضبوطی سے باندھے گئے۔ جکڑے ہوئے۔

= اَصْفَادِ۔ زنجیریں۔ بیڑیاں۔ صَفَدٌ اور صَفَادٌ کی جمع

۱۴: ۵۰ = سَرَابِیْلُ ۔کرتے۔ پیراہن۔ قمیصیں۔ سِرْبَالٌ کی جمع۔

= قَطِرَانٍ ۔ رال ۔ تارکول۔ گندھک۔

= تَغْشٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ڈھانکے لیتی ہے۔ وہ ڈھانک لے گی۔ غَشْیٌ وَغِشَایَۃٌ (باب سمع) بمعنی ڈھانکنا۔ چھپانا۔

تَغْشٰی وُجُوْھَھُمُ النَّارُ۔ آگ ان کے چہروں کو چھپائے ہوئے ہوگی۔

۱۴: ۵۱ = لِیَجْزِیَ۔ تاکہ وہ بدلہ دے۔ (جزا دے) لام تعلیل یَجْزِیَ واحد مذکر غائب جَزٰی یَجْزِیْ (باب ضَرَبَ)

۱۴: ۵۲ = ھٰذَا۔ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ یہ قرآن۔

= بَلٰغٌ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ بَلٰغًا۔ (باب نصر) مصدر۔ اَلْبُلُوْغُ کے معنی مقصد اور منتہیٰ کے آخری حد تک پہنچنے کے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ۔ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے گو انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔ چنانچہ انتہا تک پہنچنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے حَتّٰیٓ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً (۴۶: ۱۵) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

بَلٰغٌ کے معنی کافی ہونے کے بھی آتا ہے مثلاً اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ (۲۱: ۱۰۶) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) پوری پوری تبلیغ ہے۔

ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ۔ (آیۃ ہذا) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا) پیغام ہے۔

= وَلِیُنْذَرُوْا۔ معطوف ہے محذوف پر یعنی لِیُنْصَحُوْا وَلِیُنْذَرُوْا۔ تاکہ انہیں نصیحت کی جائے اور ان کو ڈرایا جائے۔

= بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بَلٰغٌ ہے یعنی اس قرآن کے ذریعہ سے۔

= وَلِیَذَّکَّرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّلٌ) مصدر اصل میں یتذکّر تھا۔ تؔ کو ذ میں مدغم کیا گیا۔ تاکہ نصیحت حاصل کریں۔

= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ صاحب عقل۔ اہل فہم۔ عقل و فہم والے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

(۱۵) سُوۡرَۃُ الۡحِجۡرِ (۵۴)

۱۵ : ۱ = تِلۡكَ ۔ اشارہ ہے ان آیات کی طرف جو اس سورۃ میں ہیں ۔

= الۡكِتٰبِ ۔ مکمل کتاب ۔ ایسی کتاب جو اپنی افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے صحیح معنوں میں کتاب کہلانے کی مستحق ہے ۔

= قُرۡاٰنٍ ۔ کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے ۔ اٰیٰتُ قُرۡاٰنٍ ۔ یہ آیات الکتاب کی ہیں اور قرآن مبین کی

= مُّبِيۡنٍ ۔ صفت ہے قرآن کی ۔ یعنی وہ قرآن جو اپنا مدعا صاف صاف ظاہر کرتا ہے جو الرُّشد اور الغیّ کو مُبَیَّن (واضح) طور پر بیان کرتا ہے ۔

فارق بین الحق والبَاطِلِ والحلال والحرام ۔ جو حق اور باطل اور حلال و حرام میں فرق بیان کرنے والا ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُبَمَا (١٤)

اَلْحِجْر ١٥ النَّحْل ١٦

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

۱۵: ۲ = رُبَمَا۔ رُبَّ و رُبَّةَ و رُبَّمَا و رُبَّتَمَا۔ حرف جر ہے۔ رُبَّمَا فتح وتشدید باء کے ساتھ یا رُبَمَا فتح باء بلاتشدید کے ساتھ ہر دو صورت میں مستعمل ہے سیاقِ کلام کے موافق تکثیر وتقلیل۔ یعنی "اکثر" اور "کبھی کبھی" کا فائدہ دیتا ہے
رُبَّ نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور زائد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے رُبَّ جَهْلٍ دَفَعَ۔ اور جب اس پر مَا کافہ داخل ہوجائے (کافہ یعنی سابق عامل کو عمل سے روک دینے والا) تو اس کا دخول فعل اور معرفہ پر جائز ہوتا ہے۔ جیسے رُبَّمَا الْخَلِيْلُ مُقْبِلٌ اور رُبَّمَا اَقْبَلَ الْخَلِيْلُ۔ اس صورت میں بیشتر اس کا دخول ایسے جملہ فعلیہ پر ہوتا ہے جس کا فعل ماضی ہو خواہ وہ لفظاً موجود ہو یا معناً۔ لیکن آیہ ہذا میں یہ فعل مستقبل پر داخل ہوا ہے لیکن مضارع پر اس کا دخول بہت کم واقع ہوتا ہے۔
رُبَمَا اگرچہ کلام عرب میں اکثر استعمال ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں آیا ہے
رُبَمَا۔ بمعنی کسی وقت۔ بہت وقت۔ کبھی کبھی۔ اکثر۔
= يَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّةٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ آرزو کرے گا۔ وہ آرزو کرتا ہے۔ پسند کریگا۔ یا پسند کریگا۔ ودد۔ مادہ
۱۵: ۳ - ذَرْهُمْ - امر واحد مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو چھوڑ دے تو ان کو رہنے دے۔
= يَاْكُلُوْا و يَتَمَتَّعُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہیں یا یہ بھی جائز ہے کہ ان سے پہلے لام مقدر ہو۔ يَتَمَتَّعُوْا۔ مضارع مجزوم۔ جمع مذکر غائب۔ مزے اڑالیں۔ عیش کرلیں۔
= يُلْهِهِمُ۔ مضارع مجزوم بوجہ متذکرہ بالا۔ واحد مذکر غائب۔ اَلْهٰى يُلْهِىْ اِلْهَاءٌ (افعال) هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو بھلائے رکھے۔ ان کو غافل بنائے رکھے۔
= اَلْاَمَلُ۔ امید، توقع۔ اٰمَالٌ جمع۔ فاعل۔ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ۔ ان کی (جھوٹی) امید ان کو غافل بنائے رکھے۔
۱۵: ۴ = مِنْ قَرْيَةٍ۔ اى قرية من القرىٰ۔ بستیوں میں سے کسی بستی کو۔
= كِتَابٌ۔ ایک مقرر وقت۔ وقت جو لوح محفوظ پر مکتوب ہے
= مَعْلُوْمٌ۔ جو ہر وقت علم میں ہے۔ مجبول چوک کی نذر نہیں ہوتا۔ کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہوجائے

وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ یہ جملہ قَرْیَةٌ کا حال ہے یا جیساکہ صاحبِ کشاف ؒ نے لکھا ہے کہ یہ قَرْیَةٌ کی صفت ہے۔

۵/۱۵ مَا تَسْبِقُ ۔ مَا نفی کا ہے تَسْبِقُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب سَبَقَ (ضَرَبَ) سے جس کے اصل معنی چلنے میں مقدم ہونے کے ہیں مگر اس کا استعمال بطور مجاز و استعارہ مطلق بڑھنے اور سبقت کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے مَا تَسْبِقُ وہ آگے نہیں نکل جائے گی۔ وہ آگے نہیں نکل سکتی اس کا فاعل اُمَّةٍ ہے۔

= مِنْ اُمَّةٍ ۔ ای امة من الامم قوموں میں سے کوئی قوم۔

= اَجَلَهَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی تقدیر کی میعاد مقررہ۔ اس میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب افراد قوم کی رعایت سے لائی گئی ہے۔ جس طرح کہ یَسْتَاْخِرُوْنَ میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے

= لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ پیچھے نہیں رہ سکتے۔

۱۵ : ٦ = قَالُوْا ۔ اشارہ ہے کفار مکہ کی طرف

= اَلذِّكْرُ ۔ ذکر کے لفظی معنی تو نصیحت کے ہیں لیکن قرآنی اصطلاح میں قرآن ہی کا ایک نام ہے

۱۵ : ۷ = لَوْ مَا ۔ شرطیہ ہے حرف تحضیض (ابھارنا) ہے۔ حرف توبیخ ہے۔ کیوں نہیں۔

لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ ۔ کیوں نہیں لے آتا تو ہم پر ملائکہ کو۔ (شہادت تصدیق کے لئے یا ان کے انکار پر عذاب کے لئے)

۱۵ : ۸ = مَا كَانُوْا ۔ کی ضمیر فاعل کا مرجع کفار و منکرین مکہ ہیں۔

= اِذًا ۔ تب ۔ اس وقت ۔ جواب وجزار کے لئے بھی آتا ہے۔ جواب ان کے سوال کا کہ لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اور جزاء شرط مقدر کی ۔ تقدیر کلام یوں ہے :

و لو نزلنا الملئكة مَا كَانُوْا منظرین وما اخر عذابھم۔ اور اگر ہم فرشتے اتار دیں تو نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور نہ ان کا عذاب ٹل سکے گا۔

= مُنْظَرِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِنْظَارٌ (افعال) مصدر۔ مہلت دیئے ہوئے ۔ جن کو مہلت دی گئی ہو۔ منصوب بوجہ خبر كَانُوْا۔

۱۵ : ۹ = الذِّكْرُ ۔ آیت (٦) میں کافروں نے قرآن مجید کو الذکر تعریضاً اور استہزاءً کہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کو دہرا کر فرمایا کہ یہ بے شک الذکر ہے یعنی یہ ایسی پند و نصائح سے پُر اور شرف و عزت بخشنے والی کتاب ہے کہ اس کے بعد کسی اور کتاب کو الذکر نہیں کہا جا سکتا۔

۱۵ : ۱۰ = قَدْ اَرْسَلْنَا ۔ کے بعد اس کا مفعول محذوف ہے۔ ای ولقد ارسلنا رسلاً ۔ ...

ہم نے رسول بھیجے۔

= شِيَعِ۔ شِيْعَةٌ کی جمع۔ فرقے۔ گروہ۔ شِيْعَةٌ۔ وہ فرقہ یا گروہ جو کسی بات پر باہم متفق ہو۔ اس کا اصل شِيَاعٌ ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جن کے ذریعے سے بڑی بڑی لکڑیوں کو آگ لگائی جاتی ہے۔ الشياع کے معنی منتشر ہونا اور تقویت دینا کے بھی ہیں۔ جیسے شَاعَ الْخَبَرُ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ یا شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر اور زیادہ ہو گئی۔ اسی سے اشاعۃ خبر کا پھیلانا ہے۔

گروہ کے معنی میں اور جگہ قرآن میں آیا ہے وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (۲۸ : ۴) وہاں کے باشندوں کو گروہ در گروہ کر رکھا تھا۔ قوم اور فرقہ کے معنوں میں بھی آیا ہے هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ۔ (۲۸ : ۱۵) یہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کا ہے اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے ہے۔

یہاں شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ بمعنی پہلی قومیں۔

۱۵ : ۱۱ = يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مصدر وہ ٹھٹھا کرتے ہیں كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

۱۵ : ۱۲ = نَسْلُكُهٗ۔ مضارع جمع متکلم هٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس ضمیر کا مرجع الاستہزاء ہے جو يَسْتَهْزِءُوْنَ کا مصدر ہے۔ ہم (اس استہزا و تکذیب کو گنہگاروں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ السُّلُوْكُ (باب نصر) کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں۔ جیسے لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (۷۱ : ۲۰) تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں پر چلو پھرو۔

یہ فعل متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۔ (۷۴ : ۴۲) تمہیں کس چیز نے دوزخ میں لا ڈالا۔

اسی سے ہے سَلَكْتُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ۔ میں نے سوئی میں دھاگہ ڈالا۔

۱۵ : ۱۳ = لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الذکر (آیۃ ۹) ہے۔

= خَلَتْ۔ خَلَا يَخْلُوْ (باب نصر) خُلُوٌّ سے ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ گذر گئی۔ اَلْخَلَاءُ خالی جگہ۔ جہاں عمارت و مکان وغیرہ نہ ہو۔

اور اَلْخُلُوُّ کا لفظ زمان اور مکان دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ چونکہ زمانہ گذرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لئے قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔ کے معنی ہوں گے۔ پہلوں کی یہی روش گذر چکی ہے۔ یعنی وہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ یہی ہوا۔

= سُنَّةٌ۔ دستور۔ طریقہ جاریہ۔ رسم۔ اس کی جمع سُنَنٌ ہے۔

١٥:١٤ = فَظَلُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ظَلٌّ اور ظُلُوْلٌ سے (باب فتح وسمع) الظِّلُّ سایہ یہ الضَّحُّ دھوپ کی ضد ہے ظَلٌّ اور ظُلُوْلٌ کے معنی دن میں کسی کام کو انجام دینے کے ہیں جس طرح بَاتَ یَبِیْتُ کا استعمال رات گذارنے کے لئے ہوتا ہے ایسے ہی ظَلَّ یَظَلُّ کا استعمال دن گذارنے کے لئے ہوتا ہے۔

یہ افعال ناقصہ میں سے ہے اور کسی کام کو دن کے وقت کرنے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ دن کے وقت (از طلوع آفتاب تا غروب آفتاب) چیزوں کا سایہ موجود رہتا ہے۔

یہ صَارَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس وقت دن کی تخصیص نہیں رہتی مثلاً لَظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِہٖ یَکْفُرُوْنَ (٣٠: ٥١) تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں گے۔

فَظَلُّوْا فِیْہِ یَعْرُجُوْنَ۔ پھر وہ دن دہاڑے چڑھنے لگیں۔

= فِیْہِ۔ ای فی ذلک الباب۔ اس دروازہ میں۔

فَظَلُّوْا فِیْہِ یَعْرُجُوْنَ۔ لفظی ترجمہ یہ ہے اور وہ روز روشن میں اس میں چڑھنے لگیں۔

اس میں ضمیر کا مرجع مشرکین و کفار ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر ان مشرکین کے لئے آسمان میں ایک دروازہ ہم کھول دیں اور وہ اس میں دن دہاڑے چڑھ جائیں اور عالم بالا کے عجائبات اپنی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھ لیں تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

١٥:١٥ = لَقَالُوْا۔ اس میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= سُکِّرَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ سُکِرَ و سُکِّرَ۔ بینائی کا مدھم ہونا۔ سُکِّرَتْ عَیْنُہٗ۔ اس کی آنکھ چندھیا گئی۔ سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا ہماری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ ہماری آنکھیں بند کردی گئی ہیں۔ ہماری آنکھوں کی بینائی بند کردی گئی ہے۔

= مَسْحُوْرُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مَسْحُوْرٌ واحد۔ سِحْرٌ مصدر۔ وہ لوگ جن پر جادو کردیا گیا ہو۔

١٦:١٥ = بُرُوْجًا۔ بُرُوْج کی جمع ہے بروج کا لغوی معنی ہے ظاہر ہونا۔ اس سے عورت کے بناؤ سنگار کرکے نمائش و دکھاوے کو تَبَرُّج کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (٣٣: ٣٣) اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی مت پھرو۔

اسی لغوی کے معنی کی مناسبت سے اس کا اطلاق ان چیزوں پر ہونے لگا جو دور سے نمایاں ہوتی ہیں مثلاً قلعہ۔ محل۔ شاہراہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے وہ بڑے بڑے ستارے جو دور سے نمایاں ہوتے ہیں اہل عرب بُرج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ روح المعانی میں ہے المراد بالبروج الکواکب العظام بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں بعض نے ان سے مراد وہ بارہ برج لئے ہیں جو مدار آفتاب کو

بارہ حصوں میں تقسیم کرنے سے بنتے ہیں ان میں سے ہر ایک حصہ کو برج کہتے ہیں اور علمائے ہیئت نے ہر ایک کا علیحدہ نام رکھا ہے مثلاً حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔

قرآن حکیم میں مضبوط قلعے۔ محلات کے معنی میں آیا ہے۔ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴: ۷۸) خواہ تم بڑے بڑے محلوں میں رہو۔

= زَيَّنّٰهَا۔ زَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول ہم نے اس کو مزین کیا ہم نے ان کو زینت دی۔

۱۵: ۱۷ = رَجِيْم۔ الرِّجَامُ۔ بمعنی پتھر۔ اسی سے اَلرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں جیسے سنگسار کیا گیا ہو۔ اسے مرجوم کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (۲۶: ۱۱۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہوں گے۔

رَجِيْمٌ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ یعنی مَرْجُوْمٌ ہے ملعون۔ راندہ۔ مردود۔ قرآن مجید میں جہاں بھی آیا ہے شیطان کی صفت میں مستعمل ہے

۱۵: ۱۸ = اِسْتَرَقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِرَاقٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے سرق مادہ۔ اس نے چرایا۔ اس نے چوری کی۔

اِسْتَرَقَ السَّمْعَ اس نے چوری چھپے سُن لیا۔

= فَاَتْبَعَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اس ضمیر کا مرجع مَنْ موصولہ ہے وہ اس کے پیچھے لگا۔ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ وہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

= شِهَابٌ۔ الشِّهَابُ کے معنی بلند شعلہ کے ہیں۔ خواہ وہ جلتی ہوئی آگ کا شعلہ ہو یا فضا میں کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتے۔ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ایک روشن شعلہ۔ روشنی کرنے والا انگارہ

شیطان کا آسمان کی باتیں سن لینا اور اس کے تعاقب میں شہاب مبین کے لگ جانے سے کیا مراد ہے اس کا جواب انسان کے موجودہ علم کی روشنی میں تسلی بخش طور پر دینا مشکل ہے۔ بہرحال ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ قرآن کی ہر بات حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اس لئے اگر ہماری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی تو یہ ہماری علمی کوتاہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وقت آجائے کہ ہم حقائق کائنات میں خاطر خواہ علمی دسترس حاصل کرلیں تو یہ عقدے جو اس وقت لاینحل دکھائی دیتے ہیں خود بخود کشا ہو جائیں۔ مختلف تفاسیر میں اس کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن موجودہ تنقیدی ذہن انہیں قبول کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔

١٥: ١٩ = مَدَدْنٰهَا۔ مَدَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیلایا۔ ہم نے پھیلا دیا۔
هَا ضمیر کا مرجع الارض ہے۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی (المبانی میں) کھینچنے کے ہیں اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مُدّة کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (٢٥: ٤٥) تو نے نہیں دیکھا کہ تیرا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔
= اَلْقَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ (افعال) سے۔
= فِيْهَا۔ ای فی الارض۔ اس میں یعنی زمین میں
= رَوَاسِيَ۔ رَاسِيَةٌ کی جمع۔ بوجھ۔ پہاڑ۔ رَسْوٌ مادہ۔ رَسَا الشیٔ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ اَرْسٰی (افعال) کے معنی ٹھہرانے اور استوار کر دینے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (٣٤: ١٣) اور بڑی بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ جمی رہیں۔ رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ (٧٧: ٢٧) اونچے اونچے پہاڑ۔
پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَاسِيَ کہا گیا ہے۔
= مَوْزُوْنٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ شَیْءٍ کی صفت ہے اَلْوَزْنُ (تولنا) کے معنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے کے ہیں۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو کے ذریعہ معین کی جائے جیسے قرآن مجید میں ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (١٧: ٣٥) ترازو سیدھی رکھکر تولا کرو۔ اور اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ۔(٥٥: ٩) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ لہٰذا موزون بمعنی اندازہ کی ہوئی۔ جانچی ہوئی۔ مناسب۔ اور وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔ کے معنی ہوئے: اور ہم نے اس میں ہر مناسب چیز اگائی
یا مَوْزُوْنٍ: مقدر بمقدار معین تقتضیہ حکمتہ۔ ایک مقررہ اندازہ کے مطابق جس کو اس کی حکمت متقاضی ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اس میں ہم نے ہر ایک چیز ایک اندازے کے مطابق اگائی۔

١٥: ٢٠ = مَعَايِشَ۔ مَعِيْشَةٌ کی جمع۔ سامان زندگانی۔ وسائل معاش۔ کھانے پینے کی چیزیں
= وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ۔ ای و لمن لستم لہ برازقین۔ یعنی اور ان کے لئے بھی ہم نے سامانِ زینت مہیا کیا ہے جنہیں تم روزی دینے والے نہیں۔ مثلاً جنگلی جانور۔ درندے۔ کیڑے مکوڑے یا سمندر میں بسنے والے جانور وغیرہ۔ یعنی ایسی مخلوق جو انسان کے ہاتھوں روزی حاصل نہیں کرتی

١٥: ٢١ = اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= خَزَائِنُهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شَيْءٍ ہے۔

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَ نَا خَزَائِنُهٗ. نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں۔

= مَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ ہم اس چیز کو نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق

۱۵: ۲۲ = لَوَاقِحَ ۔ جمع ہے اس کی واحد لَاقِحٌ ہے ۔ لَقِحٌ اور لَقَائِحُ لازم ہیں جیسے لَقِحَتِ النَّاقَةُ (باب سمع) اونٹنی حاملہ ہوگئی ۔ یا لَقِحَتِ الشَّجَرَةُ درخت بارآور ہوگیا ۔ اس لئے لَوَاقِحَ کا مطلب ہوا ۔ باردار ۔ وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادل کو اٹھائے ہوئے ہوں

لَوَاقِحَ کا واحد صرف لَاقِحٌ ہے اور یہ جمع خلاف قیاس ہے اس کا مؤنث استعمال نہیں ہے صرف لغات القرآن حصہ نجم عبد الدائم الجلالی میں اس کی مؤنث لَاقِحَةٌ دی ہے مظہری میں بھی ہے اور لُقُوْحٌ کی جمع بھی بتایا گیا ہے۔

= فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۔ اَسْقَيْنَا اِسْقَاءٌ (افعال) سے ماضی جمع متکلم

كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول ثانی واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَاءٌ ہے ۔ ہم نے وہ تم کو پلایا ۔ ہم نے وہ (بارش کا) پانی تمہیں پینے کے لئے دیا ۔

= خٰزِنِيْنَ ۔ خزانہ کرنے والے ۔ جمع کرنے والے ۔ ذخیرہ کرنے والے خَزْنٌ سے باب نصر ۔ بمعنی خزانہ میں جمع کرنا ۔

۱۵: ۲۳ = نُحْيٖ ۔ مضارع جمع متکلم ہم زندہ کرتے ہیں (باب افعال) احیاءٌ سے ۔

= نُمِيْتُ ۔ مضارع جمع متکلم اِمَاتَةٌ (افعال) سے مصدر ۔ مَوْتٌ مادّہ ۔ ہم مارتے ہیں ہم موت دیتے ہیں ۔

= وٰرِثُوْنَ ۔ وَرِثَ يَرِثُ وِرْثٌ فھو وَارِثٌ ۔ وارث ہونا یعنی کسی کے مرنے کے بعد اس کی چیز کا مالک ہونا ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ مجازاً بولا جاتا ہے کیونکہ وہ تو ہر شے کا حقیقی مالک ہے ، اس نے اہل دنیا کو جو ملکیت دے رکھی ہے وہ مجازی ہے ایک وقت آئے گا کہ جب یہ مجازی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی اور تمام وراثت مالک حقیقی کے پاس لوٹ جائے گی ۔

۱۵: ۲۴ = اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ استقدام (استفعال) مصدر ۔ پہلے زمانہ میں گذرے ہوئے لوگ ۔ اگلے لوگ ۔ یا نیکیوں میں سبقت کرنے والے ۔ یا اسلام لانے میں اولیت حاصل کرنے والے ۔

= مُسْتَاْخِرِيْنَ پیچھے آنے والے ۔ بعد میں آنے والے ۔ نیکیوں میں پیچھے رہ جانے والے ۔ اسلام لانے میں تاخیر کرنے والے ۔

۱۵ : ۲۵ = يَحْشُرُهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو اکٹھا کرے گا۔

۱۵ : ۲۶ = صَلْصَالٍ۔ صَلْصَالٌ (مادّہ ص ل ل) کے اصل معنی کسی خشک چیز سے آواز آنے کے ہیں۔ جیسے صَلَّ الْمِسْمَارُ۔ جس کے معنی میخ کو کسی چیز میں ٹھونکنے سے آواز پیدا ہونے کے ہیں اور کھنکنے والی خشک مٹی کو بھی صلصال کہتے ہیں۔ صَلْصَالٌ کے معنی سڑی ہوئی مٹی کے بھی ہیں اور یہ صَلَّ اللَّحْمُ سے مشتق ہے جس کے معنی گوشت کے بدبودار ہو جانے کے ہیں صَلْصَالٌ۔ اصل میں صَلَّالٌ ہے ایک لام کو ص سے بدل دیا گیا ہے۔ اور آیت کریمہ أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ (۳۲ : ۱۰) کیا جب ہم زمین میں ملیا میٹ ہو جائیں گے۔ میں ایک قرأت صَلَلْنَا بھی ہے یعنی جب ہم گل سڑ گئے

= حَمَإٍ۔ گارا۔ کیچڑ۔ الحمی سے حَمَاءٌ مادہ۔ اَلْحَمَأُ سیاہ بدبودار مٹی۔ اَحْمَأْتُهَا۔ میں نے اسے کیچڑ سے بھر دیا۔ اور جگہ قرآن میں ہے عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ سیاہ بدبودار کیچڑ والا چشمہ۔

= مَسْنُوْنٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَنٌّ مصدر۔ (باب نَصَرَ) متغیر۔ سڑا ہوا۔ سنت رسول رسول کا طریقہ۔ مسنون۔ سنت کے مطابق۔

صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُوْنٍ۔ کھنکھنے والی مٹی جو پہلے سڑی ہوئی بدبودار کیچڑ کی شکل میں تھی

علماء لغت نے لکھا ہے کہ مختلف حالتوں میں مٹی کے مختلف نام ہیں

(۱) پانی میں بھگونے سے پہلے تُرَابٌ کہتے ہیں۔ جیسے اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (۱۸ : ۳۷) کیا تو اس ذات سے انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔

(۲) پانی میں بھیگ جائے تو اسے طِيْنٌ (کیچڑ) کہتے ہیں۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ۔ (۳۷ : ۱۱) ہم نے ان کو چپکتے گارے سے پیدا کیا۔

(۳) جب کافی عرصہ بھیگی رہے یہاں تک کہ اس کی رنگت سیاہ ہو جائے تو اسے حَمَإٍ کہتے ہیں۔

(۴) جب اس سیاہ کیچڑ میں بدبو پیدا ہو جائے یا اسے کوئی اور صورت دی جائے تو اسے مَسْنُوْنٌ کہتے ہیں

(۵) اور جب سیاہ بدبودار کیچڑ خشک ہو جائے تو اُسے صَلْصَالٌ کہتے ہیں۔

(۶) جب خشک۔ سیاہ۔ بدبودار۔ کیچڑ آگ میں پکائی جائے تو اسے فَخَّارٌ کہتے ہیں۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵ : ۱۴) اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔

۱۵ : ۲۷ = اَلْجَآنَّ ۔ اَلْجَنُّ (باب نصر) کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں ۔ جیسے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ (۶ : ۷۶) جب رات نے اس کو (پردہ تاریکی) سے چھپا دیا اسی معنی میں الجَنَانُ دل ۔ کیونکہ وہ حواس سے مستور رہتا ہے۔ یا المِجَنُّ المِجَنَّةُ الجُنَّةُ ۔ ڈھال کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے ۔ اور اَلْجَنَّةُ باغ ۔ ایسا باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے ۔ وَلَوْلَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (۱۸ : ۳۹) اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو کیوں نہ ..... اور جَنِيْنٌ (فعیل بمعنی مفعول) وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے کہ وہ حواس انسانی سے مستور ہے یا الجنین قبر (فعیل بمعنی فاعل) چھپانے والی ۔

تو گویا جن ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانی نظروں سے پوشیدہ اور اوجھل ہے ۔

جَانّ ، جِنّ کی جمع ہے

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جس طرح ابوالبشر (سارے انسانوں کے باپ) کا نام آدم ہے اسی طرح اَبُوالْجِنّ (جنوں کے باپ کا نام) الجانّ ہے

بعض کے نزدیک اَلْجَانّ اسم جنس ہے مراد ہے جنوں کی جنس جیسے الانسان ۔ انسانوں کی جنس کا نام ہے ۔ جن مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی جیسے قرآن مجید میں آیا ہے وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۔ (۷۲ : ۱۴) اور ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ہم میں سے راہِ حق سے مڑ جانیوالے ہیں یعنی کافر ۔

= السَّمُوْم ۔ اس کا مادہ س م م ہے السَّمُّ (بفتحہ سین وضمہ آں) کے معنی تنگ سوراخ کے ہیں ۔ جیسے سوئی کا ناکہ یا کان اور ناک کا سوراخ ہوتا ہے ۔ اس کی جمع سُمُوْم آتی ہے ۔ قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷ : ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ نکل جائے ۔

سَمَّ يَسُمُّ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی چیز میں گھس جانا ۔ اسی سے السَّامَّةُ ہے یعنی وہ خاص لوگ جو ہر معاملہ میں گھس کر اس کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں ۔

اَلسَّمُّ زہر قاتل کو کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے لطفِ تاثیر سے بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور یہ اصل میں مصدر بمعنی فاعل ہے ۔

السَّمُوْم ۔ لُو ! گرم ہوا ۔ جو زہر کی طرح بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے ۔ جیسے وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (۵۲ : ۲۷) اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا ۔ السَّمُوْمُ الریح الحارۃ التی تقتل ۔ سخت گرم ہوا جو مار ڈالے دیتی ہو ۔ سَمُوْم بغیر دھوئیں کی آگ ۔ قیل السَّمُوْمُ

نارٌ لادخان لها۔ سموم وہ آگ ہے جس کا دھواں نہ ہو۔

نَارِ السَّمُوْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہ اضافۃ العام الی الخاص کی مثال ہے یا اضافۃ الموصوف الی الصفۃ کی۔ مراد اس سے النار المفرطۃ الحرارۃ ہے یعنی بہت ہی گرم آگ، (جو زہر کی طرح یا بادِ سموم کی طرح لطف تاثیر سے روئیں روئیں میں سرایت کر جائے) گویا نار السموم سے دو صفات نمایاں ہیں۔ ایک تو انتہائی گرمی کہ اس کے سبب سے منصف میں غضب وبیقراری کی سی حالت پائی جائے اور دوسرے غایت درجہ لطافت کہ اس کی وجہ سے وہ غیر مرئی ہو۔ اور یہی جنات کی عام صفتیں ہیں

۱۵: ۲۹ = سَوَّيْتُهٗ ۔ سَوَّيْتُ ۔ ماضی واحد متکلم۔ تَسْوِيَةٌ (تفعیل) سے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ میں نے اس کو پورا پورا بنا دیا۔ میں اس کو پورا پورا بنا دوں (ماضی بمعنی مستقبل) سوی مادہ

= نَفَخْتُ ۔ ماضی واحد متکلم نَفْخٌ سے (باب نصر) جب میں پھونک دوں۔ ماضی بمعنی مستقبل

= قَعُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر وقوعٌ مصدر (وَقْعٌ) ثلاثی مجرد مثال واوی) باب فتح۔ وَقَعَ يَقَعُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قَعْ ہو گا۔

قاعدہ : اگر علامت مضارع کا مابعد متحرک ہے تو آخر کو جزم دیدیں گے جیسے وَهَبَ يَهَبُ سے هَبْ ۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۔ قَعْ امر واحد مذکر حاضر سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہوا قَعُوْا گر پڑو۔ یعنی تم بلا تاخیر سجدے میں گر پڑو۔

۱۵: ۳۰ = اَجْمَعُوْنَ ۔ سب کے سب۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔

۱۵: ۳۱ = اَبٰى ۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلْاِبَاءُ کے معنی شدتِ امتناع یعنی سختی کے ساتھ انکار کرنے کے ہیں ہر اباء، امتناع ہے ہر امتناع اباء نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ (۹: ۳۲) اور خدا تعالیٰ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ یا اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ (۲: ۳۴) اس نے سختی سے انکار کیا اور تکبر کیا۔ (باب ضرب و فتح)

۱۵: ۳۳ = لَمْ اَكُنْ ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ میں نہیں ہوں۔ میں ایسا نہیں۔ مجھے گوارا نہیں۔ میری شان کے شایان نہیں۔ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ ۔ میں ایسا نہیں کہ سجدہ کروں۔ لِاَسْجُدَ میں لام تاکید نفی کے لئے ہے۔

۱۵: ۳۴ = مِنْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع یا سماء ہے یا جنّۃ ہے یا زمرۃ ملائکہ (محذوف) ہے۔

= رَجِيْمٌ ۔ مردود۔ راندہ ہوا۔ ملاحظہ ہو (۱۵: ۱۷)

۱۵: ۳۶ = فَاَنْظِرْنِیْ ۔ فَا محذوف پر دلالت کرتا ہے ۔ تقدیر کلام یوں ہے ۔
اِذَا جعلتنی رجیمًا ملعونًا الٰی یوم الدین فَاَنْظِرْنِیْ ۔ جب تونے مجھے روزِ قیامت تک مردود و ملعون قرار دے ہی دیا ہے تو مجھے مہلت دیدے (یعنی مجھے زندہ رہنے دے)
اَنْظِرْنِیْ ۔ امر واحد مذکر حاضر ۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تو مجھ کو مہلت دے ۔
اِنْظَارٌ (افعال) مصدر ۔
= یُبْعَثُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ سے ۔ وہ اٹھائے جائیں گے ۔ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ وہ دن جب آدم اور اس کی ذرّیت قبروں سے اٹھائی جائے گی ۔ بَعَثَ کے معنی بھیجنے کے بھی آتے ہیں مثلاً وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَسُوْلًا ۔ (۱۶: ۳۶) اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ۔ یوم الدین ۔ یوم تبعثون ۔ یوم الوقت المعلوم سب سے مراد یوم قیامت ہے
۱۵: ۳۷ = اَلْمُنْظَرِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُنْظَرُ ۔ واحد ۔ مہلت یافتہ ۔ مہلت دیئے گئے
۱۵: ۳۹ = بِمَا ۔ بسبب اس کے ۔ بہ بدل اس چیز کے ۔
= اَغْوَیْتَنِیْ ۔ اَغْوَیْتَ ۔ ماضی واحد مذکر حاضر ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم تونے مجھے گمراہ کیا ۔ تونے مجھے بے راہ کردیا ۔ جب اغواء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ۔ ایک گمراہی پر سزا دینا ۔ دوسرے بے راہ کرنا ۔ بھٹکانا ۔ علامہ قرطبی نے اغواء کے معنی مایوس کرنا اور ہلاک کرنا بھی کئے ہیں ۔
کسی کو ایسا حکم دینا جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس کو بھی اغواء کہا جاتا ہے ۔ اس صورت میں بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کا معنی ہوگا ۔ بوجہ اس امر کے کہ تونے مجھے ایسا حکم دیا کہ اس کی نافرمانی میری بے راہ روی کا سبب بن گئی ۔
= لَاُزَیِّنَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ ۔ واحد متکلم ۔ تزیین (تفعیل) سے میں ضرور آراستہ کروں گا ۔ مُزیّن کر کے دکھاؤں گا (بُرے کاموں کو)
= لَاُغْوِیَنَّهُمْ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا ۔
= اَجْمَعِیْنَ سارے کے سارے ۔ تاکید کے لئے آیا ہے ۔
۱۵: ۴۰ = اَلْمُخْلَصِیْنَ ۔ جو چن لئے گئے ہیں ۔ یعنی جنہیں تونے اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے چن لیا ۔ اسم مفعول جمع مذکر حاضر ۔
۱۵: ۴۱ = هٰذَا ۔ اس کا مشارٌ الیہ اخلاص ہے ۔

= صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ۔ صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ موصوف صفت ۔ عَلَیَّ بمعنٰی اِلَیَّ ۔ ھٰذَا (الْاِخْلَاصُ) صِرَاطٌ عَلَیَّ (ای طریق فی الوصول اِلَیَّ مِنْ غیر ضلال) مُسْتَقِیْمٌ لاعوج فیہ اصلاً (مظہری)۔

یہی اخلاص (ریا، تکلف اور تصنّع سے کلیۃً اجتناب) میری طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

تفسیر خازن میں ہے۔ قال الحسنُ معناہُ ھذا صراطالی مستقیم یعنی میری طرف آنے کا سیدھا راستہ۔

۱۵: ۴۲ = اَلْغٰوِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر۔ غَوِیٌّ واحد۔ گمراہ ۔ کج رو۔ بھٹک جانے والے

۱۵: ۴۳ = مَوْعِدُھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ مَوْعِدٌ اسم ظرف زمان ومکان۔ ان کے وعدہ کی جگہ۔ یا وقت ۔ یہاں اسم ظرف مکان ہے (جہنم)

۱۵: ۴۴ = لَھَا ۔ ھَا ضمیر کا مرجع جہنم ہے۔

= سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ ۔ دوزخ کے سات طبقے ہیں۔ ہر ایک طبقہ کا ایک ایک دروازہ ہے ان سات طبقوں کے نام یہ ہیں ۔ جہنم ۔ لظیٰ ۔ الحطمۃ ۔ السعیر ۔ السقر۔ الجحیم ۔ الھاویہ۔

= مِنْھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب غاوین دوزخیوں کی طرف راجع ہے جن کا ذکر آیات بالا ۴۲ و ۴۳ میں اوپر آیا ہے اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہے لِکُلِّ بَابٍ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ مِنْھُمْ ہر دروازہ کے لئے ان میں سے کا ایک مقسوم یعنی مخصوص حصہ یا گروہ ہوگا۔ اکثر مفسرین نے یہی صورت اختیار کی ہے۔ عبداللہ یوسف علی نے ھم کی ضمیر کا مرجع ابواب لیا ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے اس جہنم کے سات دروازے ہیں ان دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کے لئے جہنمیوں کا ایک خاص ٹولہ مختص ہے۔

۱۵: ۴۶ = اُدْخُلُوْھَا ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب برائے جَنّٰتٍ وعیونٍ ہے تم سب داخل ہو جاؤ اس میں۔ اس سے قبل قِیْلَ لَھُمْ محذوف ہے۔ کہنے والے فرشتگان ہوں گے۔ جو متقین کو خوش آمدید کہیں گے۔ یا یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے

= بِسَلٰمٍ ۔ سلامتی کے ساتھ ۔ سَلِمَ یَسْلَمُ کا مصدر جس کے معنی ہیں عیوب و آفات سے سلامت رہنا۔ ان سے چھٹکارا پانا اور بری ہو جانا۔

= اٰمِنِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اٰمِنٌ واحد۔ مطمئن ۔ بے خوف وخطر۔ بے کھٹک ۔ امن میں

۱۵: ۴۷ = نَزَعْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ نَزْعٌ مصدر (باب فتح) سے ہم نکال دیں گے۔ نَزَعَ

النَّزْعُ کے معنی کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچنے کے ہیں جیسا کہ کمان کو درمیان سے کھینچا جاتا ہے اور کبھی یہ لفظ اعراض کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جان نکالنے کو بھی نزع کہتے ہیں۔ اسی طرح محبت یا عداوت کو دل سے نکالنے کو بھی نَزْعٌ کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ۔ جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے۔ کھینچنے اور چھیننے کے معنی میں بھی مستعمل ہے مثلاً وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (۳:۲۶) اور تو جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ (۴:۵۹) اگر تم جھگڑ پڑو کسی بات میں۔ یعنی تمہاری آپس میں کسی امر کے متعلق کھینچا تانی ہو جائے۔ اختلاف ہو جائے۔

= غِلٍّ۔ دلی کدورت۔ قلبی عداوت۔ کینہ۔ غَلَّ یَغِلُّ (باب ضَرَبَ) کسی کے متعلق دل میں کینہ رکھنا۔ غَلَّ یَغُلُّ (باب نصر) اَلْغُلُوْلُ خیانت کرنا مَاکَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ (۳:۱۶۱) اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر خدا خیانت کرے۔

= اِخْوَانًا۔ بھائی بھائی۔ یعنی بھائیوں کی طرح۔ حال ہے ھِمْ (فِیْ صُدُوْرِھِمْ) سے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ اسی طرح عَلٰی سُرُرٍ اور مُتَقٰبِلِیْنَ بھی حال ہے یعنی وہ اس حالت میں وہاں ہوں گے۔ جیسے بھائی بھائی تختوں پر بیٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے۔

۱۵: ۴۸ = لَا یَمَسُّھُمْ مضارع منفی واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ نہیں پہنچے گا۔ نہیں چھوئے گا ان کو۔

= نَصَبٌ۔ کوفت۔ تھکن۔ مشقت۔ تکلیف۔

۱۵: ۴۹ = نَبِّئْ امر واحد مذکر حاضر۔ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) سے۔ تو آگاہ کر دے۔

۱۵: ۵۲ = وَجِلُوْنَ۔ صفت مشبہ۔ جمع مذکر۔ وَجِلٌ واحد وَجَلٌ مصدر۔ (باب سمع) خوف زدہ۔ ڈرنیوالا۔ اَلْوَجَلُ کے معنی دل ہی دل میں خوف محسوس کرنے کے ہیں مَوْجِلٌ نشیبی گڑھا۔ خوف کی جگہ۔

یہاں اِنَّا (بیشک ہم) اور وَجِلُوْنَ جمع کے صیغے آئے ہیں۔ شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ خوف کی کیفیت اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے بتا رہے تھے۔

۱۵: ۵۳ = لَا تَوْجَلْ۔ ای لا تخف۔ مت ڈر۔ مت خوف کھا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر

= نُبَشِّرُکَ۔ مضارع جمع متکلم۔ بَشَّرَ یُبَشِّرُ تَبْشِیْرٌ (تفعیل) کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں۔

۱۵: ۵۴۔ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ۔ بَشَّرْتُمْ ماضی بمعنی حال جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کی ہے (حرف میم مضموم

کی حرکت کو پوری طرح ادا کرنے کے لئے) ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ہمزہ استفہامیہ ہے کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو۔

= عَلٰی۔ یہاں بمعنی مَعَ کے ہے (یعنی باوجودیکہ) جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ (۱۳:۶) بیشک تیرا پروردگار صاحب مغفرت ہے لوگوں کے لئے باوجود ان کی زیادتیوں کے۔

اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰٓی اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ۔ کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو باوجودیکہ (دراں حالیکہ) مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے۔

= بِمَ۔ کس چیز کے ساتھ ب حرفِ جر اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا اور فتحہ کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا ہے تاکہ مَا استفہامیہ اور مَا موصولہ میں امتیاز ہو سکے۔ کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ۔ سو تم بشارت کس چیز کی دیتے ہو۔

۱۵:۵۵ = اَلْقٰنِطِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْقَانِطُ واحد قُنُوْطٌ مصدر (باب ضرب وسمع) خیر سے ناامید ہونے والے۔

۱۵:۵۶ = مَنْ يَّقْنَطُ۔ استفہام انکاری۔ کون ناامید ہوتا ہے۔ یعنی کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ قَنِطَ يَقْنَطُ۔ (باب سمع)

= الضَّآلُّوْنَ۔ ضَالٌّ کی جمع ہے ضَلٰلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ گمراہ۔ بہکے ہوئے

۱۵:۵۷ = خَطْبُكُمْ۔ تمہاری مہم۔ تمہارا کام۔ تمہارا معاملہ۔

= اَلْمُرْسَلُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ بھیجے ہوئے۔ فرستادہ

۱۵:۵۸ = اُرْسِلْنَآ۔ ماضی مجہول۔ جمع متکلم۔ ہم بھیجے گئے ہیں۔

= اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ۔ ای لِاِهلاكِ قوم مجرمین۔ ہم مجرم قوم کی طرف (بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو ہلاک کر دیں)

۱۵:۵۹ = اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ۔ سوائے خاندان لوط کے۔ اِلَّا۔ حرف استثناء۔ اٰلَ لُوْطٍ مستثنیٰ۔ اگر مستثنیٰ منہ قوم مجرمین ہو تو استثناء منقطع ہے کیونکہ خاندانِ لوط مجرمین میں سے نہ تھا۔ اور اگر مستثنیٰ منہ قوم لیا جاوے تو استثناء متصل ہے کیونکہ قوم لوط میں آلِ لوط بھی شامل ہے۔

(یعنی سوائے خاندان لوط کے کہ ان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔

= اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ۔ اِنَّا بیشک ہم۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

مُنَجُّوْ اسم فاعل جمع مذکر مُنَجِّیْ واحد اصل میں مُنَجِّیُوْنَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اور ی ثقل کی وجہ سے گر گئی۔ مُنَجُّوْ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کو بچانے والے۔ نجات دینے والے۔ مطلب یہ کہ ان کو ہم ضرور بچالیں گے۔

۱۵: ۶۰ = اِلَّا امْرَاَتَهٗ۔ سوائے اس کی بیوی کے۔ اس کا مستثنیٰ منہ آلَ لُوْطٍ (ضمیر ھم) ہے یعنی خاندانِ لوط کے سارے لوگوں کو ہم بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔

= قَدَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم تقدیر (تفعیل) مصدر۔ ہم نے طے کیا ہے۔

فرشتوں کا فعل کی نسبت اپنی طرف کرنا بدیں وجہ ہو سکتا ہے کہ قرب واختصاص کے پیش نظر مصاحب اکثر مالک کے حکم کو جمع متکلم کے صیغہ سے ظاہر کرتے ہیں مثلاً بادشاہ کا سفیر جب یہ کہے کہ ہمارا یہ موقف ہے تو اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ بادشاہ کا یہ موقف ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے۔ یا اس کا مطلب ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ بامر الٰہی ہم نے طے کیا ہے۔ اور اس قسم کی مثال سورۃ مریم میں ہے لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (۱۹: ۱۹) تاکہ میں تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں

= الْغٰبِرِيْنَ۔ پیچھے رہ جانے والے۔ جس طرح قافلہ گذر جاتا ہے اور غبار پیچھے رہ جاتا ہے (حضرت لوط کو جھوٹا سمجھنے والے کافر شہر سدوم میں باقی رہے اور خدا کے نبی اپنے ساتھیوں کو (آل لوط کو) لے کر شہر سے نکل گئے۔ پیچھے رہ جانے والے مورد عذاب الٰہی ہوئے اور تباہ ہو گئے۔ حضرت لوط کی بیوی بھی ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اور ان کے ساتھ ہلاک ہو گئی۔

قَدَّرْنَا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ ہم نے طے کر رکھا ہے کہ وہ ضرور پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گی

۱۵: ۶۲ = مُنْكَرُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ ناآشنا۔ اجنبی۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ اجنبی لوگ یا ایسے لوگ جن سے شر کا خوف ہو

۱۵: ۶۳ = بَلْ۔ بلکہ۔ بَلْ یہ لفظ اضراب کے لئے آتا ہے یعنی پہلی بات کی تکذیب اور اگلی بات کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ قَالُوْا بَلْ۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں (یعنی ہم اجنبی نہیں یا کسی شر سے نہیں آئے ہیں) بلکہ ......

= يَمْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِمْتِرَاءٌ (افتعال) وہ شک کرتے ہیں وہ متردد ہیں۔ مری مادہ ہے

۱۵: ۶۴ = بِالْحَقِّ۔ ان کافروں کے لئے یقینی عذاب۔ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ۔ ہم تیرے پاس ایک اٹل حقیقت لے کر آئے ہیں (یعنی ان کافروں کے لئے یقینی عذاب)

۱۵: ۶۵ = فَاَسْرِ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اَسْرِ تو رات کو لے کر چل۔ سَرٰى يَسْرِيْ (ضرب)

اور اَسْرٰی یُسْرِیْ (افعال) سَرْیَۃٌ وسُرْیَۃٌ و سِرَایَۃٌ رات کو سفر کرنا۔ اور سَرٰی ب واَسْرٰی ب۔ رات کو لے کر چلنا۔ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ سو رات کو اپنے گھر والوں کو لے کر چل دیں۔

= بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ رات کے کسی حصہ میں۔ رات کا آخری حصہ۔ رات کا سب سے تاریک حصہ

= اِتَّبِعْ۔ تو پیروی کر۔ تو پیچھے پیچھے چل۔ تو اتباع کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= اَدْبَارَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ادبار۔ اَدْبَارٌ دُبُرٌ کی جمع ہے اَدْبَارَھُمْ ان کی پیٹھیں۔ ان کے پیچھے۔

= لَا یَلْتَفِتْ فعل نہی واحد مذکر غائب اِلْتِفَاتٌ (افتعال) سے لَفْتٌ مادہ۔ پھیرنا۔ موڑنا لَا یَلْتَفِتْ اَحَدٌ کوئی پیچھے مڑکر نہ دیکھے۔ ثلاثی مجرد سے باب ضرب سے آتا ہے جیسے اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا (۱۰:۷۸) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ (جس راہ پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے) ہم کو پھیر دو۔

= اِمْضُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مَضٰی یَمْضِیْ (ضَرَبَ) مُضِیٌّ۔ مصدر۔ تم چلے جاؤ۔

= حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ

= تُؤْمَرُوْنَ۔ مضارع مجہول، جمع مذکر حاضر۔ (جہاں کا) تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

۱۵: ۶۶ = قَضَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم قَضَاءٌ مصدر۔ ہم نے بذریعہ وحی (اس کو) آگاہ کر دیا۔

= ذٰلِکَ الْاَمْرَ۔ اس امر سے۔ ہم نے یہ فیصلہ اس کو بھیج دیا۔

اَلْقَضَاءُ کے معنی قولاً یا فعلاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔

قَضٰی اِلٰی۔ قطعی طور پر اطلاع دینا۔

= دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

= مُصْبِحِیْنَ۔ اسم فاعل۔ صبح کرنے والے۔ صبح کرتے کرتے۔ صبح ہوتے ہی۔

ھٰٓؤُلَآءِ سے حال ہے

۱۵: ۶۷ = یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (استفعال) خوشیاں مناتے خوش خوش

۱۵: ۶۸ = ضَیْفِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرے مہمان۔ ضَیْفٌ اصل میں ضَافَ یَضِیْفُ کا مصدر ہے جس کے معنی کسی شخص کے پاس مہمان بن کر آنے کے ہیں۔ پھر مہمان ہی کو یہ نام دیا گیا۔ یہ واحد۔ تثنیہ۔ جمع کے لئے یکساں آتا ہے۔ اگرچہ کبھی اس کی جمع ضُیُوْفٌ

اور اَضْیَافٌ بھی آئی ہے۔ جیسے شعر ہے :۔

یَا ضَیْفَنَا لَوْ زُرْتَنَا لَوَجَدْتَنَا ۔ نَحْنُ الضُّیُوْفُ وَاَنْتَ رَبُّ الْمَنْزِلِ

= لَا تَفْضَحُوْنِ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم کی محذوف ہے فَضَحَ یَفْضَحُ (فتح) سے تم مجھے رسوا مت کرو، میری فضیحت مت کرو۔

۱۵ : ۶۹ = لَا تُخْزُوْنِ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر۔ خِزْیٌ مادہ۔ تم مجھے رسوا مت کرو۔

۱۵ : ۷۰ = اَوَلَمْ نَنْهَكَ ۔ الف استفہام انکاری کے لئے اور واو لعض کے نزدیک عبارت مقدرہ پر عطف کے لئے ہے۔ ای لم نتقدم الیك ولم ننھك عن ذٰلك۔ کیا ہم تمہیں پہلے نہیں کہہ چکے اور تمہیں اس سے منع کر چکے۔ لَمْ نَنْهَكَ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع متکلم۔ نَھٰی یَنْھٰی (فتح) سے۔ کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا تھا۔

= عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لوگوں سے یعنی دوسرے لوگوں کے پناہ دینے سے۔ دوسرے لوگوں کی مدافعت کرنے سے۔ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان حائل ہونے سے۔

۱۵ : ۷۲ لَعَمْرُكَ ۔ ل قسم کے لئے ہے۔ عَمْرُكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری جان کی قسم۔ تیری زندگی کی قسم۔

عَمْر و عُمْر ہم معنی لفظ ہیں لیکن قسم میں یہ اکثر مفتوح استعمال ہوتا ہے کیونکہ سہل الادا ہے

= سَكْرَتِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی مستی۔ ان کا نشہ۔ ان کی مدہوشی۔

= یَعْمَهُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَهٌ مصدر (باب فتح و سمع) سرگردانی۔ گمراہی میں حیرانی۔ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۔ تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشے میں سرگرداں مست ہیں اور بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) مدارک التنزیل میں ہے کہ یہ خطاب فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام سے تھا۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

= اَلصَّیْحَةُ ۔ صَاحَ یَصِیْحُ (ضرب) کا مصدر ہے بمعنی آواز بلند کرنا۔ دراصل یہ صَیْحٌ کے معنی آواز پھاڑنا کے ہیں اور یہ انْصَاحَ الثَّوْبُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کپڑا پھٹ گیا اور اس سے آواز نکلی۔ یہاں العذاب بطور حاصل مصدر استعمال ہوا ہے۔ بلند آواز۔ چیخ۔ ہولناک آواز

چنگھاڑ۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آیۃ ہذا میں بمعنی چنگھاڑ۔ سخت کڑک۔ ہولناک آواز۔ آیا ہے

= مُشْرِقِيْنَ۔ یہ اَخَذَتْهُمُ میں ضمیر هُمْ کا حال ہے۔ یعنی ان کو ایک ہولناک چنگھاڑ نے آلیا جبکہ وہ دن میں داخل ہو ہی رہے تھے۔ یعنی جبکہ سورج نکل ہی رہا تھا۔

۱۵: ۷۴ = عَالِيَهَا۔ عَالِيْ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ بلند۔ عُلُوٌّ سے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع قُرٰی قوم لوط۔ قوم لوط کی بستیاں۔

= سَافِلَهَا۔ سَافِلٌ سُفُوْلٌ سے اسم فاعل واحد مذکر مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔

= فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا۔ ہم نے ان بستیوں کو تہ و بالا کر دیا۔

= سِجِّيْلٍ۔ کنکر۔ کنکریلے پتھر۔

۱۵: ۷۵ = مُتَوَسِّمِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْمُتَوَسِّمُ واحد تَوَسُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اہل فراست۔ علامات سے اندازہ کرنے والے۔ نتیجے اخذ کرتے ہیں۔ اَلْوَسْمُ (باب ضَرَبَ) کے معنی داغ اور نشان لگانے کے ہیں اور سِمَةٌ علامت اور نشان کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ (۶۸: ۱۶) ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

۱۵: ۷۶ = مُقِيْمٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ قائم رہنے والا۔ دوامی۔ سَبِيْلٌ مُّقِيْمٌ ایسا راستہ جہاں بہت آمدورفت ہو۔

= اِنَّهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب قوم لوط کی بستیوں کے لئے ہے یہ سدوم اور عمورہ کے برباد شدہ شہر بحر لوط یا بحیرہ مردار کے جنوب مشرقی کنارے واقع تھے اور حجاز سے شام جاتے ہوئے یا عراق سے مصر جاتے ہوئے ان کی بربادیوں کے نشان آج بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵: ۷۸ = اِنْ۔ اِنَّ کا مخفف ہے

= اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ۔ اَيْكَةٌ۔ بن۔ جنگل۔ گھنا جنگل۔ درختوں کا جھنڈ۔ جنگل کے بسنے والے یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔

۱۵: ۷۹ = اِنْتَقَمْنَا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے انتقام لیا۔ ہم نے سزا دی۔

نَقِمَ۔ (ضَرَبَ۔ سَمِعَ) مِنْ۔ سزا دینا۔ وَنَقَمَ الْاَمْرَ عَلٰى فُلَانٍ وَمِنْ فُلَانٍ

فُلَانٍ۔ ملامت کرنا۔ عیب لگانا۔ مکروہ جاننا۔ جیسے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵:۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے

اِنْتَقَمَ ..... مِنْ۔ سزا دینا۔ بدلہ دینا۔ انتقام لینا (افتعال)

= اِنَّهُمَا۔ میں ضمیر تثنیہ مؤنث۔ قوم لوط اور اصحاب الایکہ (کی بستیوں) کی طرف راجع ہے۔ ہر دو قوم کی بستیاں یا ہر دو قومیں امام مبین پر واقع ہیں

= اِمَامٌ۔ الامام اس کو کہتے ہیں کہ جس کی اقتدار کی جاوے۔ ای من یؤتم بہ (جس کا قصد کیا جاوے) چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا اس کا قول وفعل ہو یا کتاب ہو۔ خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ چونکہ راستہ کا بھی قصد کیا جاتا ہے اسے بھی امام کہتے ہیں۔ اس کی جمع ائمۃ (افعالٌ سے افعلۃٌ) ہے

بِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔ موصوف صفت۔ کھلے راستہ پر۔ شاہراہ۔

۱۵:۸۰ = اَصْحٰبُ الْحِجْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حجر والے۔ حجر کے رہنے والے۔ تمام مفسرین کے نزدیک اور مؤرخین کے نزدیک اصحاب حجر سے مراد قوم ثمود ہے۔ لیکن مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تحقیق کے مطابق یہ قوم ثمود نہیں ہے بلکہ وہ نبطی ہیں جنہوں نے حجر کو اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اگرچہ قوم ثمود کا دار السلطنت بھی یہی شہر تھا۔ یہ شہر اس وادی میں ہے جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔

۱۵:۸۱ = مُعْرِضِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اعراض کرنے والے۔ رُخ پھیر لینے والے۔ منہ موڑنے والے۔

۱۵:۸۲ = یَنْحِتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کَانُوْا یَنْحِتُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ وہ تراشتے تھے۔ وہ تراش کر بنایا کرتے تھے۔ نَحْتٌ سے۔ (باب ضرب) کَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا۔ وہ پہاڑوں کو تراش گھر بنایا کرتے تھے۔

= اٰمِنِیْنَ۔ اٰمِنٌ کی جمع ہے۔ بے خوف۔ مطمئن۔ دلجمعی۔ یَنْحِتُوْنَ سے حال ہے یعنی درآں حالیکہ وہ اپنے آپ کو بے خوف ومطمئن محسوس کرتے تھے۔ (اس امر کی دلجمعی محسوس کرتے تھے کہ پہاڑوں میں ان کے مکانات چوری چکاری۔ اعدار۔ عذاب الٰہی سے ان کو بچائے رکھیں گے)

۱۵:۸۳ = الصَّیْحَةُ۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۵:۷۳

۱۵:۸۵ = اِصْفَحْ۔ صَفْحٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔ تو درگذر کر۔ تو کنارہ کشی کر (باب فتح)

الصفح الجمیل۔ ایسی کنارہ کشی، ایسا در گذر کہ اس میں غم و تردّد یا شکوہ شکایت نہ ہو۔
۱۵: ۸۷ = مَثَانِیَ ۔ جمع منصوب ۔ نکرہ ۔ مَثْنٰی واحد ثِنْیٌ یا ثَنَاءٌ مصدر ثِنْیٌ کا معنی دوہرا کرنا ۔ تکرار کرنا اعادہ کرنا ۔ چھانٹ لینا ۔ اور ثناء کا معنی بار بار کسی کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا ۔
یہ مَثَانِیَ اس لئے ہے کہ نماز میں بار بار اس کی تکرار کی جاتی ہے یا یہ مَثَانِیَ اس لئے کہ اللہ کی ذات وصفات اور اسماء حسنٰی کی ثناء ہے اور یہ ثناء بار بار دہرائی جاتی ہے
سبعًا مِنَ الْمَثَانِیْ بار بار دوہرائی جانے والی آیات میں سے سات ۔
اکثریت کی رائے ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کی سات آیات ہیں اور اس کی تلاوت نہ صرف بہ تکرار ہر نماز میں ہر رکعت میں کی جاتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اکثر لبطور ورد دعا پڑھی جاتی ہے
۱۵: ۸۸ = لَا تَمُدَّنَّ ۔ فعل نہی با نون ثقیلہ واحد مذکر حاضر ۔ تو لمبا نہ کر ۔ تو نظر نہ اٹھا ۔ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ تو ہرگز آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ ۔ مَدَّ یَمُدُّ (باب نصر) اَلْمَدُّ سے جس کے معنی لمبائی میں کھینچنے اور بڑھانے کے ہیں ۔ جب آنکھوں کے لئے اس کا استعمال ہو تو معنی نظر اٹھانے کے آتے ہیں ۔
= مَتَّعْنَا بِہٖ ۔ ماضی جمع متکلم مَتَّعَ (تفعیل) مال ومتاع دینا ۔ مَتَّعْنَا بِہٖ ۔ ہم نے جس مال و متاع سے (ان میں سے بعض کو) نوازا
= اَزْوَاجًا ۔ اَصْنَافًا ۔ مختلف اصناف کے لوگ ۔ مختلف قسم کے لوگ ۔
= مِنْهُمْ ۔ ای من الکفار کالیھود والنصارٰی ۔ یعنی کفار میں سے مختلف لوگوں یعنی یہود و نصارٰی کو جو مال و متاع ہم نے دے رکھا ہے ۔
آیت (۲۰: ۱۳۱) میں بھی انہی معنوں میں یہ جملہ استعمال ہوا ہے اَزْوَاجٌ بمعنی اقسام ۔ آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا (۳۶: ۳۶) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر قسم کی چیزیں پیدا کیں ۔ میں بھی آیا ہے ۔
المفردات میں ہے اَلزَّوْجُ ۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو ۔ متصل و قریب ہو) وہ زوج کہلاتی ہے ۔ قرآن میں آیا ہے وَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (۷۵: ۳۹) اور (آخر کار) اس کی دو قسمیں کیں یعنی (مرد اور عورت ۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور ان پر غم نہ کیجئے (۱) بوجہ ان کے ایمان نہ لانے کے۔ یا (۲) بوجہ ان کے مالدار ہونے کے۔

= اِخْفِضْ۔ خَفَضَ۔ يَخْفِضُ (ضَرَبَ) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو جھکا دے۔ تو نیچے کر دے خَفْضٌ سے جو رَفْعٌ کی ضد ہے بمعنی نیچے کرنا۔ جھکا دینا۔ جیسے قرآن میں آیا ہے خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (۵۶: ۳) قیامت کسی کو پست کرے اور کسی کو بلند۔ اس کے معنی نرم رفتاری اور سکون وراحت کے بھی آتے ہیں۔

= جَنَاحَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جَنَاحٌ۔ بازو، پرندہ کا پر۔ کسی شے کی جانب اور پہلو۔ بازو اور ہاتھ۔ اس کی جمع اَجْنِحَةٌ ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ اور تو جھکائے اپنا بازو یا پر۔ مطلب یہ کہ نرم برتاؤ کرو۔

۱۵: ۸۹ = اَلنَّذِيْرُ۔ کا مفعول عذاب ہے جو کہ محذوف ہے۔ اور اگلی آیت میں كَمَا اَنْزَلْنَا اس مفعول محذوف کی صفت ہے۔

یعنی میں واضح طور پر تم کو ڈراتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو خدا کا عذاب تم پر نازل ہوگا مثل اس عذاب کے جو ہم نے (ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے) المقتسمین پر نازل کیا تھا۔

۱۵: ۹۰ = اَلْمُقْتَسِمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِقْتِسَامٌ (افتعال) سے۔ بانٹ لینے والے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ یعنی اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو ماننے والے اور بعض کو نہ ماننے والے۔ بعض کے نزدیک وہ بارہ یا سولہ اشخاص تھے جن کو ولید بن مغیرہ نے حج کے دنوں میں مکہ کی طرف آنے والے مختلف راستوں اور گھاٹیوں پر متعین کر دیا تھا۔ اور جو باہر سے آنے والوں کو بدظن کیا کرتے تھے کہ خبردار اس شخص کے فریب میں نہ آنا جس نے ہم میں سے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔

ان کو مقتسمین اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے راستے آپس میں بانٹ رکھے تھے۔ اور یہ لوگ جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یا جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے۔

یا اس کے معنی حلف اٹھانے والوں کے ہیں (قسم سے) یعنی وہ دشمنان اسلام جنہوں نے باہم سازش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں حلف اٹھائے تھے۔ اور جو قرآن کے ان حصوں کو جو ان کی مرضی کے مطابق ہوتے تھے لے لیتے تھے اور جو حصے وہ ناگوار پاتے تھے ان سے انکار کر دیتے تھے

۱۵: ۹۱ = یہ آیت المقتسمین کی صفت ہے

= عِضِيْنَ۔ پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ یہ العِضَةُ سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا ٹکڑا۔ اس کی جمع عِضُوْنَ وعِضِيْنَ ہے اسی سے العُضْوُ اور العِضْوُ ہے جس کا معنی ہیں بدن کا ایک حصہ

یا ٹکڑا۔ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ یعنی کسی نے کہا کہ جادو ہے اور کسی نے کہا کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بعض باتیں مان لیں اور بعض کا انکار کر دیا۔

۱۵:۹۲ = فَوَرَبِّكَ ۔ واؤ قسم کے لئے ہے تیرے رب کی قسم۔ انس و محبت اور التفات کے اظہار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ محبوب کا نام یا اس کی اضافت قسم میں شامل کر لیتے ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آیا ہے کہ جب انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تو کہا کرتیں وَرَبِّ مُحَمَّدٍ یعنی محمد کے رب کی قسم۔ اور جب ناراضگی کا اظہار منظور ہوتا تو کہتیں وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ۔ یعنی ابراہیم کے رب کی قسم۔

قرآن میں یہ طرزِ خطاب کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس آیت کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات پر بھی طرز اختیار کیا گیا ہے۔

(۱) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (۴: ۶۵) سو تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ آپس کے جھگڑے میں تجھے حَکَم نہ بنالیں۔

(۲) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ (۱۹: ۶۸) سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم ضرور ان کو جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی۔

اسی طرح آیۃ ذیل میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کی قسم کھائی ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ (۱۵: ۷۲) تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشے میں مست ہیں اور بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔

۱۵:۹۴ = اِصْدَعْ۔ صَدَعَ يَصْدَعُ (فتح) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو کھول کر سنا دے۔ صَدْعٌ کے معنی ٹھوس اجسام مثلاً شیشہ لوہا وغیرہ میں شگاف کرنے یا شگاف پڑجانے اور اس کے شق کرنے یا شق ہو جانے کے ہیں۔ ر باب فتح و تفعیل ہر دو سے فعل متعدی آتا ہے اور باب انفعال اور باب تفعّل سے لازم آتا ہے۔ کھل جانا اس کے مفہوم میں داخل ہے اسی اعتبار سے کسی بات کے کھلم کھلا کہنے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اسی سے محاورہ ہے صَدَعَ الْاَمْرَ اس نے بات کو واضح اور ظاہر کر دیا۔ پھٹنے اور شق ہو جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶: ۱۲) اور قسم ہے پھٹ جانے والی زمین کی۔

= اَعْرِضْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو کنارہ کشی کر۔ تو منہ پھیر لے۔ اِعْرَاضٌ مصدر۔

۱۵:۹۵ = اِنَّا كَفَيْنٰكَ ۔ تحقیق ہم کافی ہیں تیرے لئے (بمقابلہ تمسخر کرنے والوں کے) یعنی وہ

آپ کو گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

۱۵: ۹۶ = اَلَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ۔ یہ مُسْتَھْزِئِیْنَ کی صفت ہے یا مبتدا ہے فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اس کی خبر ہے۔

یعنی یہ تمسخر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بھی قرار دیتے ہیں۔

آیت ۹۵ : ۹۶ کا ترجمہ ہوگا:۔

تیری طرف سے ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جنہوں نے دین سے تمسخر کرنا اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے اور اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں ہم کافی ہیں۔ وہ اپنے انجام کو جلدی ہی جان لیں گے۔

۱۵: ۹۷ = یَضِیْقُ صَدْرُکَ۔ ضَاقَ یَضِیْقُ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب ضِیْقٌ مصدر۔ تیرا دل تنگ پڑتا ہے۔ تیرے دل کو کوفت ہوتی ہے۔

۱۵: ۹۹ = الْیَقِیْنُ۔ موت۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰٓی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ (۷۴: ۴۷) یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی۔

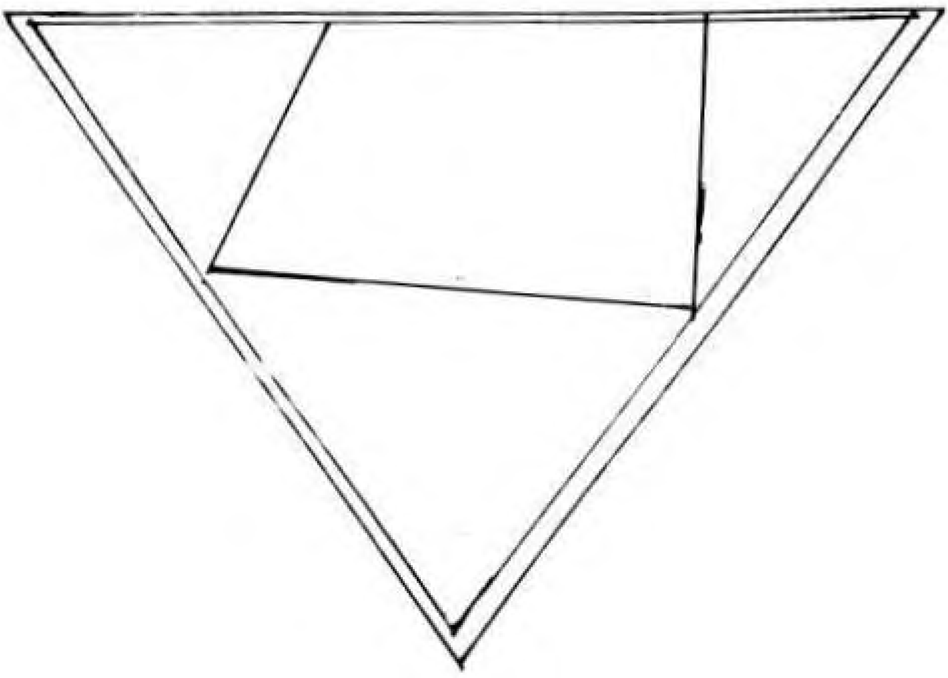

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱٦) سُوْرَۃُ النَّحْلِ (۷۰)

= اَتٰی۔ اَتٰی یَاْتِیْ اِتْیَانٌ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے اور ایسی متعدد مثالیں قرآن مجید میں ہیں۔ قطعی طور پر وقوع پذیر ہونے والی اور قریب ہونیوالی بات کو ماضی کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا سمجھو کہ یہ بات ہو ہی چکی۔

اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ۔ اللہ کا حکم آن ہی پہنچا۔ (یعنی بہت جلد آنے والا ہے اور ضرور بالضرور آئیگا)

= اَمْرُ اللّٰہِ۔ خدا کا حکم۔ اس سے مفسرین نے متعدد معانی مراد لئے ہیں

(۱) امر سے مراد سزائے کفر و شرک کا حکم ہے۔ یہ سزا (عذاب) دنیوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی

(۲) اس سے مراد روز قیامت ہے۔

(۳) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مسلمانوں کو فتح و ظفر ہوگی۔ اور مشرکین شکست و ہزیمت بربادی و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔

= لَا تَسْتَعْجِلُوْہُ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَمْرُ اللّٰہِ کی طرف راجع ہے تم اس کی جلدی (وقوع پذیر ہونے کے لئے بیتابی) مت کرو۔

عُجْلَۃٌ سے باب استفعال جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ باب استفعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت طلب ماخذ ہے جیسے استغفر اس نے مغفرت مانگی۔ اِسْتَعْجَلَ اس نے عجلت چاہی۔

= یُنَزِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَنْزِیْلٌ۔ مصدر باب تفعیل وہ نازل کرتا ہے۔ یعنی اللہ نازل کرتا ہے۔

= بِالرُّوْحِ۔ روح کے ساتھ۔ روح بمعنی وحی یا قرآن۔ کیونکہ ہر دو دین میں بمقام روح فی الجسد کے ہیں (جیسے جسد انسانی میں روح) اور ہر دو جہالت و کفر سے مردہ دلوں کو زندگی بخشتے ہیں۔

= عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ اپنے بندوں میں سے وہ جن پر چاہتا ہے (اپنے حکم سے وحی دے کر فرشتوں کو بھیجتا ہے)

= اَنْ اَنْذِرُوْا۔ یہ اَلرُّوْح کا بدل ہے یعنی مقصود وحی لوگوں کو اس کی وحدانیت میں کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے ڈرانا ہے یا خبردار کرنا ہے۔

اَنْذِرُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم ڈر سناؤ۔ تم ڈراؤ۔ تم خبردار کرو۔ تم آگاہ کرو، اِنْذَارٌ ایسا اعلان جس میں خوف بھی ملا ہوا ہو۔

= اَنَّهٗ۔ ضمیر شان۔ (اگر جملہ سے پہلے ضمیر غائب بغیر مرجع کے واقع ہو تو اگر وہ ضمیر مذکر کی ہے تو اس کو ضمیر شان کہتے ہیں اور اگر مؤنث کی ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ والمعنی یقول اللہ تعالیٰ بواسطۃ الملائکۃ لِمَنْ یشاء من عبادہٖ (ای رسلہ) اعلموا الناس قولی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ یعنی خداوند تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو فرماتا ہے کہ لوگوں کو میرے اس قول سے خبردار کردو کہ کوئی معبود نہیں سوائے میرے۔

- فَاتَّقُوْنِ۔ ف نتیجہ کے لئے ہے اِتَّقُوْنِ مجھ سے ڈرو۔

اِتَّقُوْا فعل امر۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ۔ ی واحد متکلم محذوف ہے یعنی جب میں ہی معبود ہوں تو صرف مجھی سے ڈرو۔

۱۶: ۳ = تَعٰلٰی۔ وہ برتر ہے۔ وہ بلند ہے تَعَالِیٌ سے (باب تفاعل) لیکن باب تفاعل کا استعمال تکلف و تخیل کے لئے نہیں بلکہ یہ ابتدار کی صورت ہے۔ جیسے تَبَارَكَ اللّٰهُ (خدا تعالیٰ بہت بابرکت ہے) باب تفاعل کے خواص میں سے تخییل ہے یعنی دکھاوے کے لئے حصول ماخذ کو اپنے میں دکھانا۔ جیسے تَمَارَضَ زَیْدٌ زید نے دکھاوے کے لئے اپنے تئیں بیمار بنایا۔

۱۶: ۴ = نُطْفَةٍ۔ اسم مفرد۔ صاف پانی۔ مراد نطفہ انسانی۔

= فَاِذَا۔ بعض کے نزدیک ظرف زمان ہے۔ سیبویہ کے نزدیک ظرف مکان ہے اہل کوفہ کے نزدیک حرف ہے اکثر شرط پر آتا ہے۔ اور مستقبل کے معنی دیتا ہے (بطور ظرف زمان) حرف مفاجات (کسی چیز کا اچانک پیش آنا) کی صورت میں زمانہ حال کے معنی دیتا ہے۔ یہاں اسی معنی میں آیا ہے بطور حرف مفاجات۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی (۲۰: ۲۰) پس اس نے اسے ڈال دیا اور وہ دوڑتا ہوا ایک سانپ بن گیا۔

پس اِذَا کے معنی ہوئے۔ جب۔ اسوقت۔ ناگہاں۔

= خَصِیْمٌ۔ خَصْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سخت جھگڑالو۔ اَخْصَامٌ۔ خُصَمَآءُ، خُصْمَانٌ۔ جمع

۱۶ : ۵ = اَلْاَنْعَامَ ۔ مولیشی۔ بھیڑ بکری۔ گائے ۔ اونٹ ۔ مولیشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ اس میں اونٹ شامل نہ ہو۔ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے۔

اَلْاَنْعَامَ ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے کہ اس کا فعل محذوف ہے یا بوجہ اَلْاِنْسَانَ (آیت ۴ مذکورہ) پر عطف ہونے کے۔ ای خلق الا نسان والانعام۔

= دِفْءٌ ۔ جاڑے کی پوشاک۔ گرمی کا اسباب ۔ اجزا اول ۔ اَدْفَاءٌ جمع ۔ دِفْءٌ کے اصل معنی گرمی یا حرارت کے ہیں اور یہ بَرْدٌ (سردی) کی ضد ہے۔ یہاں دِفْءٌ بمعنی جاڑے کا سامان ہے ۔ جاڑے کی سردی سے بچاؤ کے لئے گرم سامان ۔ سرمائی پوشش (غلاف البرد) از قسم دوشالہ ، شال ، پوستین ۔ کمبل دُھسے وغیرہم۔

آیت ہذا میں خَلَقَهَا کے بعد ج کا وقف ہے جو کہ وقف جائز ہے ۔ یعنی یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اور نہ ٹھہرنا جائز ہے ۔ اگر خلقھا کے بعد وقف کیا جائے تو وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا الگ ہوگا اور لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ الگ نیا جملہ ہوگا ۔ اور ترجمہ ہوگا: اور اس نے چوپایوں کو پیدا کیا ۔ ان سے تم کو گرم لباس اور دیگر فوائد حاصل ہیں ۔ اور اگر وقف نہ کیا جائے تو لام اجلیہ ہوگا (یعنی سبب تخلیق) اور والانعام خلقھا لکم ایک جملہ مکمل ہو کر فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ ۔ الگ جملہ مستانفہ ہوگا ۔ اور ترجمہ ہوگا ۔ اور اس نے چوپایوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ان سے (حاصل ہوتے ہیں) گرم لباس و دیگر فوائد۔

۱۶ : ۶ = جَمَالٌ ۔ رونق ۔ جمال ۔ زیب وزینت ۔ وجاہت ۔

= تُرِيْحُوْنَ ۔ روح (مادہ) سے مشتق ہے یہ مادہ کثیر المشتقات ہے ۔ تُرِيْحُوْنَ المراوحۃ سے ہے جس کے معنی دو کاموں کو باری باری کرنے کے ہیں ۔ استعارہ کے طور پر رَوَاحٌ سے شام کو آرام کرنے کا وقت مراد لیا جاتا ہے ۔ اور اسی سے کہا جاتا ہے ۔ اَرَحْنَا اِبِلَنَا ۔ ہم نے اونٹوں کو آرام دیا (یعنی باڑے میں لے آئے ۔ مُرَاحٌ باڑہ) اَرَاحَ يُرِيْحُ اِرَاحَةٌ (افعال) اونٹوں کو بوقت شام باڑہ میں لانا ۔ تُرِيْحُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم شام کو چوپایوں کو باڑے میں واپس لے آتے ہو۔

= تَسْرَحُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم صبح کے وقت چرانے لے جاتے ہو ۔ سَرْحٌ سے السَّرْحُ ایک قسم کا پھل دار درخت ہے اس کا واحد سَرْحَةٌ ہے سَرَحْتُ الْاِبِلَ کے اصل معنی تو اونٹ کو سرح ، درخت چرانے کے ہیں بعد میں چراگاہ میں چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔

حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۔ جب تم صبح کو جنگل میں (چوپایوں کو) چرانے کے لئے لے جاتے ہو۔
سَارِحٌ اونٹوں کو چرانے والا چرواہا۔

آیت ہٰذا میں چوپایوں کو شام کے وقت واپس لانے کو پہلے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت وہ سیر شکم ہونے کے باعث زیادہ بارونق دکھائی دیتے ہیں۔

۱۶ : ۷ = لَمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ۔ جہاں تک تم نہیں پہنچ سکتے۔ بٰلِغِيْهِ مضاف مضاف الیہ۔ بٰلِغِيْ اصل میں بَالِغِيْنَ تھا۔ ن جمع بسبب اضافت حذف ہو گیا۔ بُلُوْغٌ مصدر۔

= شِقِّ الْاَنْفُسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جانی مشقت۔ جانی دشواری۔ شِقٌّ بمعنی مشقت جانکاہی۔

۱۶ : ۸ = وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ۔ (گھوڑے۔ خچر۔ گدھے) ان تینوں کا عطف اَلْاَنْعَامَ پر ہے۔ ای وخلق الخيل والبغال والحمير۔

= زِيْنَةً۔ یا تو مفعول لہٗ ہے اور ترجمہ ہوگا۔ کہ تم سوار ہو ان پر زینت کے لئے۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف لِتَرْكَبُوْهَا پر ہے (ان کو پیدا کیا) کہ تم ان پر سوار ہو اور (ان کو پیدا کیا) زینت کے لئے بھی۔

۱۶ : ۹ = عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ کے ذمہ ہے قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ ای بیان الطریق القاصد المستقیم۔ سیدھے مستقیم راستے کی واضح نشاندہی کر دینا۔ یعنی سیدھے راستہ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعہ سے لوگوں پر واضح کر دینا اللہ کے ذمہ ہے اور اس ذمہ داری کو وہ وحی کے ذریعہ سے اپنے رسولوں کی وساطت سے پورا کر دیتا ہے۔

قَصْدٌ۔ اسم مصدر و مصدر ہے بمعنی فاعل۔ سیدھا جانیوالا راستہ۔ یعنی سیدھا راستہ جَائِرٌ کی ضد ہے۔ قَصْدٌ (باب افتعال) سے بمعنی اعتدال اور افراط و تفریط کے درمیان۔ میانِ راہ کے معنی دیتا ہے۔

السَّبِيْل اسم جنس ہے۔

بعض نے وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ کا ترجمہ کیا ہے: اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے (عَلٰی کو اِلٰی کے معنی میں لیا ہے۔

= وَمِنْهَا جَائِرٌ۔ اور بعضی راہ کج اور ٹیڑھے بھی ہیں۔ (جو حق تک نہیں پہنچاتے)

جَائِرٌ جَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ جَوْرٌ کے معنی راہ سے ہٹنے اور کج ہونے کے ہیں۔ جَائِرٌ وہ راستہ جو کج ہو اور حق تک نہ لیجائے۔

۱۶ : ۱۰ = مِنْهُ شَرَابٌ۔ اس سے پانی پینے کو ملتا ہے (وَمِنْهُ شَجَرٌ اور اس سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔

= تُسِیْمُوْنَ ۔ اَسَامَ یُسِیْمُ اِسَامَۃٌ (افعال) سے جمع مذکر حاضر۔ تم چراتے ہو۔ السَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزار سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ پھر کبھی صرف ذہاب یعنے چلے جانا کے معنی ہوتے ہیں جیسے سَامَتِ الْاِبِلُ (اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے) اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے سُمْتُ کَذَا۔ (میں نے اسے فلاں کو تکلیف دی) اور اسی سے ہے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ (۲:۴۹) وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے۔ (باب نصر) باب افعال، تفعیل سے اَسَمْتُ وَسَوَّمْتُ الْاِبِلَ میں نے اونٹوں کو چرنے کے لئے بھیجا۔ باب افعال ہی سے ہے تُسِیْمُوْنَ ۔ تم چراتے ہو یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

۱۶ : ۱۱ = یُنْبِتُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْبَاتٌ اِفْعَالٌ سے وہ اگاتا ہے ۔

= بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَاء ہے جو کہ سابقہ آیت میں ہے ۔

= الزَّرْعَ ۔ زَرَعَ یَزْرَعُ (فتح) سے مصدر ہے اس کے اصل معنی انباتٌ یعنے اگانے کے ہیں۔ لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول مَزْرُوْعٌ آیا ہے یعنی کھیتی۔ اسی معنی میں اور جگہ آیا ہے فَنُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا۔ (۳۲:۲۷) پھر ہم اس (پانی) کے ذریعہ سے کھیتی نکالتے ہیں۔

زَرْعٌ کے اصل معنی اگانے کے ہیں جو بونے سے مختلف ہے۔ جیساکہ ارشاد باری ہے کہ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (۵۶:۶۴) بھلا بتاؤ تو کہ جو تم بوتے ہو کیا اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

= یَتَفَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَفَکُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۱۶ : ۱۲ = مُسَخَّرَاتٌ ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث مُسَخَّرَۃٌ واحد۔ تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ زیر تسخیر۔ مغلوب۔ تابع فرمان۔

ابواب ثلاثی مجرد سے باب سَمِعَ سے بمعنی ٹھٹھا کرنا کے آتا ہے

۱۶ : ۱۳ = وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ اس جملہ کا عطف اَلَّیْلَ آیۃ ۱۲ پر ہے۔ ای وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا ذَرَاَ لَکُمْ ۔ یا اس کا فعل محذوف ہے ای خلق وَاَبْدَعَ ۔ ذَرَاَ یَذْرَاُ (باب فتح) ذَرْءٌ۔ مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔

وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ (اور اس نے ان چیزوں کو بھی پیدا کیا یا مسخر بنایا) جن کو اس نے تمہارے (فائدے کے لئے زمین پر پھیلا دیا۔

= مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ۔ یہ حال ہے فعل محذوف کا۔ اَلْوَانُهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْوَانٌ جمع لَوْن کی جس کے معنی رنگ کے ہیں۔ کبھی اَلْوَانٌ سے مراد کسی چیز کے انواع و اقسام بھی مراد ہوتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے اَلْوَانٌ مِّنَ الطَّعَامِ قسم قسم کے کھانے۔

یہاں مختلف النوع اور مختلف اللون مراد ہو سکتے ہیں۔

= یَذَّکَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ای یتعظون۔ نصیحت پکڑتے ہیں تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔

۱۶: ۱۴ = طَرِیًّا تروتازہ۔ طَرَاوَۃٌ سے جس کے معنی تروتازہ ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= تَسْتَخْرِجُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَسْتَخْرِجُوْنَ تھا نون اعرابی (لام محذوف) حرف عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ تم نکالتے ہو استخراج (باب استفعال) سے۔

= حِلْیَۃً۔ بمعنی زیور۔ حَلِیَ یَحْلٰی (باب سمع) آراستہ ہونا۔ عورت کا زیور پہننا۔ وَحَلّٰی یُحَلِّیْ تَحْلِیَۃً (تفعیل) عورت کو زیور پہنانا۔ عورت۔ کے لئے زیور بنانا۔ یُحَلَّوْنَ فِیْھَا اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ۔ (۱۸: ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

حَلْیٌ زیورات حُلِیٌّ زیورات۔

= تَلْبَسُوْنَھَا۔ تم جسے پہنتے ہو۔ تم اس کو پہنتے ہو۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب حِلْیَۃٌ کی طرف راجع ہے

= مَوَاخِرَ۔ صیغہ صفت جمع مَاخِرَۃٌ۔ مَاخِرٌ واحد مَخْرٌ و مَخُوْرٌ مصدر۔ باب فتح۔ پانی کو چیرنے والی کشتیاں۔

مَخَرَ یَمْخَرُ (فتح) مَخَرَ یَمْخُرُ (نصر) مَخْرٌ و مُخُوْرٌ کشتی کا پانی کو آواز کے ساتھ چیرنا سمندر کو چیر کر چلنے والی کشتی کو سَفِیْنَۃٌ مَاخِرَۃٌ کہتے ہیں

= وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ۔ تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ لام حرف عامل، گر گیا۔ تاکہ تم اس کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔

(۱) جملہ کا عطف تَسْتَخْرِجُوْا پر ہے

(۲) یا اس کا عطف علت محذوف پر ہے۔ ای لتنتفعوا بذٰلک ولتبتغوا (تاکہ تم اس سے استفادہ کرو اور تلاش کرو.....)

(۳) یا یہ متعلق فعل محذوف ہے ای فعل ذٰلک لتبتغوا۔ اس نے ایسا کیا تاکہ تم تلاش کرو... ...) فضل قرآن مجید میں مختلف معانی میں آیا ہے یہاں مراد رزق روزی ہے۔

۱۶: ۱۵ = اَلْقٰی ۔ اِلْقَاءٌ (اِفعالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے ڈالا۔

= رَوَاسِیَ ۔ رُسُوٌّ ۔ مصدر رَسَا الشَّیْءُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴: ۱۳) اور بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ اونچے اونچے پہاڑوں کو بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے رواسی کہا گیا ہے۔

لہٰذا رَوَاسِیَ بمعنی اونچے اونچے پہاڑ۔ بندرگاہ کو مَرْسٰی (اسم ظرف مکان) اس واسطے کہتے ہیں کہ یہاں بھی جہاز اور کشتیاں آکر ٹھہر جاتی ہیں۔

رَوَاسِیَ رَاسِیَةٌ کی جمع ہے۔ پہاڑ۔

= تَمِیْدَ ۔ مَادَ یَمِیْدُ مَیْدٌ (باب ضرب) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ہلتی ہے وہ جھکتی ہے۔ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ ای لِئَلَّا تَمِیْدَ بِکُمْ کہ وہ تم کو لے کر نہ ڈگمگائے نہ ڈولے (یہ زمین کی اضطراری و اضطرابی حرکت مراد ہے)

= اَنْھٰرًا ۔ کا عطف رَوَاسِیَ پر ہے اور سُبُلًا کا عطف اَنْھٰرًا پر ہے۔

۱۶: ۱۶ = وَعَلٰمٰتٍ ۔ اس کا عطف سُبُلًا پر ہے۔ ای وجعل العلامات اور اس نے مختلف علاماتِ راہ از قسم ٹیلے۔ پہاڑ۔ درخت۔ چشمے وغیرہ پیدا کئے تاکہ راہنمائی کریں۔ اسی طرح ستاروں کی راہنمائی بذریعہ مخصوص ستاروں کے جن کو دیکھ کر رات کے وقت مسافر راہ تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً قطب ستارہ۔ ثریا۔ بنات النعش۔ الجدی وغیرہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَھْتَدُوْا بِھَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۶: ۹۷) اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ یہاں النجم بطور اسم جنس آیا ہے۔

۱۶: ۱۸ = تَعُدُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعُدُّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ عَدٌّ مصدر۔ عَدَّ یَعُدُّ (باب نصر) اِنْ تَعُدُّوْا اگر تم شمار کرنے لگو۔ اگر تم گننے لگو تو ان کو گن نہ سکو گے۔

۱۶: ۱۹ = مَا تُسِرُّوْنَ ۔ جو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ آشکار کرتے ہو۔ اِعْلَانٌ سے۔

۱۶: ۲۰ = وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا میں یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ صفت ہے اَلَّذِیْنَ کی۔ یعنی وہ (معبودانِ باطل) جن کو (مشرکین) اللہ کے سوا

پکارتے ہیں۔ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے۔

۱۶: ۲۱ = اَیَّانَ۔ کب۔ مَتٰی کے قریب المعنی ہے بعض کے نزدیک یہ اصل میں اَیُّ اَوَانٍ تھا۔ (کونسا وقت ہے) الف کو حذف کرکے واؤ کو یار کیا پھر یار کو یار میں مدغم کیا۔ اَیَّانَ بن گیا۔

= یُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ بَعْثٌ مصدر

۱۶: ۲۲ = مُنْكِرَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اِنْكَارٌ مصدر مُنْكِرٌ واحد مذکر۔ یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔ انکار کرنے والے۔

= مُسْتَكْبِرُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر مُسْتَكْبِرٌ واحد اِسْتِكْبَارٌ (اِستِفعَالٌ) سے مصدر۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔ مغرور۔

۱۶: ۲۳ = لَاجَرَمَ۔ بے شک۔ یقیناً ضرور۔ حقًّا

۱۶: ۲۴ = مَاذَا۔ کیا ہے یہ؟ کیا چیز ہے؟

مَاذَا کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے کوئی لبسیط (غیر مرکب) اور کوئی اس کو مرکب کہتا ہے۔ بسیط کہنے والوں میں سے بعض قائل ہیں کہ مَاذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے اور اَلَّذِیْ کا ہم معنی یا پورا حرف استفہام ہے۔

مرکب کہنے والے کہتے ہیں کہ مَاذَا مرکب ہے مَا استفہام اور ذا موصولہ ہے۔ جیسے آیت ہذا یاآیت یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ۔ (۲: ۲۱۹) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا زائدہ ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا استفہامیہ اور ذا زائدہ ہے

= اَسَاطِیْرُ۔ اُسْطُوْرَةٌ کی جمع ہے جیسے اُدْحُوْحَةٌ کی جمع اَدَاحِیْحُ۔ اور اُحْدُوْثَةٌ کی جمع اَحَادِیْثُ ہے۔ اَسَاطِیْرُ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسطورہ کہلاتی ہے۔

اَلسَّطْرُ وَالسَّطَرُ قطار کو کہتے ہیں خواہ کتاب کی ہو یا درختوں کی یا آدمیوں کی۔ سَطَرَ فُلَانٌ كَذَا کے معنی ایک ایک سطر کرکے لکھنے کے ہیں۔

کِتٰبٌ مَّسْطُوْرٌ۔ لکھی ہوئی کتاب۔ سَطْرٌ کی جمع سُطُوْرٌ ہے جیسے عَیْنٌ کی جمع عُیُوْنٌ اسی سے مُسَیْطِرٌ بمعنی نگہداشت کرنے والا۔ وارد ہے یہ تَسَیْطَرَ فُلَانٌ عَلٰی كَذَا وَسَیْطَرَ عَلَیْهِ كَذَا۔ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کی حفاظت کے لئے اس پر سطر کی طرح سیدھا کھڑا ہونے کے ہیں۔

۱۶: ۲۵ = لِیَحْمِلُوْا میں لام تعلیل کا ہے یَحْمِلُوْا یَحْمِلُوْنَ تھا۔ لام حرف عامل سے نون اعرابی

گر گیا۔ (بوجہ اس کے) یا نتیجۃً وہ اٹھائیں گے۔
= اَوْزَارَهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ اپنے بوجھ۔ وِزْرَةٌ کی جمع۔
= وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی بوجھ میں سے کچھ۔ بعض حصہ۔
= يُضِلُّوْنَهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ يُضِلُّوْنَ کا فاعل وہ کفار ہیں جن کا ذکر اوپر چل رہا ہے اور هُمْ ضمیر مفعول کا مرجع اَلَّذِيْنَ اسم موصول ہے۔ یعنی قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا مکمل بوجھ اٹھائیں گے اور کچھ ان لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے جن کو یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں۔
= بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ فاعل کا حال بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ وہ ہوگا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اور مفعول کا بھی حال ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور کچھ ان جاہلوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں وہ گمراہ کر رہے ہیں۔
= اَلَا۔ خبردار۔ دیکھو۔ سن لو۔ جان لو۔
= سَآءَ۔ سَاءَ يَسُوْءُ سَوْءٌ (باب نصر) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ فعل ذم ہے۔ برا ہے۔ (کتنا برا ہے)

۱۶: ۲۶ = مَكَرَ۔ اس نے (یہاں بمعنی جمع۔ انہوں نے) خفیہ تدبیر چلی۔
= الْقَوَاعِدَ۔ اس کی بنیادیں۔ اس کی واحد القاعدۃ ہے۔ جس چیز کسی چیز کا قعود ہو یعنی قیام ہو۔ وہ قاعدہ ہے۔ الْقَوَاعِدُ۔ بمعنی عمر رسیدہ عورتیں ہو تو اس کا واحد القاعد ہے جیسے کہ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ (۲۴: ۶۰) عورتوں میں سے بڑی بوڑھی عورتیں ہیں۔
= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) خَرٌّ مصدر۔ وہ گر پڑا۔
= شُرَكَآءِيَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرے شریک (تمہارے زعم کے مطابق)
= كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ۔ جن کی بابت تم جھگڑا کیا کرتے تھے۔
ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر۔ مُشَآقَّةٌ وَشِقَاقٌ مصدر بمعنی مخالفت کرنا۔ عداوت کرنا۔ جھگڑنا۔ ضد کرنا۔

۱۶: ۲۸ = تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ وہ فرشتوں کی جماعت ان کی جان قبض کرتی ہے
تَوَفِّيٌ (باب تفعل) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
= ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ حال ہے تَتَوَفّٰهُمْ کی ضمیر هُمْ سے۔ ظَالِمِيْ اصل میں ظَالِمِيْنَ تھا نون بوجہ اضافت کے ساقط ہو گیا۔ درآں حالیکہ وہ اپنے اوپر ستم کر رہے تھے (بوجہ کفر کے)

= فَاَلْقَوُا السَّلَمَ ۔ اَلْقَوْا ۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے ڈالا ۔ سَلَمَ (اسم ہے) صلح ۔ انقیاد ۔ فرماں برداری ۔ اطاعت ۔ عاجزی ۔ تَسْلِیْمٌ سے جس کے معنی سپرد کرنے کے ہیں ۔ اَلْقَوُا السَّلَمَ ۔ وہ اطاعت وعاجزی کا اظہار کریں گے ۔

= مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۔ سے قبل وَقَالُوْا محذوف ہے ۔

۱۶: ۲۹ = مَثْوٰی ۔ ظرف مکان واحد ۔ مَثَاوِیْ جمع ۔ ٹھکانا ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا انتظام فرودگاہ ۔

آیات ۲۷ ۔ ۲۸ ۔ ۲۹ میں کلام اور متکلم کے متعلق اشکال ہے جس کی وضاحت حسب ذیل ہے

يَقُوْلُ اَيْنَ ...... سے تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ تک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ ...... ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اہل علم کا کلام ہے

مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ..... یہ کفار مشرکین کا کلام ہے

بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ ...... خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ اہل علم کا کلام ہے ۔

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ ارشاد ربانی ہے ۔

۱۶: ۳۰ = خَيْرًا ۔ بہتر ۔ بھلائی ۔ نیکی ۔ نیک کام ۔ پسندیدہ فعل ۔ عقل ۔ عدل ۔ فضل جملہ اشیاء نافعہ ۔ خیر میں شامل ہیں ۔ شَرٌّ کی ضد ہے ۔

= حَسَنَةٌ ۔ ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان ، بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے حسنۃ کہلاتی ہے ۔ سیئۃٌ کی ضد ہے

= وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کا گھر ۔ یعنی آخرت کا ثواب ۔

= وَلَنِعْمَ ۔ اور بہت ہی عمدہ ہے ۔ کلمہ مدح ہے ۔ بِئْسَ کی ضد ہے ۔

۱۶: ۳۱ = جَنّٰتُ عَدْنٍ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھی جَنّٰتٌ یا یہ مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے ای لھم جنّٰتٌ ۔ یا یہ مبتدا ہے اور يَدْخُلُوْنَهَا اس کی خبر ہے ۔ اور جملہ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ حال ہے ۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات ۔

فِيْهَا کو مَا يَشَآءُوْنَ کیا اشارہ ہے کہ تمام خواہشات کی تکمیل جنت میں ہو گی !

۱۶: ۳۲ = طَيِّبِيْنَ ۔ پاکیزہ ۔ ستھرے ۔ پاک ۔ طَيِّبٌ کی جمع ہے یہ ضمیر هُمْ (تتوفّٰھم) سے حال ہے درآنحالیکہ وہ پاک وصاف ستھرے گناہوں کی آلودگی سے صاف تھے

= يَقُوْلُوْنَ ۔ الملٰٓئكة کا حال ہے (یعنی اس وقت فرشتے ان متقین سے کہیں گے ۔

۱۶: ۳۳ = هَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ هَلْ نفی کے معنوں میں مَا کے مرادف آیا ہے۔ نہیں انتظار کر رہے (یہ منکرین) مگر (اس بات کا) کہ ۔۔۔۔۔ یعنی یہ منکرین تو بس اسی امر کا انتظار کر رہے ہیں کہ ۔۔۔
= اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے ملائکہ موت یا ملائکہ عذاب مراد ہیں۔ اور اَمْرُ رَبِّكَ سے وقوعِ حشر یا نزولِ عذاب مراد ہے۔

۱۶: ۳۴ = حَاقَ بِ۔ اس نے گھیر لیا۔ وہ نازل ہوا۔ (باب ضرب) حَيْقٌ سے جس کے معنی گھیر لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَاقَ بِهِمْ ای احاط بہم
= سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوْا۔ سَيِّئَاتٌ۔ اعمالِ بد۔ گناہ۔ بُرے کام۔ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوْا۔ ای جَزَاءُ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِهِمْ۔ ان کے اعمالِ بد کی سزائیں (اس دنیا میں۔ آخرت میں۔ یا ہر دو جگہ)
= مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ جس (عذاب۔ سزا) پر وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔ اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مذاق اڑانا۔

۱۶: ۳۵ = وَلَا حَرَّمْنَا۔ نہ ہم حرام ٹھہراتے (کسی چیز کو) مِنْ دُوْنِهٖ بغیر اس کے حکم کے۔ حَرَّمَ يُحَرِّمُ تَحْرِيْمٌ (تفعیل) سے حرام ٹھہرانا۔
= هَلْ۔ بمعنی مَا نافیہ آیا ہے (پیغمبروں کے ذمہ صرف صاف صاف اور واضح طور پر پیغام کا پہنچا دینا ہی ہے)

۱۶: ۳۶ = اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔ ای کان یقول لھم اعبدوا اللّٰہ۔
= اِجْتَنِبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بچو۔ تم پرہیز کرو۔ تم اجتناب کرو۔ (باب افتعال)
= اَلطَّاغُوْتُ۔ شیطان۔ ہر وہ معبود جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کیجائے۔ لہٰذا ساحر۔ کاہن۔ سرکش کو طاغوت کہیں گے۔ معبود باطل و داعی الی الضلالۃ
= حَقَّتْ عَلَيْهِ۔ ثَبَتَتْ۔ وَجَبَتْ عَلَيْهِ (اور بعض کے لئے ضلالت) واجب ہو گئی (بوجہ ان کی سرکشی اور پیغام انبیاء سے بے اعتنائی برتنے کے)

۱۶: ۳۷ = تَحْرِصْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بوجہ عمل اِنْ شرطیہ (باب ضَرَبَ) سے اِنْ تَحْرِصْ۔ اگر تو چاہتا ہے۔ اگر تو حریص ہے۔ اگر تیری تمنا ہے۔ اگر تجھ کو خواہش ہے۔
اَلْحِرْص۔ شدتِ خواہش۔ فرطِ آرزو۔ اصل میں یہ حَرَصَ الْقَصَّارُ الثَّوْبَ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں دھوبی نے کپڑے کو پتھر پر مار مار کر (اس کو دھونے کی آرزو میں) پھاڑ دیا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۲: ۱۰۳)

گو تم کتنی ہی خواہش کرو بہت سے آدمی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۱۶: ۳۸ = جَهْدَ۔ پوری کوشش۔ طاقت۔ مشقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ۔ سے مصدر۔ جس کے معنی ہیں پورے طور پر کوشش اور مشقت کرنا۔

= اَيْمَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی قسمیں جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ پورے شد و مد سے قسمیں کھانا۔ یعنی وہ بڑے شد و مد سے پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔

= لَا يَبْعَثُ۔ مضارع نفی۔ واحد مذکر غائب۔ نہیں اٹھائے گا۔

= بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا۔ بَلٰى بمعنی بَلٰى يَبْعَثُهُمْ۔ ہاں وہ ضرور اٹھائے گا۔ وَعْدًا مصدر تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ حَقًّا ای واجب عَلَيْهِ۔ یعنی وعدہ جس کا پورا کرنا اس کے ذمہ ہے۔

۱۶: ۳۹ = لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور اس کا تعلق فعل مقدر يبعثہم سے ہے جس پر لفظ بلیٰ دلالت کرتا ہے۔ اور لَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب مَنْ يَمُوْتُ (آیت ۳۸) کی طرف راجع ہے اس میں مومن کافر سبھی شامل ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ مردوں کو ضرور بالضرور دوبارہ اٹھائیگا تاکہ ان پر (وہ بات) واضح کردے جس کے متعلق ان میں اختلاف تھا

۱۶: ۴۱ = لَنُبَوِّئَنَّهُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب بَوَّءَ يُبَوِّءُ تَبْوِئَةً (باب تفعیل) سے ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے۔ ہم ان کو ضرور ٹھہرائیں گے۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے۔

اور جگہ آیا ہے: وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ (۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔

= لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کافروں کی طرف راجع ہے

۱۶: ۴۲ = اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا۔ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ دونوں اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ کی مدح ہیں۔

۱۶: ۴۳ = اَهْلَ الذِّكْرِ۔ ای اهل الكتاب۔

= قَبْلِكَ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۶: ۴۴ = بَيِّنٰتٍ۔ بمعنی معجزات وشواہد صدق پیغمبر۔ واضح دلائل۔

= الزُّبُرِ۔ الکتاب۔ کتابیں۔ اس کا واحد زَبُوْرٌ ہے۔

= بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ۔ اس کے متعلقات کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ لیکن آیت کے سیاق وسباق سے اس کا تعلق اَرْسَلْنَا ہی سے ہے کہ جو انبیاء بھیجے گئے ان کی تائید و تصدیق روشن دلائل اور

معجزات سے بھی کی گئی۔ اور احکام شرعیہ جن کی انہوں نے تبلیغ کی۔ وہ اس کتاب الٰہیہ میں بیان کئے گئے جو ان کو دی گئی۔ ای ارسلناھم بالبینت والزبر۔

= الذکر۔ یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ نصیحت نامہ۔

= لتبین۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ تبین۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو بیان کرے (کھول کھول کر)

= یتفکرون۔ مضارع جمع مذکر غائب (تاکہ) وہ غور وخوض کریں۔ اور حقائق کو سمجھیں۔

۱۶: ۴۵ = افامن۔ ہمزہ استفہامیہ۔ امن یامن۔ (سمع) امن۔ مصدر سے ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی جمع) کیا وہ محفوظ ہیں۔ کیا وہ بے فکر اور نڈر ہوگئے ہیں۔

= مکروا السیئات۔ مکروا ماضی جمع مذکر غائب۔ السیئات یا تو مصدر محذوف کی صفت ہے ای مکروا المکرات السیئات جو مذموم منصوبے باندھتے رہتے ہیں۔ یا مکروا کا مفعول ہے۔

= ان یخسف۔ یخسف۔ مضارع منصوب بوجہ عمل ان۔ واحد مذکر غائب۔ خسف مصدر (باب ضرب) کہ دھنسا دے۔ غرق کردے۔ ان یخسف بھم الارض ان کو زمین میں دھنسا دے

= حیث۔ مبنی برضمہ ہے۔ ظرف زمان ومکان۔

۱۶: ۴۶ = تقلبھم۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی آمد وشد۔ ان کا چلنا پھرنا۔ ان کے سفر۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ فلا یغررک تقلبھم فی البلاد (۴۰: ۴) سو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا یعنی سفر کرنا تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ تقلب (تفعل) سے۔

(ان) یاخذھم فی تقلبھم۔ وہ ان کو چلتے پھرتے میں پکڑلے۔

= معجزین۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ناکام کردینے والے۔

= تخوف۔ (تفعل) ڈرانا۔ خوف دلانا۔ خوف ظاہر کرنا۔ اس کا تعدیہ بذریعہ علیٰ آیا ہے۔

باب تفعل کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت تدریج بھی ہے یعنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ کرنا جیسے تجرع زید۔ زید نے گھونٹ گھونٹ کر پیا۔ یہاں بھی انہی معنوں میں آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بار بار ظالموں کو انتباہ کرتا ہے۔ جو زلزلوں کی صورت میں یا آندھیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اگر پھر بھی وہ سبق حاصل نہ کریں اور باز نہ آئیں تو تدریجاً وہ ہلاک ہوجاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن نے قرطبی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ:۔

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے پوچھا، اے لوگو! او یاخذھم علی تخوف۔ کا کیا مطلب ہے۔ سب خاموش ہوگئے۔ بنی ہذیل کا ایک بوڑھا اٹھا

اور اس نے عرض کی اے امیر المومنین یہ ہماری لغت ہے یہاں التخوف کا معنی التنقص ہے یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا (اور اس نے اس کی تائید میں ابوبکر ہذلی کا یہ شعر پڑھا)

تَخَوَّفَ الرَّحْلُ مِنْهَا تَامِكًا قَرِدًا۔ كَمَا تَخَوَّفَ عُوْدَ النَّبْعَةِ السَّفَنُ

ترجمہ:۔ کجاوے نے میری اونٹنی کی موٹی تازی اونچی کوہان کو گھسا کر کم کردیا ہے جس طرح نبعہ درخت کی لکڑی کو گھسانے والا آلہ گھسا کر چھوٹا کردیتا ہے)

عَلٰی تَخَوُّفٍ یہ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ کا دوسرا رُخ ہے۔

= فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ یہ اخذ علی تخوف کی تعلیل ہے۔ یعنی وہ انتباہ کرکے بار بار مصیبتیں لاکر ظالموں کو توبہ و رجوع کا موقعہ میسر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ رؤف و رحیم ہے۔

١٦: ٤٨ = یَتَفَیَّئُوا۔ مضارع واحد مذکر غائب تَفَیُّؤٌ (تفعل) مصدر۔ فَیْئٌ مادہ جھکے جاتے ہیں۔ لوٹتے ہیں۔ اَلْفَیْئُ وَ الْفَیْئَةُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ کر آنا کے ہیں۔ مثلاً فَاِنْ فَآءُوْا۔ (٢: ٢٢٦) اگر وہ (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کرلیں۔

اسی سے فَآءَ الظِّلُّ ہے جس کے معنی سایہ کے (زوال کے بعد) لوٹ آنے کے ہیں۔ اور فَیْئٌ اس سایہ کو کہا جاتا ہے جو (زوال کے بعد) لوٹ کر آتا ہے۔

= سُجَّدًا۔ الظِّلٰلُ کا حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔

= دَاخِرُوْنَ۔ دَخُوْرٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ ذلیل و خوار ہونے والے۔ عاجزی کرنے والے الدخور۔ ای الصغار والذل۔ یعنی عاجزی و درماندگی۔

= وَهُمْ دَاخِرُوْنَ۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ اظہار عجز کررہے ہیں۔

یعنی سائے اپنے خالق کے حکم کی اطاعت میں بےچون وچرا ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ کہ تخلیق کائنات میں یہی سنت اللہ ہے۔

١٦: ٥٠ = مِنْ فَوْقِهِمْ۔ ان کے اوپر سے۔ خداوند تعالیٰ کی بالادستی اور اس کے عُلوِّ مرتبت اور فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسے کہ اور جگہ آیا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (٦: ١٨) اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے۔

١٦: ٥١ = لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ۔ دو معبود مت اختیار کرو یہ تعدد کی نفی ہے دو کثرت و تعداد کا ادنیٰ درجہ ہے جب دو کی نفی ہوئی تو اس سے زیادہ کی نفی خود بخود ہوگئی

= فَارْهَبُوْنِ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف۔ تم مجھ سے ڈرو۔ (باب سمع) رَهْبَةٌ سے۔ بےتابی اور بےچینی کے ساتھ ڈرنا۔

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۔ صیغہ غائب کے معًا بعد صیغہ متکلم کی طرف انتقال صفت التفات کہلاتا ہے۔ اور عربی اسلوب بلاغت میں یہ ایک اعلیٰ صفت ہے اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی سورت کی آیت نمبر ۵، ملاحظہ ہو۔ غائب سے متکلم کی طرف التفات اپنی کبریائی اور عنایات کی طرف توجہ دلانا۔ یا ترہیب میں شدّت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۱۶: ۵۲ = وَاصِبًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ دوامی۔ ہمیشہ۔ جاودانی۔ لازوال۔ قائم رہنے والا۔ الدِّيْنُ کی ضمیر کا حال ہے۔ یہاں الدِّيْنُ سے مراد اطاعت ہے۔ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اطاعت ہمیشہ اسی کو سزاوار ہے۔

وَاصِبًا وُصُوْبٌ سے مشتق ہے۔ (باب ضرب) اور اگر بذریعہ عَلٰی مصدر سمع ہو تو بیمار ہونا کے معنی ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں پہلے معنی ہی میں مستعمل ہے

= اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ (تو کیا اللہ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو) میں الف استفہامیہ ہے اور تعجب اور توبیخ کے لئے ہے۔

معنی یہ ہیں کہ: کیا اس ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کے علم کے باوجود اور اس علم کے باوجود کہ وہی حاجت روا ہے تم دوسرے معبودانِ باطل سے ڈرتے ہو؟

۱۶: ۵۳ = وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمتوں میں سے۔ یعنی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں۔

= تَجْئَرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ جَاَرَ يَجْئَرُ (فتح) جُؤَارٌ ۔ اَلْجُؤَارُ کے اصلی معنی جنگلی جانوروں کے چلّانے کے ہیں۔ بلند آواز سے مدد کے لئے پکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جَاَرَ (ج ء ر) مادہ۔ تَجْئَرُوْنَ تم گڑگڑا کر چیخ چیخ کر مدد کے لئے اس کو پکارتے ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۲۳: ۶۵) آج چلّا چلّا کر مدد کے لئے مت پکارو۔ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

۱۶: ۵۴ = كَشَفَ۔ ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب (باب ضرب) وہ دور کر دیتا ہے وہ ہٹا دیتا ہے، زائل کر دیتا ہے۔ اَلْكَشْفُ مصدر جس کے معنی ہیں چہرہ وغیرہ سے پردہ اٹھانا مجازًا غم واندوہ یا تکلیف کے دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

= اِذَا..... اِذَا كَشَفَ میں شرطیہ ہے بمعنی جب اور اِذَا فَرِيْقٌ میں اِذَا فجائیہ ہے۔ یعنی اچانک۔ یکایک۔ فورًا۔ یک لخت۔ تو۔

۱۶: ۵۵ = لِيَكْفُرُوْا۔ میں لام عاقبت کا ہے یعنی شرک سے ان کی غرض اللہ کی نعمت سے

الکارتھا۔ کَاَنَّھُمْ جَعَلُوْا اغرضھم فی الشرک کفران النعمۃ
= بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ۔ جو ہم نے ان کو عطا کیا تھا۔ یعنی نعمت کَشْفُ عَنِ الضُّرِّ تکلیف سے نجات دینے کی نعمت۔
فَتَمَتَّعُوْا۔ پس تم فائدہ اٹھالو۔ تم مزے اڑالو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ مصدر
آیات ۵۳-۵۴-۵۵- میں التفاتِ ضمائر ہے۔ وَمَا بِکُمْ سے لے کر اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ تک مخاطبین کے لئے ضمیر جمع مذکر حاضر لائی گئی ہے اس میں اپنی عنایت پروری اور کرم فرمائی کا ذکر مخاطبین سے کیا جارہا ہے لیکن پھر ان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کے سبب اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے مخاطبین کو اپنی حاضری سے دور کر کے ضمیر جمع مذکر غائب لائی گئی ہے اور یُشْرِکُوْنَ۔ لِیَکْفُرُوْا۔ اٰتَیْنٰھُمْ۔ استعمال ہوئے ہیں۔ پھر تہدید اور زجر میں شدت پیدا کرنے کے لئے اور اپنی ناراضگی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے ان کو پھر اپنے سامنے لایا گیا ہے اور جمع مذکر حاضر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جیسے فَتَمَتَّعُوْا۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس طرح محض التفات ضمائر سے مختلف احوال کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

۱۶:۵۶ = وَیَجْعَلُوْنَ اس کا عطف یُشْرِکُوْنَ پر ہے
= لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ میں مَا موصولہ ہے جو اکثر غیر ذوی العقول کے لئے مستعمل ہوتا ہے مراد اس سے وہ اوثان۔ بُت۔ معبودان باطل ہیں جن کو مشرکین نے الوہیّت کا درجہ و مرتبہ دے رکھا تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ یہ ان کے نفع نقصان پر قدرت رکھتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت نہ تھی وہ تو محض خود ساختہ۔ بے جان۔ بے شعور چیزیں تھیں۔
لَا یَعْلَمُوْنَ کی ضمیر یا تو معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ بُت وغیرہ جو علم وعقل کے اوصاف سے بالکل بے بہرہ تھے۔
یا ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں جو نہیں جانتے تھے کہ یہ بت محض بے جان چیزیں ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔
= وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰھُمْ۔ اور یہ لوگ اس رزق میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ایک حصہ ان چیزوں (معبودانِ باطل) کے لئے مخصوص کرتے ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتیں۔
انہی معنوں میں اور جگہ ارشاد ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ

وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا۔ الخ (۶: ۱۳۶)
اور ان لوگوں نے کھیتی اور مویشیوں میں سے جو اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں کچھ حصہ اللہ کا مقرر کر رکھا ہے اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے دیوتاؤں کا.....

= تَاللّٰهِ۔ ت حرف قسم ہے۔ خدا کی قسم۔ حرف قسم کا تؔ کے ساتھ لانا لفظ اللہ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

= لَتُسْئَلُنَّ۔ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ تم سے ضرور پوچھا جائیگا۔ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا (یعنی آخرت کے دن)

= كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ تم بہتان باندھا کرتے تھے۔ تم افترا پردازی کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں بھی التفاتِ ضمائر ہے۔ شدت توبیخ و تہدید کے اظہار کے لئے جمع مذکر غائب سے جمع مذکر حاضر کی طرف التفات کیا گیا ہے۔

۱۶: ۵۷ = سُبْحٰنَهٗ۔ جملہ معترضہ ہے ای یجعلون للّٰہ الْبَنٰتِ ولھم مایشتھون ان لوگوں نے اللہ کے لئے تو بیٹیاں تجویز کر رکھی ہیں اور اپنے لئے اپنی پسند کی چیز (یعنی بیٹے) سُبْحٰنَهٗ (حالانکہ وہ ذات ان باتوں سے پاک و منزہ ہے۔)

۱۶: ۵۸ = ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا۔ اس کا چہرہ سیاہ پڑجاتا ہے ظَلَّ فعل ناقص ہے۔ ظَلِلْتَ وَظَلْتُ اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے جس طرح بَاتَ بَبِيْتُ کا استعمال رات گذارنے یا رات کے وقت میں کسی کام کو کرنے کے لئے ہے۔ ظَلٌّ و ظُلُوْلٌ مصدر باب سمع و فتح سے آتا ہے یہاں ظَلَّ بمعنی صَارَ ہے۔ ہوگیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ لیکن یہاں مضارع کے معنی دیتا ہے "وہ ہوجاتا ہے"
مُسْوَدًّا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ اِسْوِدَادٌ مصدر (باب افعلال) سیاہ۔ غم کی وجہ سے) رنگ بگڑا ہوا۔

= كَظِيْمٌ۔ صفت مشبہ۔ كَظْمٌ وَ كَظُوْمٌ مصدر۔ سخت غمگین جو اپنے غم کو دبا کر رکھے اور ظاہر نہ کرے۔

اَلْكَاظِمُ۔ روکنے والا۔ دبانے والا۔ كَاظِمُ الْغَيْظِ غصہ کو پی جانے والا۔ غصہ کو روکنے والا۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (۶۸: ۴۸) جب اس نے

(اپنے پروردگار کو) پکارا۔ اس حال میں کہ وہ غم میں گھٹ رہا تھا۔

۱٦: ۵۹ = يَتَوَارٰى ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَوَارِیٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ وہ چھپتا ہے وری اور ورء مادہ وَرَاء کے معنی آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

= مِنْ سُوْءِ ۔ برائی۔ بری بات۔ عیب۔ سُوْءٌ ہر وہ چیز جو غم میں ڈال دے۔

= اَيُمْسِكُهٗ ۔ الف استفہامیہ۔ یُمْسِكُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْسَاكٌ (افعال) سے روکے رکھنا۔ کسی چیز کے ساتھ چمٹ جانا اور روکے رکھنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَابُشِّرَ بِہٖ ہے۔ کیا اس (بچی) کو بحفاظت اپنے پاس رکھے۔

= هُوْنٍ ۔ اسم۔ ذلت۔ رسوائی۔ خواری۔ عَلٰى هُوْنٍ یعنی ذلت سہہ کر۔

مطلب یہ کہ۔ کیا قوم کی نظروں میں ذلیل ہونا برداشت کر کے بچی کو زندہ رہنے دے اور اپنے پاس رکھے یا......

= يَدُسُّهٗ مضارع واحد مذکر غائب دَسَّ يَدُسُّ (نصر) دَسٌّ ایک چیز کو دوسری چیز میں زبردستی داخل کرنا۔ دَسَّ الشَّیْءَ فِی التراب او تحت التراب۔ کسی شے کو مٹی کے نیچے چھپانا۔ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔

= يُمْسِكُهٗ اور يَدُسُّهٗ میں ضمیر مفعول کو مذکر مَا کی رعایت سے لایا گیا ہے۔

= اَلَا ۔ حرف تنبیہ۔ آہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ سن رکھو۔

= سَآءَ ۔ برا ہے سَاءَ يَسُوْءُ (نصر) فعل ذم ہے بمعنی برا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب

= مَا يَحْكُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ حَكَمَ يَحْكُمُ (نصر) حُكْمًا۔ فیصلہ کرنا۔ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۔ آہ کتنا ناروا اور بھونڈا ان کا یہ فیصلہ ہے۔

۱٦: ٦۰ = مَثَلُ ۔ یہاں اس کا معنی صفت ہے

= السَّوْءِ ۔ سَاءَ يَسُوْءُ (نصر) کا مصدر ہے۔ برا ہونا۔

مَثَلُ السَّوْءِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ برائی کی صفت۔

یعنی وہ صرف برائی اور بری اور مذموم صفات سے ہی متصف ہیں کوئی خوبی یا اچھی صفت ان میں نہیں ہے۔

= اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۔ موصوف صفت۔ بہت بلند صفت۔ بہت بڑی خوبی۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین و ایمان نہیں رکھتے وہ نہایت بری صفات کے مالک ہیں اور باری تعالیٰ اعلیٰ صفات کے مالک ہیں۔

اَلْمَثَل (معرّف باللام) صرف دو جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور دونوں جگہ اللہ کی شان میں ہے ایک اس آیت میں اور دوسرا پارہ نمبر ۲۱ میں وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳۰: ۲۷) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ و ارفع ہے۔

۱۶: ۶۱ = دَآبَّةٍ۔ جاندار۔ جانور۔ چلنے والا۔ رینگنے والا۔

۱۶: ۶۲ = تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ۔ ان کی زبانیں جھوٹ بکتی ہیں کہ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى کہ ان کے لئے بھلائی ہی مقدر ہے۔

= لَا جَرَمَ۔ یقیناً اور حقاً کا ہم معنی ہے۔ ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔

= مُفْرَطُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ اِفْرَاطٌ (افعال) مصدر۔ آگے بھیجے ہوئے۔ آگے روا کئے جانے والے۔

فَرَطَ يَفْرُطُ (باب نصر) آگے بڑھ جانا۔ اور اَفْرَطَ فُلَانٌ اَعْجَلَهٗ۔ کسی کو آگے جلدی بھیجنا۔ مُفْرَطُوْنَ۔ ای مقدّمون و معجلون۔ جلدی آگے بھیجے جانیوالے۔

وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ۔ اور ان کو (دوزخ میں) پہلے بھیجا جائے گا۔

افراط (باب افعال) زیادتی کرنا۔ عمداً و قصداً آگے بڑھنا۔ تجاوز کرنا۔ اور باب تفعیل سے تفریط کوتاہی کرنا۔

۱۶: ۶۳ = اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ۔ ای ارسلنا رسلا الی امم۔ ہم نے رسولوں کو مختلف قوموں کی طرف بھیجا۔

= اَعْمَالَهُمْ۔ ای اعمال الکفر والتکذیب۔ انکار اور تکذیب کے اعمال۔

= اَلْيَوْمَ۔ سے مراد آج بھی ہو سکتا ہے یعنی رسولِ اکرم کا زمانہ۔ اور اس سے مراد مطلقاً زمانہ دنیا بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد "آج قیامت کے دن" بھی ہو سکتا ہے۔

= وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ای ولھم عذاب الیم فی الْاٰخِرَةِ اور (آخرت کے دن) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۶: ۶۴ = لِتُبَيِّنَ لام تعلیل کا ہے۔ تبین مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو صاف صاف بیان کرے۔

= هُدًى وَّرَحْمَةً۔ اَنْزَلْنَا کے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہم نے اسے ہدایت اور رحمت بنا کر نازل کیا۔

۱۶: ۶۶ = عِبْرَةً۔ اَلْعَبْرُ کے اصل معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک پہنچ جانا۔

مگر اَلْعُبُوْرُ کا لفظ خاص کر پانی عبور کرنے پر استعمال ہوتا ہے۔ خواہ کسی طریقہ سے کیا جائے بذریعہ اونٹ۔ کشتی۔ پل۔ یا تیر کر یا پیدل۔

اَلْعِبْرَۃُ اور اَلْاِعْتِبَارُ اس حالت کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے کسی دیکھی چیز کی وساطت سے ان دیکھے نتائج تک پہنچا جائے۔

امام رازی کے مطابق عِبْرَۃ وہ نشانی ہے کہ جس کے ذریعہ سے جہالت کے مقام کو عبور کرکے علم تک رسائی ہوتی ہے۔

عبرت نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا۔

عِبْرَۃً بوجہ عمل اِنَّ منصوب ہے۔

= بُطُوْنِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے پیٹ۔ بُطُوْنٌ بَطْنٌ کی جمع ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانعام ہے۔ الانعام مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ آیت ہذا میں مذکر آیا ہے۔ لیکن سورۃ المومنون میں بطور مؤنث استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہَا وَلَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ کَثِیْرَۃٌ (۲۳:۲۱) یعنی لفظ کے لحاظ سے مذکر اور اسم جنس کے لحاظ سے مؤنث۔ اسی طرح النخل مذکر بھی آیا ہے جیسے کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (۵۴:۲۰) اور مؤنث بھی جیسے کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ (۶۹:۷)

= فَرْثٍ۔ واحد۔ وہ گوبر جو جانور کی آنتوں کے اندر ہو اس کی جمع فُرُوْثٌ ہے

= سَائِغًا۔ خوشگوار سَوْغٌ سے جس کے معنی آسانی کے ساتھ کھانے پینے کی چیز کا حلق سے نیچے اتر جانا۔ سَائِغًا۔ مزے سے حلق سے نیچے اتر جانے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا......

گوبر اور خون کی مابین حالت میں جو (اجزائے خوراک) ان کے شکموں میں ہوتے ہیں ان میں سے خالص اور خوشگوار دودھ (پیدا کرکے) ہم تم کو پلاتے ہیں۔

۱۶:۶۷ = وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام ہے وَنُسْقِیْکُمْ مِّنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ...... یا تَتَّخِذُوْنَ سے متعلق ہے اس صورت میں مِنْہُ کا تکرار تاکید کے لئے ہے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا (ہم پلاتے ہیں تمہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے۔ تم بناتے ہو اس سے میٹھا رس۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور تم کھجور اور انگور کے پھلوں سے میٹھا رس

بناتے ہو۔ ای تتخذون من ثمرات النخیل والاعناب سکرًا ۔۔۔۔۔۔

= سَکَرًا ۔ لغت میں شراب کو کہتے ہیں جس چیز سے نشہ ہو۔ نبیذ۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک سکر سے مراد کھجور اور انگور کا میٹھا رس ہے۔ السکر العصیر الحلو۔ سکر بمعنی میٹھا رس۔

الاتقان جلد اول (نوع ۳۸) میں آیا ہے: ابن مردویہ نے عوفی کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سکر حبشہ کی زبان میں سرکہ کو کہتے ہیں۔

١٦: ٦٨ = النَّحْلِ ۔ اسم جنس ۔ شہد کی مکھی ۔ مکھیاں۔

= اِتَّخِذِیْ ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے اَخْذٌ مادہ

= یَعْرِشُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ باب ضرب ونصر۔ انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹیاں بناتے ہیں یا ایسی ٹٹیوں پر وہ جو بیلیں چڑھاتے ہیں ۔

اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۳۷

= کُلِیْ ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو کھا۔ اَکَلَ یَاْکُلُ (باب نصر) اَکْلٌ مصدر۔

= اُسْلُکِیْ ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو چل سُلُوْکٌ مصدر۔ (بابُ نصر)

= سُبُلَ ۔ سَبِیْلٌ کی جمع ۔ راستے ۔ راہیں ۔

= ذُلُلًا ۔ ذَلُوْلٌ کی جمع ہے ۔ بمعنی نرم ۔ مطیع ۔ مسخّر ۔ آسان ۔ ذُلٌّ سے یہ فَاسْلُکِیْ کی ضمیر کا حال ہے۔

فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ۔ پھر بڑی تابعداری وفرماں برداری سے بے چون وچرا اپنے رب کے بنائے راستوں (شہد کی تیاری میں) چلتی رہ۔

یا یہ سُبُلَ کا حال ہے۔ بمعنی راستے جو تیرے لئے آسان کر دیئے ہیں۔

١٦: ٧٠ = یَتَوَفّٰـکُمْ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تَوَفِّیْ سے (باب تَفَعُّلٌ) وہ تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے ۔

= یُرَدُّ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب ۔ رَدٌّ مصدر باب نصر ۔ وہ لوٹایا جاتا ہے۔

= اَرْذَلِ الْعُمُرِ ۔ عمر کا بڑھاپا ۔ جب انسان کے قویٰ مضمحل اور ناکارہ ہوجاتے ہیں۔ یعنی بہت بڑی عمر تک جب جسمانی ودماغی قوتیں کمزور پڑجاتی ہیں ۔

= لِکَیْ میں لام عاقبت یا نتیجہ کا ہے ای نتیجۃً ۔

کَیْ حرف تعلیل ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اسے نصب دیتا ہے لِکَیْ لَا یَعْلَمَ

= لِکَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ چیزوں کا علم رکھنے کے بعد بے خبر

ہو جاتا ہے۔

۱۶: ۷۱ = فَمَا الَّذِيْنَ میں مَا نافیہ ہے۔

= رَآدِّیْ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ نصب وجر۔ اصل میں رَآدِّیْنَ تھا۔ نَ اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ بحالتِ رفع رَآدُّوْنَ ہو گا رَآدٌّ کی جمع۔ رَدٌّ (مضاعف) سے اسم فاعل۔ اصل میں رَادِدٌ تھا۔ دو حرف ایک جنس کے اکٹھے ہوئے۔ پہلے کو ساکن کر کے دوسرے میں مدغم کیا۔ رَآدٌّ ہو گیا۔ رَدَّ یَرُدُّ (نَصَرَ) کے معنی ہیں۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔ پس اسم فاعل رَآدٌّ کے معنی ہوئے پھیرنے والا۔ واپس کرنے والا۔

= فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ۔ پھر جن لوگوں کو رزق میں یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں (مملوک) کی طرف پھیر دیں تاکہ وہ سب اس میں (اس رزق میں) برابر ہو جائیں (برابر کے حصہ دار بن جائیں)

(جب یہ لوگ اس رزق میں جو ان کا اپنا بھی نہیں ہے۔ کسی اور کا (یعنی اللہ کا) دیا ہوا ہے اپنے غلاموں کو شریک بنانا پسند نہیں کرتے۔ تو اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کیا اللہ ہی کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں (یعنی اس کی نعمتوں کا صرف اسی کے لئے شکریہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے بندوں اور مٹی کے خود ساختہ بتوں کو اس کا شریک وسہیم ٹھہراتے ہیں)

اس آیت کے تحت تفہیم القرآن میں تفصیلی نوٹ ملاحظہ ہو۔

= يَجْحَدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب جَحْدٌ و جُحُوْدٌ مصدر باب فتح۔ وہ انکار کرتے ہیں

۱۶: ۷۲ = اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ زَوْجٌ کی جمع ہے۔ یہاں بیویاں مراد ہیں

= حَفَدَةً۔ حَافِدٌ کی جمع ہے۔ حَفْدٌ سے اسم فاعل حَفَدَ يَحْفِدُ (باب ضَرَبَ) خدمت کے لئے دوڑتے ہوئے حاضر ہونا۔ یہاں اس سے مراد پوتے ہیں کیونکہ ان کی خدمت زیادہ سچی ہوتی ہے۔

بنو سعد العشیرہ کی لغت میں حفدۃ نواسوں کو کہتے ہیں۔ اور لفظی معنی کے لحاظ سے ہر وہ شخص خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔ جو دوڑتے ہوئے خدمت میں حاضر ہو حَافِدٌ کہلاتا ہے۔

= بَاطِلٌ۔ حق کے مقابلہ میں۔ اس سے مراد جھوٹے خدا معبودانِ باطل بھی ہو سکتا ہے۔

= وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ۔ میں هُمْ ضمیر کو تاکید اور زور کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ ورنہ تو مضمون اس کے بغیر بھی ادا ہو جاتا تھا۔

۱۶: ۷۳ = لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِطَاعَۃٌ (اِسْتِفْعَالٌ) وہ طاقت نہیں رکھتے۔ وہ استطاعت نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔

۱۶: ۷۴ = فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ۔ اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو۔

ضرب المثل کا معنی ہے ایک حال کو دوسرے حال سے تشبیہ دینا۔ تشبیہ حال بحال یہاں منع کیا جارہا ہے کہ اس کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہ دی جاوے کیونکہ اس کی ذات فہم انسانی سے ماوراء ہے اور ہر اعتبار سے غیر محدود اور ہر حدود نہایت سے برتر ہے اس لئے اس کی مثال دی ہی نہیں جاسکتی اور نہ ہی اس کی کوئی شبیہ ہوسکتی ہے۔

۱۶: ۷۵ = مَمْلُوْکًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ مِلْکٌ مادہ (باب ضرب) وہ جو کسی کی ملکیت میں ہو۔ یعنی غلام۔

= مَنْ اسم ہے اور بطور موصوف استعمال ہوا ہے اور عَبْدًا کی مطابقت میں نکرہ آیا ہے کَاَنَّہٗ قِیْلَ وَحُرًّا رَزَقْنَاہُ (عبدا کے مقابلہ میں حرًّا) یعنی اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے ایک عبد مملوک کی اور ایک آزاد شخص کی جسے خدا نے رزق حسن عطا کر رکھا ہے

= ھَلْ یَسْتَوٗنَ۔ میں استفہام انکاری ہے۔ کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی یہ برابر نہیں ہو سکتے یہاں صیغہ تثنیہ کی بجائے جمع کا آیا ہے کیونکہ مقصود یہاں محض دو فرد ہی نہیں بلکہ اس قبیل کے کل اشخاص ہیں جو متضاد صفات کے مالک ہیں۔ یہ دونوں قسم کے اشخاص ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

= اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس مثال کے بعد یہی جواب دیں گے کہ ہرگز برابر نہیں۔ اس پر فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس قدر تو سمجھ ہے کہ دونوں برابر نہیں۔ مگر اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اکثر کو تو یہ بھی خبر نہیں اس قدر جاہل و بے تمیز ہیں ــــ تفسیر حقانی۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:

سوال اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے درمیان ایک لطیف خلا ہے جسے پُر کرنے کے لئے خود لفظ الحمد للہ ہی میں بلیغ اشارہ موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ سوال سن کر مشرکین کے لئے اس کا یہ جواب دینا تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ دونوں برابر ہیں لامحالہ اس کے جواب میں کسی نے صاف صاف اقرار کیا ہوگا کہ واقعی دونوں برابر نہیں ہیں۔ اور کسی نے اس اندیشے سے خاموشی اختیار کرلی ہوگی۔ کہ اقراری جواب دینے کی صورت میں اس کے منطقی نتیجے کا بھی اقرار کرنا ہوگا اور اس سے خود بخود ان کے شرک کا ابطال ہوجائے گا۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا جواب پاکر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اقرار کرنے والوں کے اقرار پر بھی الحمد للہ اور خاموش رہ جانیوالوں کی خاموشی پر

بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہونے کہ خدا کا شکر ہے اتنی بات تو تمہاری سمجھ میں آگئی دوسری صورت میں اس کا مطلب یہ ہے کہ۔ خاموش ہوگئے ؟ الحمد للہ اپنی ساری ہٹ دھرمی کے باوجود دونوں کو برابر کہہ دینے کی ہمت تم بھی نہ کر سکے۔ مگر اکثر لوگ (اس سیدھی بات کو) نہیں جانتے۔

۱۶: ۷۶ = اَبْكَمُ۔ مادرزاد گونگا۔ بَكَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع بُكْمٌ ہے صُمٌّ بُكْمٌ (۲: ۱۸) یہ بہرے اور گونگے ہیں۔

= كَلٌّ۔ واحد و جمع۔ گراں بار۔ اہل وعیال۔ یتیم۔ بے والد یا بے اولاد آدمی۔ چھری یا تلوار کی پشت۔ بے فیض آدمی۔ سب پر بار۔

كَلَّ يَكِلُّ (ضرب) كَلًّا وكِلَّةً۔ كَلَالًا وكَلَالَةً۔ تھکنا۔ کمزور ہونا۔ صرف دور کے رشتہ دار رکھنے والا۔ بے اولاد وبے والد کے ہونا۔ تلوار کا کند ہونا۔

كَلَالَةٌ۔ وہ آدمی جس کے مرنے پر نہ اس کی اولاد نہ اس کا ماں باپ ہو جو اس کا وارث بن سکے

كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ جو اپنے مالک پر بوجھ ہو۔

= يُوَجِّهْهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَجَّهَ يُوَجِّهُ تَوْجِيْهٌ (باب تفعیل) ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کو بھیجتا ہے۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ۔ وہ اس کو جہاں بھی بھیجتا ہے۔

= لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ۔ وہ درست کرکے نہیں لاتا۔

= وَهُوَ۔ ای وَهُوَ فی نفسہ۔ اور وہ خود بھی۔

۱۶: ۷۷ اَمْرُ السَّاعَةِ۔ یعنی قیامت برپا ہونے کا معاملہ۔

= لَمْحِ۔ اسم مصدر۔ پلک جھپکنا۔ لَمَحَ الْبَرْقُ۔ بجلی چمکی۔ یا جھپکی۔

۱۶: ۷۹ = مُسَخَّرَاتٍ۔ اسم مفعول جمع مؤنث مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر (تفعیل) مصدر تابع۔ فرمانبردار بنائے گئے۔ مُطیع۔

= جَوِّ۔ فضا۔ ہوا۔ اس کی جمع جِوَاءٌ اور اَجْوَاءٌ ہے۔

= يُمْسِكُهُنَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔

اِمْسَاكٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ روکنا۔ تھامے رکھنا۔ امساک کے اصل معنی کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا۔

۱۶: ۸۰ = سَكَنًا۔ فعل بمعنی مفعول۔ ای موضعًا تسکنون فیہ وقت اقامتکم۔ وہ جگہ جہاں تم بوقت اقامت تسکین پاتے ہو۔

= بُیُوْتًا۔ مفعول بَیْتٌ کی جمع۔ یہاں گھر سے مراد چمڑے کے بنے ہوئے خیمے جو مسافری کے دوران گھر کا کام دیتے ہیں۔

= تَسْتَخِفُّوْنَھَا۔ مضارع جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (اس کا مرجع بُیُوْتًا ہے تم اسے ہلکا پاتے ہو۔ اِسْتِخْفَافٌ (استفعال) مصدر جس کا مطلب ہلکا سمجھنا۔ "الخفیف" "الثقیل" کے مقابلہ میں ہے۔

= ظَعْنِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سفر۔ ظَعْنٌ مصدر۔

= وَمِنْ اَصْوَافِھَا وَاَوْبَارِھَا وَاَشْعَارِھَا اس کا عطف وَمِنْ جُلُوْدِ پر ہے اور ھَا ضمیر کا مرجع الْاَنْعَام ہے۔

= اَصْوَافِھَا۔ ان کی اُون۔ صُوْفٌ کی جمع ہے۔ بھیڑوں کی اُون

= اَوْبَارِھَا۔ ان کی اُون۔ وَبْر کی جمع اونٹ کی اون کو وَبْر کہتے ہیں۔

= اَشْعَارِھَا۔ ان کے بال۔ شَعْرٌ کی جمع۔ بکری کے بال۔

ھَا ضمیر کا مرجع جیسا کہ اوپر بیان ہوا الانعام ہے جس میں بھیڑیں بکریاں اونٹ سب شامل ہیں

= اَثَاثًا۔ اثاثہ۔ گھر کا سامان۔ مال واسباب۔ اَثٌّ سے مشتق ہے اَثَّ یَؤُثُّ (نصر) بمعنی زیادہ یا گنجان ہونا۔ پھر یہ لفظ اثاث ہر قسم کے فراوان مال پر بولا جانے لگا۔ مَتَاعٌ کی طرح اس کا بھی واحد نہیں آتا۔ اس کی جمع اِثَاثٌ (بکسر ہمزہ) ہے قرآن مجید میں ہے ھُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا (۱۹: ۷۴) وہ سازو سامان میں زیادہ تھے اور خوش منظر بھی۔

= اِلٰی حِیْنٍ۔ مدت تک۔ مدت العمر۔ الیٰ ان تَمُوْتُوا۔ تمہاری موت تک

۱۶: ۸۱ ظِلٰلًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ ظِلٌّ کی جمع۔ سائے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ (۷۷: ۴۱) بیشک پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہوں گے

= اَکْنَانًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے اَکْنَانٌ جمع اس کی واحد کِنٌّ ہے چھپنے کی جگہ، حفاظت کی جگہ۔ کَنَّ یَکُنُّ (نصر) کَنٌّ کُنُوْنٌ وَاَکَنَّ گھر میں چھپانا۔ دھوپ سے بچانا۔ اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے کَنَنْتُ الشَّیْءَ کَنًّا۔ میں نے چیز کو کُنّ میں محفوظ کر دیا کَنَنْتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادی شے کو گھر یا کپڑے وغیرہ میں چھپانے پر بولا جاتا ہے مثلاً کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ (۵۲: ۲۴) جیسے چھپاتے ہوئے موتی۔

آیہ ہذا: وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا۔ اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں (پناہ گاہیں) بنائیں۔

= سَرَابِيْلَ۔ سِرْبَالٌ کی جمع۔ کرتے۔ قمیص، پیراہن۔ پوشاک۔
دوسری دفعہ سرابیل سے مراد زرہ بکتر لی گئی ہے۔ وہ بھی ایک قسم کا پیراہن ہی ہے۔
= تَقِيْكُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہیں بچاتی ہے
وَقَى يَقِيْ (ضرب۔ لفیف مفروق) وِقَايَةٌ بچانا۔ نگاہ رکھنا۔
= بَأْسَكُمْ۔ تمہاری لڑائی میں۔ مضاف مضاف الیہ۔
= تُسْلِمُوْنَ۔ تم فرماں بردار رہو۔ تم اطاعت کرتے رہو۔ اِسْلَامٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

۱۶: ۸۲ = فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر یہ روگردانی کرتے رہیں۔

۱۶: ۸۳ = يَعْرِفُوْنَهَا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع نعمۃ ہے۔ اِنْكَارٌ (اِفْعَالٌ) سے وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

۱۶: ۸۴ = يَوْمَ۔ کا نصب محذوف عبارت کی وجہ سے ہے۔ ای اذکر یوم ...
= نَبْعَثُ۔ مضارع جمع متکلم بَعْثٌ مصدر (باب فتح)، ہم کھڑا کریں گے۔ ہم قائم کریں گے
= لَا يُؤْذَنُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب اجازت نہیں دی جائیگی (عذر و معذرت پیش کرنے کی)
= وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اَلْعَتْبُ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جو وہاں اترنے والے کے لئے ناساز گار ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر عَتْبٌ کے معنی ناراضگی سختی۔ خفگی کے آجاتے ہیں۔ عَتَبَ يَعْتُبُ (نصر) عتب يَعْتِبُ (ضَرَبَ) عَتْبٌ خفگی کرنا۔ ناراض ہونا۔ غصہ ہونا۔ اِعْتَابٌ (باب افعال) میں سلب ماخذ کی خصوصیت کی وجہ سے معنی ہونگے عتاب کو دور کرنا۔ ناراضگی۔ غصہ۔ خفگی کو دور کرنا۔ باب استفعال میں طلب ماخذ کی خصوصیت ہے جیسے اِسْتَغْفَرَ زَيْدٌ (زید نے مغفرت مانگی۔ لہٰذا استعتاب کا مطلب ہوا۔ طلب عتاب یعنی ناراضگی کو دور کرنے کی طلب۔ یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ تیری ناراضگی کو دور کردے اور تجھے رضامند بنالے۔

باب افعال (ثلاثی مزید فیہ) سے باب استفعال بنانا غیر قیاسی ہے کیونکہ قیاساً باب استفعال ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے۔

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ہی ان سے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کیجائے گی) اور نہ ہی ان سے توبہ لیجائے گی! نیز ملاحظہ ہو لغات القرآن۔ ندوۃ المصنفین اور نیز اضواء البیان جلد سوم

تفسیر آیۃ ہذا۔

۱۶: ۸۵ = وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ ۔ اور جب وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا (یعنی کافر) دیکھ لیں گے عذاب کو۔

مطلب یہ ہے کہ جب وہ عذاب ان پر آپڑیگا تو نہ اس میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ چاہے وہ کتنا ہی روئیں پیٹیں یا چلائیں۔

۱۶: ۸۶ = شُرَکَآءَ ھُمْ ۔ اور شُرَکَآءُ نَا میں شریکوں سے مراد وہی دیوی دیوتا اور معبودانِ باطل ہیں جنہیں وہ شریکِ خدائی سمجھتے تھے۔

= کُنَّا نَدْعُوْا ۔ ماضی استمراری جمع متکلم، ہم پکارا کرتے تھے ہم عبادت کیا کرتے تھے۔

= اَلْقَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب اِلْقَاءٌ (باب افعال) سے۔ انہوں نے ڈالا۔ انہوں نے پھینکا۔ اِلْقَاءٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے۔ جیسے قَالُوْا یٰمُوْسٰی اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّا اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ ۔ (۷ : ۱۱۵- ۱۱۶) جادوگروں نے کہا اے موسیٰ یا تو تم (پہلے) ڈالو۔ ورنہ ہم ہی پہلے ڈالنے والے ہو جاتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ تم ہی ڈالو! پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا۔

اَلْقٰی قَوْلًا اِلٰی ...... کسی سے کلام کرنا۔ وَاَلْقٰی مَوَدَّۃً اِلٰی۔ کسی سے دوستی یا محبت بڑھانا جیسے تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ (۶۰ : ۱) تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ وَاَلْقٰی سلمًا الی ... عاجزی پیش کرنا۔ جیسے وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ (۱۶: ۸۷) اور وہ اس دن خدا کے حضور عاجزی پیش کر دیں گے۔ اس کے سامنے سرنگوں ہوجائیں گے اس کے سامنے صلح واطاعت کی طرح ڈال دیں گے۔

اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ اور اِلَیْھِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الذین اشرکوا ہے۔ فَاَلْقَوْا اِلَیْھِمُ الْقَوْلَ اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ۔ معبودانِ باطل مشرکین سے کہیں گے۔ یقیناً تم جھوٹ بول رہے ہو۔

۱۶: ۸۷ = اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں۔ نیز اوپر ۱۶ : ۸۶۔ ملاحظہ ہو۔

= ضَلَّ ۔ ضَلَّ یَضِلُّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ضَلَالٌ و ضَلَالَۃٌ مصدر۔ گمراہ ہونا۔ بھٹک جانا راہِ حق سے۔ مرکر مٹی میں گل سڑ جانا۔ (کوشش کا) برباد جانا۔ راستے سے بہک جانا۔ فراموش کرنا۔ ضائع کرنا۔ ضائع ہونا۔ گم ہونا۔ ہلاک ہوجانا

ضَالَّۃٌ ج ضَوَالٌّ ۔ گم شدہ چیز جس کی تلاش کی جائے۔ اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فھو احق بھا حیث وجدھا۔

ضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۔ اور جو افترار پردازی وہ کیا کرتے تھے وہ سب کافور ہو جائے گی ۔ یعنی اپنے معبودانِ باطل سے جو امیدیں انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب دھری کی دھری رہ جائیں گی ۔

۱۶: ۸۸ = صَدُّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے روکا۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ مصدر انہوں نے (دوسروں کو) روکا۔

۱۶: ۸۹ = یَوْمَ ۔ اس کا نصب فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے ای اذکر یوم یاد کرو وہ دن ۔

= تِبْیَانًا ۔ بان یبین (ضرب) کا مصدر ہے ۔ بیان ۔ وضاحت ۔

۱۶: ۹۰ = اِیْتَآئِ ۔ دینا ۔ عطا کرنا ۔ اِیْتَآءٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے اس کا استعمال قرآن مجید میں بیشتر صدقہ دینے کے بارہ میں ہوا ہے۔ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اہل قرابت کو دینا۔ اسی آیت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ھذہ اجمع اٰیۃٍ فی القراٰن لخیر یتمثل ولشر یجتنب ۔ یہ قرآن کی جامع ترین آیت ہے اس میں ہر وہ اچھی چیز جس پر عمل کرنا ضروری ہے مذکور ہے۔ اسی طرح ہر وہ بری چیز جس سے اجتناب ضروری ہے موجود ہے

۱۶: ۹۱ = لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ اَیْمَانٌ ۔ یَمِیْنٌ کی جمع ۔ قسموں کو مت توڑو ۔ نَقَضَ یَنْقُضُ (نصر) توڑنا ۔ اصل میں نَقْضٌ کے معنی ہیں عمارت ۔ رسّی یا ہار کی گرہ کھولنا ۔ پراگندہ کرنا ۔ عمارت کو مسمار کرنا ۔

= کَفِیْلًا ۔ ذمہ دار ۔ ضامن ۔ ایفاء عہد کے لئے گواہ ۔ مذکر مؤنث واحد جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اگرچہ اس کی جمع کفلاء آئی ہے ۔

۱۶: ۹۲ = نَقَضَتْ غَزْلَھَا ۔ نَقَضَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس عورت نے توڑ ڈالا ۔ بل کھول دیئے ۔

غَزْلَھَا ۔ مضاف مضاف الیہ غَزْلٌ کاتا ہوا دھاگہ ۔

غَزَلَ یَغْزِلُ (ضرب) غَزْلٌ (روئی یا اون کاتنا ۔ اَغْزَلَ عورت کا چرخہ کاتنا اور باب سمع سے غَزِلَ یَغْزَلُ وتَغَزُّلٌ ۔ عورتوں سے محبت جتانا ۔ ان کے حسن وجمال کی تعریف کرنا ۔ اسی سے غَزَل عشقیہ کلام ہے ۔

= اَنْکَاثًا۔ ٹکڑے ٹکڑے نِکْثٌ کی جمع جس کے معنی سوت کے اس ٹکڑے کے ہیں جو دوبارہ کاتنے کے لئے توڑا جائے۔

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْکَاثًا۔ اس نے اپنے دھاگے کو مضبوط کاتنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اَنْکَاثًا غَزْلًا کا حال ہے۔

مکہ میں ایک بے وقوف قریشی عورت تھی جو صبح سے دوپہر تک یا دن بھر باندیوں کو ساتھ لے کر سوت کاتا کرتی تھی اور آخر میں تمام کاتا ہوا سوت توڑ ڈالتی تھی۔ اس کا نام ریطہ بنت عمرو بن سعد تھا (بغوی) بعض نے دیگر مختلف نام دیئے ہیں۔

= دَخَلًا۔ بہانہ۔ دغا۔ فساد۔ دَخِلَ یَدْخَلُ (سمع) کا مصدر ہے۔ الدخل ما یدخل فی الشیء ولم یکن منه۔ الدخل۔ وہ ہے کہ جو کسی شے میں داخل ہو سکین اس میں سے نہ ہو۔ یا الدخل مایدخل فی الشیء علی سبیل الفساد۔ الدخل وہ ہے جو فساد کے واسطے کسی شے میں داخل ہو۔ ایک چیز کو دوسری میں فساد کے لئے ملانا دَغَل ہے۔ کل شیءٍ لم یصح فهو دخل و دخیل بمعنی المفسد والداخل ضد الخارج (جو چیز درست نہ ہو وہ دغل ہے) دخل بمعنی دغل ہے۔ ادغل فی۔ کسی کام میں غیر متعلق چیز کو داخل کر کے اسے خراب کر دینا۔ دخلًا بینکم۔ باہمی فساد و خیانت و دغا بازی۔

دَخَلَ یَدْخُلُ (نصر) دُخُوْلٌ اندر داخل ہونا۔

تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ۔ یہ لَا تَکُوْنُوْا کی ضمیر کا حال ہے امام رازی کے نزدیک یہ جملہ مستانفہ انیا جملہ ہے اور استفہامیہ ہے۔ ای أَتَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ کیا تم اپنی قسموں کو باہمی دھوکہ بازی کا ذریعہ بناتے ہو؟

= اَرْبٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے رَبَا یَرْبُوْا۔ (نصر) رِبَاءٌ و رُبُوٌّ سے جس کے معنی بڑھنے اور چڑھنے کے ہیں۔ الرِّبٰو۔ سود۔ بیاج۔ زیادتی۔ اَرْبٰی تعداد میں اور مال و دولت میں بڑھ چڑھ کر ہونا۔

= اَنْ تَکُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کَانَ (تَکُوْنُ) تامّہ ہے اور هِیَ مِنْ اُمَّةٍ۔ اُمَّةٌ کی صفت ہے اور اُمَّةٌ۔ تَکُوْنَ کا فاعل ہے۔ اس اعتبار سے معنی ہوں گے: کہ ایک قوم ایسی ہو جائے کہ جو دوسری قوم سے زیادہ طاقتور ہو۔

(۲) کَانَ تَکُوْنُ فعل ناقص ہے اور هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ اس کی خبر ہے۔ گویا آیۃ کی تقدیر

اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اُمَّةً اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ - تکرار کے سقم کو دور کرنے کے لئے اسم ظاہر اُمَّةً کی بجائے ھِیَ ضمیر لائی گئی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زبردست ہو جائے۔

زمانہ جاہلیت میں قریش اور دیگر قبائل ایک قوم سے معاہدہ کر لیتے پھر جب دیکھتے کہ دوسری قوم قوی ہے تو اس سے معاملہ کر لیا۔ اور پچھلے معاہدہ کو توڑ دیا۔ اس سے مسلمانوں کو منع کیا جا رہا ہے اور ایفائے عہد پر زور دیا گیا ہے۔

= يَبْلُوْكُمْ - يَبْلُوْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ (باب نصر) بَلَاءٌ مصدر۔ وہ آزمائش کرتا ہے۔ وہ آزماتا ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ (اللہ) تم کو آزماتا ہے۔

= بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع یا تو فقرہ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ہے یعنی کسی گروہ کی افزائش قوت و ثروت۔ یا یہ راجع ہے اس امر و نہی کی طرف جس سے خبردار کیا جا رہا ہے۔

= لَيُبَيِّنَنَّ - لام تاکید کے لئے۔ مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ ضرور ہی کھول کر بیان کرے گا۔

۱۶: ۹۴ = وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ - اور اپنی قسموں کو آپس میں فریب دہی کا ذریعہ مت بناؤ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۹۲

= فَتَزِلَّ قَدَمٌ - فَ تعلیل کا ہے بمعنی ورنہ۔ نتیجۃً ایسا نہ ہو۔ تَزِلَّ مضارع واحد مؤنث غائب زَلَّ يَزِلُّ (ضرب) زَلٌّ سے۔ اَلزَّلَّةُ کے اصل معنی ہیں بلا قصد قدم پھسل جانا۔ اس لئے جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اس کو بطور تشبیہ زَلَّةٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ (۲: ۲۰۹) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔

باب استفعال سے کسی کو پھسلانے کا ارادہ کرنا۔ مثلاً اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ (۲: ۳۶) انہیں شیطان نے پھسلا دیا۔ یعنی شیطان انہیں آہستہ آہستہ پھسلانے کی کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ پھسل گئے۔ اسی معنی سے تزلزل بمعنی اضطراب کے ہیں اور اس میں تکرارِ حروف تکرارِ معنی پر دلالت کرتا ہے۔

مضارع کا نصب جوابِ نہی ہونے کی وجہ سے ہے فَتَزِلَّ قَدَمٌ یعنی (تم اپنی قسموں کو باہمی فساد کا ذریعہ مت بناؤ) ورنہ (تمہارا یا کسی کا یا لوگوں کا) قدم (جادۂ حق سے) پھسل جائیگا (یا کہیں ایسا نہ ہو کہ قدم راہ مستقیم سے پھسل جائے۔

= بَعْدَ ثُبُوْتِهَا - اس کے جم جانے کے بعد (یعنی اچھے بھلے ہدایت یافتہ قدم ڈگمگا جائیں)

= تَذُوْقُوْا۔ ذَاقَ يَذُوْقُ (نصر) ذَوْقٌ سے مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ عامل (جواب نہی) گر گیا۔ تمہیں چکھنا پڑے۔ تمہیں بھگتنا پڑے۔ یا تمہیں چکھنا پڑے گا۔ بھگتنا پڑے گا۔
= السُّوْءَ۔ عذاب۔ بُرا نتیجہ۔ یہاں دنیوی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں تک عذاب آخرت کا تعلق ہے تو آیۃ کے آخر میں ہے وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔
= بِمَا۔ بسبب۔ بوجہ۔
= صَدَدْتُّمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ صَدٌّ مصدر۔ (باب نصر) تم نے روکا۔ تم مانع ہوئے (بوجہ عہد شکنی کے)
۱۶ : ۹۵ = لَا تَشْتَرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت خریدو۔ تم مت مول لو۔ اِشْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔
= اِنَّمَا۔ ای اِنَّ مَا۔ بیشک۔ تحقیق۔ (جو بطور ثواب آخرت اللہ کے پاس ہے)
اِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے اور خبر کی تاکید اور تحقیق مزید کے لئے آتا ہے۔ حروف مشبہ بالفعل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ لیکن جب اِنَّ کے بعد مَا کافہ آجائے تو اِنَّ عمل نہیں کرتا۔ اور کلمہ حصر کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (۹ : ۲۸) مشرکین تو پلید ہیں یعنی نجاست تامہ تو مشرکین کے ساتھ مختص ہے۔
۱۶ : ۹۶ = يَنْفَدُ۔ نَفِدَ يَنْفَدُ (باب سمع) نَفَادٌ سے واحد مذکر غائب۔ ختم ہو جائے گا۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ (۱۸ : ۱۰۹)
آپ کہہ دیجئے کہ اگر (سارے کے سارے) سمندر روشنائی ہو جائیں میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہو سکیں گی۔
= بَاقٍ۔ باقی رہنے والا۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ ناقص یائی سے ہے۔ اصل میں بَاقِيٌ تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ اس کو ساکن کیا۔ اب یٓ اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے تو یٓ اجتماع ساکنین سے گر گئی بَاقٍ ہو گیا۔ بَقَاءٌ مصدر۔ باب سمع سے آتا ہے بَقِيَ يَبْقٰى بَقَاءٌ کسی چیز کا اپنی اصلی حالت پر قائم رہنا۔ یہ فَنَاءٌ کی ضد ہے۔
= لَنَجْزِيَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ ہم ضرور بالضرور اجر دیں گے۔
= اَحْسَنِ۔ اسم التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔
اَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ جو عمل وہ کیا کرتے تھے ان میں سے کا سب سے اچھا۔

یعنی ہم صبر کرنے والوں کو ان کے کئے کا جو بہترین عمل ہوگا اس کے مطابق اجر دیں گے۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:۔

بالفاظِ دیگر جس شخص نے دنیا میں چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی نیکیاں کی ہوں گی اُسے وہ اونچا مرتبہ دیا جائے گا جس کا وہ اپنی بڑی نیکی کے لحاظ سے مستحق ہوگا۔

۱۶ : ۹۷ = لَنُحْيِيَنَّهٗ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع فعل عَمِلَ کا فاعل ہے۔ یعنی نیک صالح عمل کرنے والا۔ ہم اس کو ضرور بالضرور زندگی بخشیں گے۔

= حَيٰوةً طَيِّبَةً ۔ پاکیزہ زندگی۔ اسی دنیا میں کہ اس میں رزق حلال حاصل ہو۔ قناعت ہو اطمینان و تسکین ہو رضاء الٰہی حاصل ہو۔ یا عالم برزخ کی زندگی کہ اس کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہو اس کی برزخ کی زندگی باغات جنت سے ایک باغ بن جائے یا اخروی زندگی ـــــ کہ وہاں نہ موت کا ڈر نہ نعمتوں کے ختم ہو جانے کا خدشہ۔ جہاں صحت بلا سقم۔ سعادت بلا شقاوت حاصل ہو گی۔

۱۶ : ۹۸ = اِسْتَعِذْ ۔ تو پناہ مانگ اِسْتِعَاذَةٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مصدر۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر کہو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

= الرَّجِیْمِ ۔ الرِّجَامُ ۔ پتھر۔ اسی سے الرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنا کے ہیں جس کو سنگسار کیا گیا ہو اسے مَرْجُوْم کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (۲۶ : ۱۱۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جاؤ گے۔

پھر استعارہ کے طور پر رَجْمٌ کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم۔ سب و شتم اور کسی کو دھتکار دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے رَجْمًا بِالْغَيْبِ (۱۸ : ۲۲) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل کے تکے چلاتے ہیں۔

شیطان کو رجیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ملأ اعلیٰ کے مراتب سے راندہ ہوا ہے۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (۳۸ : ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ راندۂ درگاہ ہے۔

۱۶ : ۹۹ = سُلْطٰنٌ ۔ تسلط۔ استیلاء۔ زور۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ مثلاً فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (۱۴ : ۱۰) کوئی کھلی دلیل لاؤ۔ یعنی واضح دلیل اور حجت قائم کرو۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (۵۵ : ۳۳) اور سوائے کسی سند یا اجازت نامہ کے تم نہیں نکل سکتے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ تمام قرآن میں سلطان بمعنی حجت کے آیا ہے۔

۱۶ : ۱۰۰ = يَتَوَلَّوْنَهٗ ۔ وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الشَّيْطٰن ہے۔

= بِہٖ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) ب تعدیہ کے لئے ہے اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ای داجع الی ربہم۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک بنانے والے ہیں۔
(۲) ضمیر ہٖ کا مرجع شیطان ہے اور بِہٖ۔ من اجلہ کا مرادف ہے یعنی اس کے سبب سے۔ ترجمہ ہوگا اور جو شیطان کے ورغلانے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک ٹھہرانے والے ہیں۔
۱۶: ۱۰۱ = اَعْلَمُ۔ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔
= یُنَزِّلُ۔ نَزَّلَ یُنَزِّلُ تَنْزِیْلٌ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ اتارتا ہے۔ وہ نازل کرتا ہے۔
= مُفْتَرٍ۔ اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اپنی طرف سے گھڑ کر بات بنانے والا۔ اصل میں مُفْتَرِیٌ تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا۔ اس کو ساکن کیا۔ اب ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہو گئے ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی مُفْتَرٍ بن گیا۔ اس کا مادہ فَرْیٌ ہے۔ اَلْفَرْیُ کے معنی چمڑے کو سینے اور مرمت کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں اور اِفْرَاءٌ (افعال) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) اصلاح اور فساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔
فَرٰی یَفْرِیْ (ضرب) فَرْیًا عَلٰی کسی کے خلاف بہتان باندھنا۔ جھوٹ گھڑنا۔ باب افتعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ باب سمع سے بمعنی حیران ہونا۔
باب افتعال سے قرآن حکیم میں ہے اُنْظُرْ کَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ (۴: ۵۰) دیکھ یہ خدا پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں۔
آیۃ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا (۱۹: ۲۷) یہ تو نے عجیب حرکت کی ہے (یہاں جِئْتِ بمعنی فَعَلْتِ ہے) اس میں بعض نے کہا ہے کہ فَرِیًّا کے معنی عظیم بات کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ عجیب بات کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی من گھڑت اور بنائی ہوئی بات کے ہیں لیکن مآل کے اعتبار سے یہ تمام اقوال ایک ہی ہیں۔
= وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ اس آیت میں جملہ معترضہ ہے۔
۱۶: ۱۰۲ = نَزَّلَہٗ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔
= رُوْحُ الْقُدُسِ۔ سے مراد حضرت جبرئیل ؑ ہیں۔
= لِیُثَبِّتَ۔ میں لام تعلیل کے لئے ہے تاکہ۔ یثبت مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

تاکہ ثابت قدم رکھے۔

۱۶: ۱۰۳ = اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس میں دوسرا مفعول یعنی القرآن محذوف ہے ای انما یعلمہ القراٰنُ بشرٌ۔ اس کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) یہ قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے۔ اس کا اشارہ ایک نومسلم رومی نصرانی غلام کی طرف ہے جو انجیل وغیرہ سے واقف تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتیں خوب توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا کرتا تھا۔ تو آپ بھی کبھی کبھی اس کے پاس جا بیٹھتے تھے۔

= يُلْحِدُوْنَ ۔ اَلْحَدَ يُلْحِدُ اِلْحَادٌ (اِفْعَالٌ) سے جمع مذکر غائب مضارع معروف۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب میں بنایا جاتا ہے۔ پھر اصل سے ہٹ کر ایک طرف پھرنے کو بھی الحاد کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اَلْحَدَ فُلَانٌ عَنِ الدِّيْنِ۔ فلاں دین سے پھر گیا اسی سے مُلحد دین سے پھرا ہوا کافر ہے۔ اور اَلْحَدَ السَّهْمُ عَنِ الْهَدَفِ۔ تیر نشانہ کے ایک پہلو میں جا لگا۔ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ (حقیقت سے ہٹ کر) جس کی طرف وہ مائل تھے۔ یا جس کی طرف ان کا اشارہ تھا۔

= اَعْجَمِيٌّ ۔ اَلْعُجْمَةُ کے معنی ابہام اور اخفا کے ہیں۔ یہ اَلْاِبَانَةُ کی ضد ہے جس کے معنی واضح اور بیان کر دینا کے ہیں۔ اَلْعَجَمُ غیر عرب کو کہتے ہیں اور اَلْعَجَمِيُّ اس کی طرف منسوب شے کو کہتے ہیں۔ اَلْاَعْجَمُ وہ آدمی جس کی زبان فصیح نہ ہو خواہ وہ عربی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عربی لوگ عجمی کی گفتگو بہت کم سمجھتے تھے۔ اور اَلْاَعْجَمِيُّ ۔ اَلْاَعْجَمُ کی طرف منسوب کی گئی شے۔

لِسَانٌ اَعْجَمِيٌّ ۔ وہ زبان جو ایک اعجم کی ہو۔ یعنی ایسے شخص کی جو فصیح ومبین زبان نہ بول سکتا ہو۔

= مُبِيْنٌ اسم فاعل واحد مذکر کھول کھول کر فصاحت وبلاغت سے بیان کرنے والا۔ ایسی زبان جو بات کو فصاحت وبلاغت سے بیان کرنے والی ہو۔

۱۶: ۱۰۵ = يَفْتَرِيْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ بہتان باندھتا ہے۔ یہاں صیغہ واحد جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۱۰۱

آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ حقیقۃً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے وہی جھوٹ اور افتراء باندھتے ہیں (اِنَّمَا کے حصر کے ساتھ کذب کا ارتکاب آیاتِ قرآنی پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے مخصوص ہو گیا) فی ھذہ الاٰیۃ دلالۃ قویۃ علی ان الکذب من اکبر الکبائر و افحش الفواحش والدلیل علیہ ان کلمۃ انما للحصر والمعنی ان الکذب والفریۃ لا یقدم علیھما الا من کان غیر مؤمن بایٰت اللہ تعالیٰ والا من کان کافرا ھذا

تھدید فی النھایۃ ۔

اس آیت میں اس امر کی قوی دلیل ہے کہ کذب بدترین گناہ اور بدترین فحش ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اِنَّمَا کلمہ حصر کا ہے یعنی کذب اور افتراء کے ارتکاب کی جرأت ماسوائے خدا تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہ رکھنے والے اور کافر کے کوئی نہیں کرتا اور یہ نہایت سخت تنبیہ ہے ۔

= اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو لا کر کذب کا فعل منکرینِ آیاتِ ربّانی پر مختص کر دیا ۔ پس یہی لوگ ہیں جو (پورے کے پورے) جھوٹے ہیں ۔

۱۶ : ۱۰۶ = مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدَ اِيْمَانِهٖٓ ۔ مبتدا

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ ۔ خبر (محذوف)

جس نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے انکار کیا (یعنی اس کی وحدانیت سے اس کے رسول سے قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے سے اور عقیدۂ حشر سے) اس پر غضب الٰہی ہوگا ۔

= اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ ۔ مستثنیٰ ہے ماسوائے اس کے جسے مجبور کیا گیا ۔

اُكْرِهَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اس پر زبردستی کی گئی ۔ اِكْرَاهٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

= وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ۔ دراں حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے ۔ یہ جملہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کا حال ہے ۔

= شَرَحَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے دل کھولا ۔ شَرْحٌ کے معنی گوشت وغیرہ کے پھیلنے کے ہیں ۔ صَدْرًا بمعنی صَدْرَهٗ ہے ۔ ای من شرح صدرہ بکفرٍ ۔ جس کا سینہ کفر کے ساتھ کھل جائے یعنی وہ اس کفر سے خوشی محسوس کرے ۔ صَدْرًا بوجہ مفعول بہٖ ہونے کے منصوب ہے مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ۔ مبتدا اور فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۔ خبر ہے ۔ اور اگر مَنْ شرطیہ ہے تو پہلا جملہ شرط اور دوسرا جملہ جواب شرط ہوگا ۔

۱۶ : ۱۰۷ = اِسْتَحَبُّوْا ۔ اِسْتِحْبَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ۔ انہوں نے عزیز رکھا ۔ انہوں نے پسند کیا ۔

۱۶ : ۱۰۸ = طَبَعَ عَلٰى ۔ مہر لگانا ۔ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ۔ یعنی وہ نیکی کی توفیق سے محروم ہو گیا ۔

= الْغٰفِلُوْنَ ۔ الکاملون فی الغفلۃ ۔ نتائج و عواقب سے غفلت ۔ غفلت کی انتہا ہے ۔

۱۶ : ۱۰۹ = لَا جَرَمَ ۔ یقینًا ۔ حقًّا ۔ اصل میں اس کا معنی لا محالہ تھا ۔ پھر توسیع استعمال کے بعد قسم یا حق (فعل ماضی) کے معنوں میں مستعمل ہونے لگا ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶ : ۶۲)

= هُمْ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب کو دو بارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور گھاٹے اور ٹوٹے کو خصوصی طور پر ان اشخاص کے لئے مخصوص کرنے کے لئے جن کا ذکر آیۂ بالا نمبر ۱۰۸ میں آیا ہے۔

یقینی طور پر بالکل یہی لوگ آخرت میں گھاٹا پانیوالے ہونگے!

۱۶: ۱۱۰ = ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ یہ دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ غافلون خاسرون کا حال بلحاظ مرتبت ان اصحاب سے کتنا بعید ہے جن کا آیہ ہذا میں ذکر ہے۔ ان کے لئے غضب الٰہی وخسران اور ان کے لئے مغفرت ورحمت رب تعالیٰ۔

ثُمَّ ۔ پھر حرف عطف ہے۔ پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تاخیر خواہ باعتبار زمانہ ہو یا باعتبار مرتبہ۔ یا بلحاظ وضع ونسبت ہو یا باعتبار نظام صناعی جیسے الاساس اولاً ثم البناء یعنی پہلے اساس (بنیاد) رکھی جاتی ہے پھر اس پر عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ دوسری دفعہ جو ثُمَّ آیا ہے وہ باعتبار زمانہ تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔

= مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ۔ آزمائش میں ڈالے جانے کے بعد (یعنی کفار کے ہاتھوں مصائب و آلام میں ڈالے جانے کے بعد) جیسے حضرت عمار بن یاسر اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو اسلام سے مرتد کرنے کے لئے روح فرسا تکالیف دی گئی تھیں۔

= مِنْ بَعْدِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مذکورات بالا۔ یعنی آزمائش میں پڑنے اور ہجرت اور جہاد اور صبر کی طرف راجع ہے۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں:

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ سورت تو مکی ہے اس میں ہجرت اور جہاد کا ذکر کیسا۔ لیکن اول تو ابن عطیہ کی روایت میں ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور مکی سورتوں میں مدنی آیتوں کی آمیزش کی مثالیں قرآن میں کثرت سے موجود ہیں۔ اور ہجرت سے مراد ہجرت حبشہ بھی ہو سکتی ہے اور جہاد اپنے لغوی معنوں میں (یعنی جدوجہد) پھر ان کے علاوہ صیغہ ماضی سے اخبار مستقبل کی مثالیں بھی قرآن میں شاذ نہیں۔

۱۶: ۱۱۱ = یَوْمَ ۔ منصوب بوجہ رحیمٌ کا ظرف زمان ہونے کے ہے یعنی اس کی یہ مغفرت ورحمت اس روز ہوگی جس روز ...... یا یہ اُذْكُرْ (محذوف) کا مفعول بہ ہے لیکن اول الذکر زیادہ راجح ہے کیونکہ خٰسِرُوْنَ کے وقت سزا کے لئے فی الاٰخرۃ آیا ہے (فی الاٰخرۃ ھم الخٰسرون) اور یہاں بھی یوم سے مراد یوم قیامت ہی ہے۔

= تَاْتِیْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ آئے گی۔ اِتْیَانٌ سے ضمیر فاعل كُلُّ نَفْسٍ کے لئے ہے

كُلُّ نَفْسٍ۔ ہر جان۔
= تُجَادِلُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے وہ جھگڑا کریگی وہ جھگڑا کرتی ہے، وہ جھگڑتی ہے۔ مُجَادَلَۃٌ باہم جھگڑنا۔ یہاں مجادلہ عذر۔ معذرت۔ اور صفائی پیش کرتے کے معنی میں ہے۔
= عَنْ نَّفْسِهَا۔ اپنی ذات کے متعلق۔ پہلا نفس (كُلُّ نَفْسٍ) جان یا شخص کے مترادف ہے اور دوسرے نفس کے معنی اس جان یا شخص کی ذات ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کل نفس ہے
= تُوَفّٰى۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَوْفِيَةٌ (تفعیل) سے ہے پورا پورا دیا جائیگا۔ پورا بدلہ) دیا جائے گا۔
= وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور ان پر (ذرا بھی) ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جملہ نفوس کے لئے ہے۔
۱۶: ۱۱۲ = مَثَلًا۔ تشبیہی قصہ۔ تمثیل۔ نصب بوجہ ضَرَبَ کے مفعول ہونے کے ہے
= قَرْيَةً۔ اصل میں ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا مَثَلَ قَرْيَةٍ تھا۔
مَثَلَ قَرْيَةٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔ مضاف کو حذف کیا گیا اور مضاف الیہ کو قائم رکھا گیا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مَثَلًا کا بدل ہے مبدل منہ کی رعایت سے قَرْيَةً منصوب ہوا۔
دوسری صورت یہ ہے کہ ضَرَبَ بمعنی جَعَلَ ہے اور قریۃً اس کا مفعول اول ہے اور مثلاً مفعول ثانی ہے۔ قَرْيَةً کو بعد میں اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کے اور اس کی صفاتِ مذکورہ (كَانَتْ اٰمِنَةً .....) کے درمیان فصل واقع نہ ہو۔
= اٰمِنَةً۔ پُرامن۔ دل جمعی والی۔ چین والی۔ اور مُطْمَئِنَّةً اسم فاعل واحد مؤنث۔ مگن۔ چین والی۔ ہر دو بوجہ كَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہیں۔
= يَاْتِيْهَا۔ اس تک آتا تھا۔ اس تک پہنچتا تھا۔ مضارع بمعنی ماضی۔ صیغہ واحد مذکر غائب هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةً کی طرف راجع ہے۔
= رَغَدًا۔ بافراغت۔ وسیع۔ بکثرت۔ خوب۔ اچھی طرح۔ یہ اصل میں رَغِدَ يَرْغَدُ (سَمِعَ) سے مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے اور صفت مشبہ ہوکر مستعمل ہے نیز رَاغِدٌ کی جمع بھی ہے جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے۔
= فَكَفَرَتْ۔ پس اس نے انکار کیا۔ اس نے ناشکری کی۔ یعنی اس کے باشندوں نے۔ كُفْرٌ وَكُفْرَانٌ۔ مصدر۔

= اَنْعُمِ ۔ نِعْمَۃً کی جمع ۔ نعمتیں ۔ احسانات ۔
= فَاَذَاقَھَا ۔ اس نے ان کو چکھایا (ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب بستی کی طرف راجع ہے ۔ مراد اس بستی کے باشندے ہیں) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اَذَاقَۃٌ وَاِذَاقَۃٌ مصدر ۔ چکھانا ۔ ذَوْقٌ ۔ مصدر (اجوف واوی) مادّہ ۔ ذَاقَ یَذُوْقُ (نصر) چکھنا ۔
= لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ ط بھوک اور خوف کا لباس ۔ یعنی ایسی بھوک اور خوف کہ لباس کی طرح ان کا احاطہ کئے ہوتے تھی ۔

اب اس آیت کا ترجمہ ہو گا :

اور اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو امن وامان اور اطمینان و دلجمعی کی زندگی بسر کر رہی تھی ۔ اس کو (یعنی اس میں رہنے والوں کو) رزق بافراط ہر طرف سے پہنچ رہا تھا مگر اس (کے بسنے والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک اور خوف کے ایسے عذاب کا مزہ چکھایا جو کہ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوتے تھا ۔ (اور یہ) بوجہ ان کارستانیوں کے تھا جو وہ کر رہے تھے ۔

۱۶ : ۱۱۳ = وَھُمْ ظٰلِمُوْنَ حال ہے فَاَخَذَھُمُ الْعَذَابُ سے ۔ یعنی پس ان کو عذاب نے آلیا دراں حالیکہ وہ (اپنے ہی حق میں) ظلم کر رہے تھے ۔

۱۶ : ۱۱۵ = مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ ۔ اَلْاِھْلَالُ سے ہے اَلْھِلَالُ مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں ۔ پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے اس کی جمع اَھِلَّۃٌ ہے الاھلال کے معنی چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں ۔ پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی سے محاورہ ہے اَھَلَّ الصَّبِیُّ ولادت کے وقت بچے نے رونے میں آواز بلند کی ۔ اور حاجیوں کے باآواز بلند لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہنے کو بھی اھلال کہا جاتا ہے ۔ اسی طرح پکارنا ۔ آواز لگانا ۔ بلند آواز سے ذکر کرنا ۔ نامزد کرنا ۔ کسی چیز کو شہرت دینا سب کے معنی میں مستعمل ہے ۔

اُھِلَّ ۔ اِھْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس جملہ میں مَا اسم موصول ہے اور بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے ۔ مَآ اُھِلَّ بِہٖ جس کا نام لے کر آواز بلند کی گئی ۔ جس کا نام پکارا گیا ۔ یعنی ذبح کرتے وقت جس کا نام لیا گیا ۔

اُھِلَّ بمعنی ذُبِحَ کی سند کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول پیش کیا گیا ہے ۔

اذا سمعتم الیھود والنصارٰی یھلّون لغیر اللّٰہ فلا تاکلوھا واذا لم تسمعوھم فکلوا فان اللّٰہ قد احل ذبا ئحھم وھو یعلم ما یقولون ۔

(جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سنو

تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

تو گویا مَا اُھِلَّ بِہٖ کا ترجمہ ہوا۔ ذبح کے وقت جس کا نام پکارا گیا۔ اور مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ جیسے نام ہے کہ غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا۔ مثلاً میں ذبح کرتا ہوں لات کے لئے (کہ ذبح لات کے نام پر ہوا ہے خدا کی ذات کے لئے نہیں) ذُکِرَ عِنْدَ ذِبْحِہٖ اسم غیرہ تعالیٰ (محمد مخلوف)

= اُضْطُرَّ۔ اِضْطِرَارٌ (افتعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا وہ لاچار کیا گیا اَلضُّرُّ (ص ۷۷) کے معنی بدحالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہو جیسے علم و فضل و عفت کی کمی۔ خواہ بدن سے ہو جیسے کسی عضو کا ناقص ہونا۔ یا قلتِ مال کے سبب ظاہری حالت کا بُرا ہونا۔

اضطرار کے معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنے کے ہیں اور عرف میں اس کا استعمال ایسے کام پر مجبور کرنے کے ہیں جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو۔ مثلاً مار پٹائی کی جائے۔ یا دھمکی دی جائے حتیٰ کہ وہ کام کرنے پر رضامند ہو جائے یا زبردستی پکڑ کر اس سے کوئی کام کروایا جائے۔

مثلاً ثُمَّ اَضْطَرُّہٗ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ۔ (۲: ۱۲۶) پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے لاچار کر دوں گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں (ا) کسی ایسے جذبے کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف ہو۔ مثلاً شراب یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہو کر شراب نوشی یا قمار بازی کا ارتکاب کر بیٹھے۔

(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت اس کا ارتکاب کرے کہ جس کے نہ کرنے سے اسے جان کا خطرہ ہو مثلاً بھوک سے مجبور ہو کر مردار کا گوشت کھانا۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ (۵: ۳) ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے۔ آیۃ ہذا میں بھی یہی صورت ہے (نیز ملاحظہ ہو ۶: ۱۴۵)

بَاغٍ وَّعَادٍ اصل میں بَاغِیٌ وَعَادِوٌ تھا۔ بَاغِیٌ۔ ضمہ ی پر دشوار تھا۔ جس کی وجہ سے گر گیا۔ یٖ ساکن ہوا۔ اب ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی بَاغٍ ہوا۔

عَادِوٌ کی واو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہونے کی وجہ سے اور ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یٖ ہو گئی اور پھر عمل متذکرہ بالا سے یٖ گر گئی۔ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ جو لذت کا جویا نہ ہو۔

اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔

= فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ کے بعد فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ محذوف ہے یعنی بحالتِ لاچاری گناہ نہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۷۳)

۱۶: ۱۱۶ = وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ اس میں لام تعلیل کے لئے ہے مَا مصدریہ ہے الْكَذِبَ تَصِفُ کا مفعول۔ اور هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ مقول القول یعنی ای لَا تَقُوْلُوْا: هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ یہ الکسائی اور الزجاج کا مذہب ہے ترجمہ یوں ہوگا اور جو جھوٹ موٹ تمہاری زبانوں سے نکلے اسے (بلا سند صحیح) حلال یا حرام مت قرار دیدو۔

اگرچہ اس کے متعلق بہت سے اقوال اور بھی ہیں مگر الکسائی اور الزجاج کے مذہب کو بہت سے مفسرین نے اختیار کیا ہے ای لا تقولوا ھذا حلٰل و ھذا حرام لاجل وصف السنتکم الکذب (روح المعانی)

= لتفتروا۔ اس میں لام عاقبت کا ہے یعنی نتیجۃً تم (اللہ تعالیٰ پر) تہمت اور بہتان کا ارتکاب کروگے تَفْتَرُوْا۔ تم افترار کرو۔ تم جھوٹ باندھلو۔ افتراء (افتعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی لام کی وجہ سے گر گیا ہے۔

= لَا يُفْلِحُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِفْلَاحٌ (افعال) سے وہ کامیاب نہیں ہوں گے وہ فلاح نہیں پائیں گے۔

۱۶: ۱۱۷ = مَتَاعٌ قَلِيْلٌ - ذٰلِكَ (محذوف) مبتدا۔ مَتَاعٌ خبر۔ قَلِيْلٌ صفت خبر۔ یہ قلیل اور چند روزہ منفعت ہے۔ ای منفعۃ قلیلۃ منقطعۃ عن قریب۔ یعنی قلیل عیش و منفعت جو کہ عنقریب ختم ہو جانیوالی ہے۔ مطلب یہ کہ اس افترار سے ان کو کوئی طویل المدت نفع کثیر حاصل نہیں ہوگا بلکہ قلیل المدت و قلیل المقدار فائدہ ہو تو ہو۔

۱۶: ۱۱۸ = وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ کا اشارہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ کی طرف ہے۔ جہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۞ (۶: ۱۴۶) اور جو لوگ کہ یہودی ہوئے ان پر ہم نے سب کھروالے جانور حرام کردیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کی تھیں بجز اس (چربی) کے

جو ان کی پشتوں پر یا ان کی انتڑیوں میں لگی ہوئی ہو یا جو ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ سزا ان کو ان کی شرارت پر دی تھی اور ہم ہی یقیناً سچے ہیں۔

مِنْ قَبْلُ یا حَرَّمْنَا سے متعلق ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اس سے قبل ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کیا ہے۔

یا یہ قَصَصْنَا سے متعلق ہے اور ترجمہ یوں ہے ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام قرار دے دی تھیں۔ جن کا ذکر ہم تجھ سے قبل ازیں کر چکے ہیں۔

۱۶: ۱۱۹ = مِنْ بَعْدِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع توبہ ہے (جیساکہ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سے ظاہر ہے) یا اس کا مرجع الاصلاح ہے جو کہ توبہ میں مندرج ہے، اور توبہ کی تکمیل کے لئے شرط ہے۔

۱۶: ۱۲۰ = اُمَّةً ۔ یعنی اللہ کی ۔۔۔ فرمانبرداری اور طاعات وحسنات میں پوری ایک جماعت کے برابر اور قائم مقام۔ دوسرے معنی میں امام یا مقتدا کے ہیں جو امورِ خیر میں بطور نمونہ کام دے۔ علمبردار صداقت وحق۔ نیز جو دنیا بھر سے الگ تھلگ ہو۔ اس قوم کو بھی اُمَّة کہتے ہیں جس کی طرف کوئی رسول بھیجا گیا ہو۔

جماعت۔ طریقہ۔ دین اور مدت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہر وہ جماعت کہ جس میں کسی قسم کا کوئی رابطۂ اشتراک موجود ہے اسے بھی امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد واشتراک مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔

= قَانِتًا۔ قُنُوْتٌ سے اسم فاعل۔ حالتِ نصب۔ فرماں بردار۔ اطاعت گذار

اَلْقُنُوْتُ (باب نصر) کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں جیسے کہ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (۲: ۲۳۸) اور خدا کے حضور ادب سے کھڑے رہا کرو خشوع اور خضوع اور خاموشی کے ساتھ۔

= حَنِيْفًا۔ یکسوئی سے حق کی طرف مائل ہونے والا۔ سب سے بے تعلق ہو کر ایک خدا کا ہو رہنے والا۔ حَنِيْف کی جمع حُنَفَآء۔

ہر وہ شخص جو بیت اللہ کا حج کرتا اور ختنہ کراتا۔ عرب کے لوگ اسے حنیف کہہ کر پکارتے تھے۔ یعنی یہ دینِ ابراہیم کا پابند ہے۔

اُمَّةً۔ قَانِتًا۔ حَنِيْفًا۔ شَاكِرًا بوجہ عمل کان منصوب ہیں۔

۱۶: ۱۲۱ = اَنْعُمِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی نعمتیں۔ اس کے احسانات۔ نِعْمَةٌ کی جمع

= اِجْتَبٰهُ۔ اِجْتَبٰى يَجْتَبِىْ اِجْتِبَاءً (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس نے اس کو پسند کیا۔ اس نے اس کو چھانٹ لیا۔ منتخب کرلیا۔ مُجْتَبٰى برگزیدہ۔ منتخب شدہ۔ پسند کیا ہوا۔ پسندیدہ۔

۱۶: ۱۲۲ = اٰتَيْنٰهُ۔ ماضی جمع متکلم۔ اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہم نے اس کو دیا۔ اَتٰى مادہ۔

۱۶: ۱۲۳ = حَنِيْفًا۔ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے ابراہیم سے حال ہے یا جیسا کہ ابنِ مالک کا قول ہے یہ مِلَّةَ کا حال ہے۔

۱۶: ۱۲۴ = جُعِلَ۔ جَعْلٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ مقرر کیا گیا۔ ٹھہرایا گیا۔ لازم کیا گیا
= اَلسَّبْتُ۔ اس کے اصل معنی ہیں قطع کرنا۔ سَبْتٌ کام کاج سے قطع تعلق کرلینا۔ ہفتہ کا دن۔ سنیچر کی تعظیم کرنا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے مصدر ہے یعنی کام کاج چھوڑ دینا۔ سنیچر کی تعظیم کرنا۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے (کہ سبت بمعنی سنیچر کا دن ہے) اسم ہے جس کی جمع اَسْبُتٌ اور سُبُوْتٌ ہے۔

= اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ یعنی حُرمتِ سبت کے احکام کے بارہ میں اختلاف کیا تھا

= لَيَحْكُمُ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے يَحْكُمُ مضارع واحد مذکر غائب حُكْمٌ سے۔ وہ ضرور فیصلہ کردے گا۔

۱۶: ۱۲۵ = اُدْعُ۔ دَعَا يَدْعُوْا دُعَاءٌ دَعْوَةٌ (ناقص واوی) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (باب نصر) تو دعوت دے۔ تو بلا۔ تو دعا کر۔

= جَادِلْهُمْ۔ جَادِلْ امر واحد مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جَادَلَ يُجَادِلُ مُجَادَلَةً (مفاعلة) باہم مناظرہ کرنا۔ باہم جھگڑنا۔ تو ان سے مناظرہ و مباحثہ کر۔

= اِنْ عَاقَبْتُمْ۔ اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةً بمعنی عقوبت کرنا۔ سزا دینا۔

اَلْعَقِبُ وَ الْعَقْبُ پاؤں کا پچھلا حصہ یعنی ایڑی۔ اس کی جمع اَعْقَابٌ ہے بطور استعارہ عَقِبٌ کا لفظ بیٹے پوتے پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِىْ عَقِبِهٖ (۴۳: ۲۸) اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے۔

عاقبة۔ بمعنی انجام کار جیسا کہ قرآن پاک میں ہے فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا اَنَّهُمَا فِى النَّارِ (۵۹: ۱۷)

دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوئے۔ اس میں عاقبۃ کا لفظ استعارۃً عذاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور دوسری جگہ عَاقِبَۃ کا لفظ بطور ثواب کے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (۲۸: ۸۳) اور انجام نیک (ثواب) توپرہیزگاروں کے لئے ہے۔

۱۶: ۱۲۶ فَعَاقِبُوْا امر۔ جمع مذکر حاضر۔ تم (ان کو) سزا دو۔

عُوْقِبْتُمْ: ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں سزا دی گئی۔ تمہیں ایذا پہنچائی گئی۔

۱۶: ۱۲۷ = وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور آپ کا صبر بدوں توفیق من اللہ نہیں ہے۔ یعنی صبر کی توفیق بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے

= وَلَا تَكُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ کَوْنٌ مصدر۔ تو نہ ہو۔ تو مت ہو۔

= ضَیْقٍ۔ ضِیْقٍ۔ سَعَۃٌ (وسعت وکشادگی) کی ضد ہے۔ اور ضَیْقٌ بھی بولا جاتا ہے۔ ضَیْقَۃٌ کا استعمال فقر۔ بخل۔ غم اور اسی قسم کے معنوں میں ہوتا ہے مثلاً آیۃ ہذا وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ تو تنگ دل مت ہو۔ تو غم نہ کھا۔

ضَاقَ یَضِیْقُ تنگ ہونا۔

= یَمْكُرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَکْرٌ سے۔ وہ چالیں چلتے ہیں۔

۱۶: ۱۲۸ = مُحْسِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُحْسِنٌ واحد۔ نیکوکار۔ بھلائی کرنے والے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ (۱۵)

بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡل ☆ الکَہۡفُ ☆

(۱۷) سُورۃ بنی اسرآئیل (۱۱۱)

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔

۱:۱۷ا) سُبْحَانَ۔ السَّبْحُ سے۔ جس کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ سَبَحَ (فتح) سَبْحًا و سَبَاحَۃً وہ تیز رفتاری سے چلا۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (۲۱:۳۳) سب (اپنے اپنے) فلک یعنی مدار میں تیز رفتاری سے چل رہے ہیں۔ اور گھوڑے کی تیز رفتاری پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۷۹:۳) اور فرشتوں کی قسم جو (آسمان وزمین کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں۔

اَلتَّسْبِیْحُ کے معنی تنزیہ الٰہی بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الٰہی میں تیزی کرنے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا ہے جیسا کہ اِبْعاد کا لفظ شر پر بولا جاتا ہے۔ اَبْعَدَہُ اللّٰہُ خدا اسے ہلاک کرے۔ فَجَعَلْنٰہُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ہ (۲۳:۴۱) ہم نے ان کو خس وخاشاک بنا دیا۔ سو خدا کی مار ظالم لوگوں پر۔

پس تسبیح کا لفظ قولی، فعلی، قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

الزجاج نے لکھا ہے کہ سُبْحَانَ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اور اس کا نصب ایک پوشیدہ فعل کی بنا پر ہے جس کا اظہار متروک ہو چکا ہے اس کی اصل یوں ہے اُسَبِّحُ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ تَسْبِیْحًا۔ میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رح الاتقان میں رقمطراز ہیں سُبْحَانَ مصدر ہے بمعنی تسبیح (پاکی بیان کرنا) اس دنصب اور کسی اسم مفرد کی طرف مضاف ہونا لازم ہے جو ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ اور سُبْحَانَ الَّذِیْ سْریٰ بِعَبْدِہٖ یا مضمر ہو جیسے سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا (۲:۳۲) اور یہ ایسا مفعول مطلق ہے کہ اس کا ل حذف کر کے اس کو اس کی جگہ قائم کر دیا گیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ پاک ومنزہ ہے ہر قسم کے قبائح سے وہ ذات

اَسْرٰی۔ اِسْرَاءٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب مادہ سَرْیٌ سے سَرٰی یَسْرِیْ (باب ضرب)
اور اَسْرٰی یُسْرِیْ اِسْرَاءٌ (باب افعال) رات کے وقت سفر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ باب ضرب سے
فعل لازم آتا ہے اور ب کے ساتھ فعل متعدی۔ جیسے سَرٰی بِہٖ اس نے اس کو رات کو سفر کرایا۔
ابو عبیدہ کے قول کے مطابق اَسْرٰی میں ہمزہ تعدیہ کے لئے نہیں ہے لہٰذا تعدیہ کے لئے اس کے
ساتھ بھی ب کو لایا گیا۔ نیز بعض کے نزدیک اَسْرٰی لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔
اَلَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت۔
بعض کے نزدیک اَسْرٰی کا مادہ س ر ی سے نہیں جس کے معنی رات کو سفر کرنے کے ہیں
بلکہ یہ سَرَاۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کشادہ زمین کے ہیں۔ اور اصل میں اس کے لام کلمہ میں واؤ ہے
(ناقص واوی ہے) پس اَسْرٰی کے معنی ہیں کشادہ زمین میں چلے جانا۔ جیسے اَجْبَلَ کے معنی ہیں وہ پہاڑ پر چلا
گیا۔ اور اَتْہَمَ کے معنی ہیں وہ تہامہ میں چلا گیا۔ اس صورت میں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ
کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو وسیع اور کشادہ سرزمین میں لے گیا۔
نیز سَرَاۃٌ ہر چیز کے افضل اور اعلیٰ حصہ کو بھی کہتے ہیں۔ اسی سے سَرَاۃُ النَّہَارِ ہے جس کے معنی
دن کی بلندی کے ہیں۔

= لَیْلًا۔ رات کے ایک حصہ میں۔ ایک ہی رات کے تھوڑے وقت میں لَیْلًا بصیغہ نکرہ کے اضافہ سے
یہ تاکید و تصریح مقصود ہے کہ اتنا بڑا سفر جو عادۃً کئی ہفتوں میں ممکن تھا۔ مافوق العادۃ کے طور پر رات کی
چند گھڑیوں میں ہی انجام پا گیا۔ اسی تبعیض (بعض حصہ) کی بنا پر عبد اللہ اور حذیفہ نے مِنَ اللَّیْلِ
پڑھا ہے جیسا کہ قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ (۱۷: ۷۹)
بوجہ اسرٰی کے ظرف زمان ہونے کے منصوب ہے۔

= اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ موصوف وصفت، اَقْصٰی اسم التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بہت
بعید۔ بہت دور۔ زیادہ دور۔ قَصَاءٌ سے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کو باعتبار
بعد کے جو مخاطبین قرآن (اہل عرب) سے تھی اَقْصٰی کہتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے
اس کا مادہ ق ص و (ناقص واوی) سے ہے قرآن مجید میں ہے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ
الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی (۸: ۴۲) جس وقت تم (مدینے سے) قریب کے ناکہ پر تھے
اور کافر بعید کے ناکہ پر۔

= حَوْلَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حَوْلَ بمعنی گرد۔ حوالی۔ حَوْلَہٗ اس کے گرد۔ اس کے آس
پاس۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مسجد اقصیٰ ہے۔

= نُرِیَهٗ ۔ نُرِیَ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع عَبْدِہٖ ہے ہم اس کو دکھا دیں ۔

= مِنْ اٰیٰتِنَا ۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے بعض ۔ کچھ ۔ اٰیٰتِنَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اٰیات جمع اٰیَۃٌ کی ۔ نشانیاں ۔ عجائبات قدرت ۔ اپنے عجائبات قدرت میں سے بعض ۔ چند ۔ کچھ عجائبات

یہاں التفاتِ ضمائر ہے ۔ پہلے خداوند تعالیٰ کو ضمیر واحد مذکر غائب سے بیان فرمایا ۔ پھر بٰرَکْنَا اور نُرِیَهٗ میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال ہوا ۔ یہ فصاحت وبلاغت کے لئے ہے یا یہ برکات وآیات کے اظہار عظمت وتکریم کے لئے ہے ۔

= السَّمِیْعُ ۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور جب یہ حق تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے ۔ سننے والا ۔

= اَلْبَصِیْرُ ۔ دیکھنے والا جاننے والا ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۱۷ : ۲ = جَعَلْنٰهُ ۔ جَعَلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے اس کو کیا ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکِتَابُ ہے یعنی تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی

= اَلَّا تَتَّخِذُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے تم مت پکڑو ۔ تم مت اختیار کرو ۔ تم مت بناؤ ۔ اَلَّا ۔ اَنْ لَا ہے اَنْ کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔ کہ آیا یہ تفسیریہ ہے ، ناہیہ ہے ، مصدریہ ہے ۔ یا اَنْ اور اس کا مابعد الکتاب کا بدل ہے ۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ اَلَّا تَتَّخِذُوْا ۔ ای قلنا لھم لا تتخذوا ۔ تقدیر کلام ہے ۔

= مِنْ دُوْنِیْ ۔ میرے سوا ۔ مجھے چھوڑ کر ۔ دُوْنَ ۔ ورے ۔ سوائے ۔ غیر ۔ ی ضمیر اضافت واحد متکلم ۔

= وَکِیْلًا ۔ صفت مشبہ ۔ نکرہ ۔ منصوب وَکْلٌ سے بمعنی کارساز ۔ ذمہ دار ۔ مددگار ۔ وکیل ۔ اس کارساز کو کہتے ہیں جس کو اپنے تمام امور سپرد کر دیئے جائیں ۔

۱۷ : ۳ = ذُرِّیَّۃَ ۔ اولاد ۔ اصل میں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِیّت ہے مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے ذُرِّیَّۃَ بوجہ ندا کے ہے اس سے پہلے حرف ندا یا محذوف ہے ۔ ذُرِّیَّۃَ مضاف ہے اور مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ مضاف الیہ ہے ۔ یا ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا ۔ اس کے بعد اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا کا جملہ ، جملہ معترضہ حضرت نوح علیہ السلام کی تعریف میں ہے تو گویا اَلَّا تَتَّخِذُوْا ...... الخ

کی تقدیر ہے وقلنا لھم لا تتخذوا من دونی وکیلا یا ذریۃ من حملنا مع نوح۔ اور ہم نے ان سے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا مجھے چھوڑ کر (کسی کو) اپنا کارساز مت ٹھہراؤ۔

شَکُوْرًا ۔ نصب بوجہ عمل کَانَ کے ہے شَکُوْرٌ ۔ شکر گذار۔

۱۷: ۴ = قَضَيْنَا اِلٰی ۔ ای اعلمناھم واخبرناھم۔ ہم نے (بنی اسرائیل کو) آگاہ کردیا تھا۔ بتادیا تھا۔ (قَضٰی اِلٰی) کسی کو بتانا۔ کسی کو وضاحت کے ساتھ بتانا۔ قَضَيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔

= الکِتٰبِ ۔ ای التوراۃ۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔

= لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ۔ لَتُفْسِدُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفْسَادٌ (افعال) تم ضرور فساد کرو گے۔ تم ضرور خرابی پھیلاؤ گے۔ بعض کے نزدیک لامؔ۔ لام قسم ہے! اور تقدیر کلام ہے وَاللّٰہِ لَتُفْسِدُنَّ ۔ خدا کی قسم تم ضرور فساد مچاؤ گے۔

فِی الْاَرْضِ ۔ زمین میں یہاں ارض سے مراد ارض شام اور بیت المقدس ہے۔

= وَلَتَعْلُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ جمع مذکر حاضر۔ عُلُوٌّ (باب نصر) سے۔ تم چڑھ جاؤ گے تم سرکشی کرو گے۔ لَتُفْسِدُنَّ کی طرح لَتَعْلُنَّ میں بھی ۔ لام للقسم ہو سکتی ہے۔ اَلْعُلُوُّ کسی چیز کا بلند ترین حصہ۔ یہ سُفْلٌ کی ضد ہے اَلْعُلُوُّ بلند ہونا۔ مذموم معنوں میں فساد کرنا۔ سرکشی کرنا جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ (۲۸: ۸۳) جو زمین میں سرکشی کرنا نہیں چاہتے۔

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا اور تم بڑی سرکشی کا ارتکاب کرو گے (خلق پر ظلم وستم کرکے اور خالق کے قانون سے بغاوت کرکے)

= مَرَّتَیْنِ ۔ دو مرتبہ۔ الکشاف میں ہے۔ پہلی مرتبہ قتل حضرت زکریا علیہ السلام وحبس ارمیا نبیؑ۔ اور دوسری مرتبہ قصد قتل عیسیٰ علیہ السلام مع عام ظلم وستم کے)

آیات ۴۔ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۔۴ کے بعد۔ اور اس کے بعد نتیجۃً تمہیں سخت عذاب دیا جائیگا۔ کے الفاظ محذوف ہیں۔

۱۷: ۵ = فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰھُمَا پھر جب ان دو باریوں میں سے پہلی مرتبہ کے وعدہ کا وقت آیا۔

= بَعَثْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے بھیجا۔ بَعْثٌ سے۔ یہاں بعثت سے مراد تشریعی بعثت نہیں کہ کسی رسول یا نبی کو بھیجا گیا بلکہ محض تکوینی بعثت مراد ہے۔

پھر تشریعی بعثت کے لئے بَعَثَ اِلٰی استعمال ہوا ہے کہ نبی ہمیشہ کسی قوم کی طرف اس کی بہتری کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور یہاں بَعَثَ عَلٰی استعمال ہوا ہے کہ سزا کی ترشح کے لئے مبعوث کو بھیجا گیا۔

مفسرین کے نزدیک یہاں ۵۸۶ ق۔م میں بخت نصر تاجدار بابل و نینوا کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی تباہی وبربادی کی طرف اشارہ ہے۔

= عِبَادًا۔ عَبْدٌ کی جمع۔ بندے۔ عِبَادًا لَّنَا۔ ہمارے بندے (بلا تخصیص ان کے اعتقادات کے) یہاں مراد ہے۔ وہ انسان جو عذابِ الٰہی کے کارندوں کی حیثیت سے ان پر مسلط کئے گئے تھے۔

= اُولِیْ۔ والے۔ اُولُوْا سے اُولُوْا جمع ہے اس کا واحد نہیں۔ اگرچہ بعض ذُوْ کو اس کا واحد بیان کرتے ہیں اُولُوْا بحالت رفع اور اُولِیْ بحالت نصب وجر۔

اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ۔ سخت قوت والے۔ سخت جنگ جو۔

= بَاْسٍ قوت، بہادری، خوف۔ عذاب۔ جنگ۔ لَا بَاْسَ کوئی خوف نہیں۔ لَا بَاْسَ فِیْ ذٰلِكَ۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

المفردات میں ہے کہ البُؤْسُ والبَاْسُ والبَاْسَاءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقروفاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے اور البَاْسَاءُ اور البَاْسُ جسمانی زخم اور نقصان کے لئے آتا ہے مثلاً وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا (۴: ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا دینے کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

= جَاسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، وہ گھس پڑے۔ وہ داخل ہو گئے جَوْسٌ سے (باب نصر) لوٹ مار کے لئے گھس پڑنا۔

= خِلٰلَ۔ درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَلٌ کی جمع ہے۔ دو چیزوں کی درمیانی کشادگی۔

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ۔ وہ (تمہاری) آبادیوں میں (لوٹ مار کے لئے) گھس گئے۔

= وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔ میں وَعْدًا۔ كَانَ کی خبر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اسم کان محذوف ہے تقدیر کلام ہے وَكَانَ (وَعْدُ الْعِقَابِ) وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ای لا بدّ ان یُّفعل۔ اور سزا و عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہنا تھا۔

۱۷: ۶ = رَدَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیر دیا۔ ہم نے لوٹا دیا۔ ہم نے واپس کر دیا۔ ہم نے پلٹا دیا۔ لَكُمُ تمہارے حق میں۔

= اَلْكَرَّةَ۔ اَلْكَرُّ کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو بالذات یا بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا۔ یہ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع كُرُوْرٌ ہے (مادہ کرر) اسی سے اَلْكَرَّةَ۔ بمعنی دوسری بار ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔

= اَمْدَدْنَاكُمْ۔ ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تمہاری مدد کی اِمْدَادٌ

(اِفْعَالٌ) سے۔

= نَفِیْرًا منصوب بوجہ تمیز کے ہے اَکْثَرَ سے نَفِیْرٌ کنبہ یا قبیلہ کے افراد۔ یا یہ نَفَرٌ کی جمع ہے جیسے عَبْدٌ کی جمع عَبِیْدٌ ہے اور کَلْبٌ کی جمع کَلِیْبٌ ہے۔ یا نَفَرَ یَنْفِرُ (ضَرَبَ) سے مصدر ہے۔ لڑائی کے لئے نکلنا۔ نَفَرَ الْقَوْمُ لِلْقِتَالِ قوم لڑائی کے لئے نکلی۔

اَکْثَرَ نَفِیْرًا۔ ای اکثر عددًا۔ جَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا۔ ہم نے تم کو کثیر التعداد بنا دیا۔

۷:۱۷ = اَسَاْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم بُرائی کرو گے۔ یا تم نے بُرائی کی۔ تم نے بُرا کیا۔ اِسَاءَۃٌ سے مادہ سُوْءٌ۔

= فَلَهَا۔ میں لام بمعنی عَلٰی ہے جیسا کہ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ (۲ : ۲۸۶) اور جو (بدعمل) اس نے اپنے ارادہ واختیار سے کئے (اس کا برا نتیجہ عذاب وسزا کی صورت میں بھی) اسی پر ہوگا۔

یا یہ لام استحقاق کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد حق تعالیٰ ہے لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۹ : ۶۱) (اور جو دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یا یہ لام اختصاص کے لئے ہے کہ اچھے اور بُرے کام کی جزا وسزا اس کے کرنے والے کے لئے مختص ہے یعنی وہی بھگتے گا۔

= وَعْدُ الْاٰخِرَةِ۔ دوسرا وعدہ۔ یعنی تمہاری دوسری دفعہ کی ظلم وتعدی وسرکشی ونافرمانی کے نتیجہ میں سرزنش وعذاب دینے کا وقت یا عذاب دینے کی نوبت۔

= لِیَسُوْءٗ .... الخ۔ تقدیر کلام ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ لِیَسُوْءٗ .... الخ

یعنی اور جب دوسرا وعدہ آگیا تو ہم نے اپنے طاقت ور۔ جنگ جو سخت بندے تمہارے خلاف بھیجے۔ تاکہ غمناک بنا دیں یا بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو .... الخ

مفسرین کے نزدیک اس کا اشارہ ۷۰ عیسوی میں رومی شہنشاہ طیطاؤس (TITUS) کے ہاتھوں ارض شام وبیت المقدس کے تاخت وتاراج کی طرف ہے۔

لِیَسُوْءٗ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ یَسُوْءٗ مضارع جمع مذکر غائب سَوْءٌ مصدر (باب نصر) تاکہ وہ بگاڑ دیں۔ اور جگہ ارشادِ ربانی ہے فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۶۷ : ۲۷) پھر جب وہ اس (قیامت) کو پاس آتا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اور یہاں چہروں کو بگاڑنے سے مراد ہے کہ ان کی مالی۔ ملکی۔ اخلاقی۔ دنیوی۔ دینی حالت کو

تہس نہس کر کے بالکل مسخ کردینا۔

سَاءَ یَسُوْءُ سُوْءٌ (باب نصر) افعال ذم سے ہے۔

= لِیُتَبِّرُوْا۔ لام برائے تعلیل، یُتَبِّرُوْا مضارع جمع مذکر غائب باب تفعیل۔ تَبَّرَ یُتَبِّرُ تَتْبِیْرًا۔ تاکہ تباہ و برباد کردیں۔ تَبُوْرٌ ہلاک کرنا۔

لِیَسُوْءٗ۔ لِیَدْخُلُوْا۔ لِیُتَبِّرُوْا ان تینوں افعال میں لام برائے تعلیل ہے۔

= مَا عَلَوْا۔ اس میں مَا موصولہ ہے عَلَوْا ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ عُلُوٌّ سے۔ وہ غالب آئے مَا عَلَوْا جس پر وہ قابو پائیں۔ یہ مفعول ہے لِیُتَبِّرُوْا کا۔ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا۔ تاکہ وہ جس پر قابو پائیں اس کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیں۔

۱۷: ۸ = عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ (عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے) یہ خطاب ان اسرائیلیوں سے ہے جو قرآن کے معاصر اور براہ راست مخاطب تھے۔

اس سے قبل ان تبتم عن المعاصی وتؤمنوا باللہ وبرسولہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محذوف ہے یہ اس جملہ شرطیہ کا جواب ہے عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ

= اِنْ عُدْتُّمْ۔ یہ جملہ شرطیہ ہے اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ پھرے۔

عُدْنَا۔ جواب شرط۔ تو (اس کی سزا و عذاب دینے کے لئے) ہم بھی دوبارہ (ایسا ہی) کریں گے (جیسا کہ پہلے تمہیں سزا دی تھی) عَادَ یَعُوْدُ عَوْدٌ باب (نَصَرَ) پھر آنا۔ پھر کرنا۔ کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنا۔

یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ پھرے تو پھر ہم بھی دوبارہ سزا دہی کی طرف رجوع کریں گے۔

= حَصِیْرًا۔ زندان خانہ۔ قید خانہ۔ بندی خانہ۔ حَصْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل بھی ہوسکتا ہے کیونکہ قید خانہ روکنے والا ہوتا ہے اور بمعنی مفعول بھی کیونکہ وہ رکا ہوا ہوتا ہے۔

۱۷: ۹ = لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ۔ ای الی الطریقۃ التی ھی اصوب (بیشک یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے) اس راستہ کی جو صائب ترین ہے یا الی الکلمۃ التی ھی اعدل۔ یا (رہنمائی کرتا ہے) اس کلمہ کی طرف (لا الہ الا اللہ) جو موزوں ترین ہے۔

= یُبَشِّرُ۔ بشارت دیتا ہے۔ خوشخبری دیتا ہے تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے اس کا فاعل القرآن ہے۔

۱۷: ۱۰ = اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِعْتَادٌ (اِفْعَالٌ) سے ہم نے تیار کیا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

۱۷: ۱۱ = یَدْعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دُعَاءٌ سے باب نصر وہ دعا مانگتا ہے وہ دعا کرتا ہے

— دُعَاءَہٗ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اس کا دعا کرنا ۔ اس کا دعا مانگنا ای کدعائہ بالخیر ۔ اپنی بھلائی کی دعا کی طرح ۔ یعنی جس طرح اس کو اپنی بھلائی کی دعا کرنی چاہئے بلا تامل اسی طرح وہ اپنی برائی کے لئے بھی دعا کر دیتا ہے (نتائج سے لاپرواہی کرتے ہوئے)

آیت ۱۰- میں بالوضاحت ارشاد فرمایا گیا کہ مؤمنین صالحین کے لئے اجر کبیر (یعنی جنت) ہے اور منکرین وکافرین کے لئے عذاب الیم (دوزخ) ہے ۔ لیکن بعض لوگ یعنی کافر سزا وعذاب کے لئے بھی یوں بار بار دعائیں کرتے ہیں جیسے وہ جزا یا رحمت کے لئے کر رہے ہوں ۔ مثلاً کفار مکہ کہ وہ اپنے اس احمقانہ پن میں بار بار کہتے تھے ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا (ای القراٰن) هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۸:۳۲) اے اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے سچ ہے (تو ہمارے اس انکار پر) تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا لے آ ہم پر دردناک عذاب ۔ یا مثلاً ان سے قبل قوم ہود (علیہ السلام) نے کہا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ (۷:۷۰) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو ۔ یا حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے کہا وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۷:۷۷) اور انہوں نے کہا کہ اے صالح لے آؤ ہم پر اس عذاب کو جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم (سچ مچ) اللہ کے فرستادگان میں سے ہو ۔

یا مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کہنا قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۱:۳۲) اے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو ۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں :

یہ جواب ہے کفار مکہ کی ان احمقانہ باتوں کا جو وہ بار بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ بس لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرایا کرتے ہو ۔ اوپر کے بیان کے بعد معاً یہ فقرہ ارشاد فرمانے کی غرض اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ بے وقوفو! خیر مانگنے کی بجائے عذاب مانگتے ہو تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ خدا کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے !

اور اگر اس آیت سے یہ مطلب لیا جاوے کہ یہ خطاب سب انسانوں کے لئے ہے تو اس بارہ تفسیر ابن کثیر میں ہے :۔

انسان کبھی کبھی دلگیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے

کبھی اپنے مال و اولاد کے لئے بد دعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی کی دعا کرتا ہے لیکن اس کا خدا خود اس سے بھی زیادہ اس پر مہربان ہے اِدھر یہ دعا کرے اُدھر وہ قبول فرمائے تو ابھی ہلاک ہو جاتے۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ اپنی جان و مال کے لئے بد دعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت میں ایسا کوئی کلمۂ بد زبان سے نکل جائے (اور وہ بد دعا اپنے خلاف ہی قبول ہو جائے) اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے۔ یہ ہے ہی جلد باز۔

= عَجُوْلًا عجَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت جلد باز۔ بوجہ خبر کَانَ منصوب ہے۔

۱۷:۱۲ = مَحَوْنَا ماضی جمع متکلم۔ مَحْوٌ مصدر۔ باب نصر۔ ہم نے مٹا دی۔ ہم مٹا دیتے ہیں۔ ناقص واوی ہے لیکن ناقص یائی بھی آیا ہے۔ ابواب ضرب وسمع سے اور اس کا معنی بھی یہی ہے مٹانا۔ اثر زائل کرنا۔ مَحْوٌ کا اگرچہ اصل معنی مٹا دینا اور اثر زائل کرنے کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد مدہم کر دینا۔ یا دھندلا دینا ہے۔

فَمَحَوْنَا اٰیَۃَ الَّیْلِ۔ ہم نے مدہم کر دیا رات کی نشانی کو۔ یا دھندلا بنا دیا رات والی نشانی کو۔ یعنی رات کو دن کے مقابلہ میں تاریک رکھا۔ اگر رات جزوی طور پر یا کلی طور پر چاندنی ہو تو بھی دن کے مقابلہ میں تاریک ہے اور یہ تاریکی عدم مشغولیت کے لئے ہے تاکہ رات کے وقت انسان آرام کرے جیساکہ اور جگہ فرمایا ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا (۱۰: ۶۷) وہ وہی اللہ تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم اس میں چین پاؤ اور دن کو بنایا، دکھلانے والا۔

یا اور جگہ فرمایا۔ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّھَارَ مَعَاشًا (۷۸: ۱۰-۱۱) اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنا دیا اور ہم نے دن کو معاش (روزی کماتے) کا وقت بنا دیا۔

= مُبْصِرَۃً۔ خود روشن اور دوسری چیزوں کو روشن کرنے والی۔ اسم فاعل واحد مؤنث منصوب

= لِتَبْتَغُوْا۔ میں لام تعلیل کی ہے تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) سے اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی لام تعلیل کے عمل سے حذف ہو گیا۔ کہ تم تلاش کرو۔ تم ڈھونڈو تم چاہو۔

= فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ فَضْلًا۔ روزی۔ رزق۔ جیساکہ ارشاد باری ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (۶۲: ۱۰) پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو۔ اور اللہ کا رزق تلاش کرو۔

اَلْفَضْلُ کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ) سے زیادہ ہونے کے ہیں اور اس کی

دو قسمیں ہیں (۱) محمود۔ جیسے علم و حلم وغیرہ کی زیادتی (۲) مذموم۔ جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا۔ لیکن عام طور پر الفضل اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور الفضول بری باتوں پر۔

جب فضل کے معنی ایک چیز کے دوسری پر زیادتی کے ہوں تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں :۔

۱۔ برتری بلحاظ جنس کے ہو۔ جیسے جنس حیوان کا جنس نباتات سے برتر ہونا۔

۲۔ یہ برتری بلحاظ نوع کے ہو جیسے نوع انسان کا نوع حیوان سے برتر ہونا۔ جیسے فرمایا وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ .... وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا (۱۷ : ۷۰) اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی .... اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

۳۔ افضلیت بلحاظ ذات۔ مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص سے برتر ہونا

اول الذکر دونوں قسم کی فضیلت بلحاظ جوہر ہوتی ہے جن میں ادنیٰ ترقی کر کے اپنے سے اعلیٰ درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مثلاً گھوڑا اور گدھا کہ دونوں انسان کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ البتہ تیسری قسم کی فضیلت من حیث الذات ہے اور چونکہ کبھی عارضی ہوتی ہے اس لئے اس کا اکتساب عین ممکن ہے اور یہی تیسری قسم کی فضیلت ہے جسے محنت اور سعی سے حاصل کیا جا سکتا ہے!

ہر وہ عطیہ جو دینے والے پر لازم نہیں آتا وہ فضل کہلاتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ (۵ : ۵۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے لِتَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ تاکہ تم اپنے پروردگار کا رزق تلاش کرو۔

= وَالۡحِسَابَ ۔ اور (دوسرے سارے) حساب۔ دنیا اور دین کے سارے کاروبار جو وقت اور زمانے سے متعلق ہیں۔

= وَكُلَّ شَیۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِیۡلًا اور ہم نے ہر (ضروری) شے کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے مصدر کو آخر میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۷ : ۱۳ = وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ ۔ ہم نے ہر انسان کے لئے لازم کر دیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے لگا دیا ہے۔ اَلۡزَمۡنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ اِلۡزَامٌ سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع كُلَّ اِنۡسَانٍ ہے۔

= طٰٓئِرَهٗ ۔ ہر وہ پروں والا جانور جو فضا میں حرکت کرتا ہے اسے طائر کہتے ہیں۔

طَارَ یَطِیۡرُ طَیۡرٌ وَطَیَرَانٌ وَطَیۡرُوۡرَةٌ پرندہ کا اڑنا۔ طَآئِرٌ کی جمع طیر ہے۔ جیسے رَاکِبٌ کی جمع رَکۡبٌ ہے۔ پرندے کے اڑنے کے معنی میں طَارَ یَطِیۡرُ کا اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡهِ (۶ : ۳۸) اور نہیں ہے کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے

(مگر یہ کہ وہ سب تمہاری ہی طرح کے گروہ ہیں) اَطَّیَّرَ وَ تَطَیَّرَ خلاف ہے۔ اس کے اصل معنی تو کسی پرندہ سے شگون لینے کے ہیں پھر یہ ہر اس چیز کے لئے استعمال ہونے لگا جس سے بُرا شگون لیا جائے اور اسے منحوس سمجھا جائے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ (۳۶ : ۱۸) ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اور اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا (۷ : ۱۳۱) اگر ان کو سختی پہنچتی ہے تو بدشگونی لیتے ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو باعث نحوست سمجھتے ہیں۔ اور قَالُوْا طَائِرُکُمْ مَّعَکُمْ (۳۶ : ۱۹) انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔

یہاں طائر سے مراد انسان کے نیک وبد اعمال ہیں۔ جو اپنے انجام میں لبطور جزو لاینفک اس کے ساتھ لازم کر دیئے گئے ہیں۔ طٰئِرَہٗ اس کے اعمال کی شامت اس کی بُری قسمت۔ اَلْزَمْنٰهُ فِیْ عُنُقِهٖ محاورہ عرب میں شدتِ لزوم اور کمال ربط کے اظہار کے لئے آتا ہے

امام راغب لکھتے ہیں۔ انسانی اعمال کو طائر اس لئے کہا گیا ہے کہ عمل کے سرزد ہونے کے بعد انسان کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ اسے واپس لے سکے۔ گویا وہ اس کے ہاتھوں سے اڑ جاتا ہے۔

وَ کُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰئِرَہٗ فِیْ عُنُقِهٖ اور ہم نے ہر انسان کی بُری قسمت کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

= یَلْقٰهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع کِتٰبًا ہے لَقِیٌّ مصدر باب سمع وہ اس کو پائے گا۔

= مَنْشُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ نَشْرٌ سے۔ کھلا ہوا۔

المفردات میں ہے۔ اَلنَّشْرُ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے اور صحیفے کے پھیلانے بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کے مشہور کر دینے پر بولا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں اور جگہ آیا ہے وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱ : ۱۰) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔

۱۷ : ۱۴ = اِقْرَأْ۔ تو پڑھ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ قِرَاءَةٌ مصدر۔ باب فتح و نصر سے مستعمل ہے!

اس سے قبل یُقَالُ لَهٗ مقدر ہے۔ ای یقال لہ اقرأ۔ اس سے کہا جائیگا پڑھ۔

= کِتٰبَکَ۔ ای کتاب اَعْمَالِکَ۔ اپنا نامہ اعمال۔

= کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔ بِنَفْسِکَ میں باء زائدہ ہے۔ نَفْسِکَ مضاف مضاف الیہ مل کر کَفٰی کا فاعل ہے۔ یعنی حساب لگانے میں آج تو خود ہی کافی ہے۔ تیری اپنی ذات ہی

کافی ہے (یعنی تیرا نامۂ اعمال بذاتِ خود تجھ پر تیرے دنیاوی اعمال کی حقیقت واضح کر دیگا)
کَفٰی - ماضی واحد مذکر غائب ماضی براد استمرار ہے یعنی اس طرح کفایت کرنیوالا۔ ضرورت پوری کرنے والا کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کِفَایَۃٌ مصدر۔ اسم مصدر بھی ہے۔ وہ چیز جو ضرورت کو پوری کردے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ اسی سے اَلْکَافِیْ۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے کہ وہ ذات پاک ضرورت کو پوری کرنے والی ہے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہیں۔
حَسِیْبًا۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنیوالا۔
۱۷: ۱۵ = اِھْتَدٰی۔ راہ پر آیا۔ اس نے ہدایت اختیار کی۔ اِھْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی واحد مذکر غائب۔
= عَلَیْھَا - ای علیھا وبال الضلال۔ اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔
= لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ وہ بوجھ نہیں اٹھاتی ہے وِزْرٌ (باب ضرب) سے وَازِرَۃٌ بوجھ اٹھانے والی۔ نفس کی رعائیت سے فاعل کو مؤنث لایا گیا ہے
= اُخْرٰی - اٰخَرُ واٰخِرُ کا مؤنث ہے۔ دوسری۔ پچھلی۔ وِزْرَ اُخْرٰی۔ مضاف مضاف الیہ۔ دوسر کا بوجھ۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائےگی
= مَا کُنَّا۔ ماضی منفی۔ جمع متکلم۔ ہم نہیں تھے۔ یا ہم نہیں ہیں۔
= نَبْعَثَ۔ مضارع منصوب۔ جمع متکلم بَعْثٌ مصدر۔ (باب فتح) ہم بھیج دیں۔
۱۷-۱۶ = اَمَرْنَا۔ اَمْرٌ سے۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے حکم دیا۔
اَمَرْنَا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
۱- بعض نے کہا ہے کہ اَمَرْنَا بمعنی اَمَّرْنَا ہے یعنی ہم امیر بنا دیتے ہیں یعنی حاکم کر دیتے ہیں اہل ثروت کو۔ اور وہ دولت واقتدار کے نشے میں فسق وفجور کا ارتکاب کرتے ہیں۔
۲- بعض کے نزدیک اَمَرْنَا بمعنی اَکْثَرْنَا ہے یعنی ہم اہل ثروت کی تعداد کثیر کر دیتے ہیں اور وہ دولت کے نشے میں فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں۔
۳- بعض کے نزدیک اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا کے بعد یہ عبارت مقدر ہے بِالطَّاعَۃِ عَلٰی لِسَانِ الرَّسُوْلِ یعنی ہم وہاں کے اہل ثروت اشخاص کو ان کے رسول کے ذریعہ اطاعت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ نافرمانی کرتے ہیں۔
= مُتْرَفِیْھَا۔ اسم مفعول جمع مذکر حالت نصب۔ مضاف ھا مضاف الیہ ضمیر بستی کی طرف راجع ہے اصل میں مُتْرَفِیْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ بستی کے دولت مند۔ اہل ثروت

صاحب اقتدار لوگ۔

مُتْرَفِیْ۔ صاحبِ دولت۔ اسم فاعل ۔اِتْرَافٌ (افعال) سے جس کے معنی عیش و آرام دینا۔ فراغت کی زندگی دینا ہے۔ اُتْرِفَ زَیْدٌ۔ زید کو خوش حالی دی گئی۔ فَھُوَ مُتْرَفٌ۔ پس وہ آسودہ حالی اور کثرت دولت سے بدمست ہے۔ اَتْرَفَتْہُ النِّعْمَۃُ۔ عیش نے اس کو بے راہ کر دیا۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَاَتْرَفْنٰھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲۳:۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ۔ ای فوجب علیھا الوعید۔ پس عذاب کا فرمان ان پر واجب ہو جاتا ہے۔ اَلْقَوْلُ۔ ای کلمۃ العذاب۔

= فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا۔ فَ عطف سببی کے لئے ہے دَمَّرْنَا۔ فعل با فاعل ھَا مفعول تَدْمِیْرًا۔ مصدر برائے تاکید لایا گیا ہے۔ پس ہم اس کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔

دَمَّرَ یُدَمِّرُ تَدْمِیْرٌ (تفعیل) ہلاک کرنا۔ اکھاڑ مارنا۔ تباہی لا ڈالنا۔

اور جگہ ارشاد ہے دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ (۴۷:۱۰) اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی۔

۱۷:۱۷ = کَمْ۔ خبریہ ہے۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا۔

اس صورت میں کبھی اس کی تمیز سے پہلے مِنْ جارہ آتا ہے۔ جیسے کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً (۲:۲۴۹) کتنے ہی قلیل التعداد گروہ کثیر التعداد گروہوں پر غالب آگئے۔ یا کَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً (۲۱:۱۱) اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالا۔

آیۃ ہذا میں کَمْ خبریہ ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کی دوسری صورت استفہامیہ ہے اس حالت میں اس کا مابعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔ مثلاً کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ۔ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا۔

= اَلْقُرُوْنِ۔ وہ قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔

قَرْنٌ۔ واحد۔ ایک زمانہ کے آدمی۔ وہ قوم جو ایک زمانے میں ہو۔

= وَکَفٰی بِرَبِّکَ۔ میں بَ زائدہ ہے وَکَفٰی رَبُّکَ ......

وَکَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا اور اپنے بندوں کے گناہوں کی بابت خبر رکھنے اور ان کو دیکھنے کے لئے تیرا رب ہی کافی ہے، کسی اور کی ضرورت نہیں۔

۱۷: ۱۸ = اَلْعَاجِلَۃَ ۔ جلد ملنے والی ۔ دنیا اور دنیا کی آسود گی مراد ہے عَجَلٌ ۔ عَجَلَۃٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے ۔ اَلْعَاجِلَۃَ صفت ہے اس کا موصوف الدار محذوف ہے العاجلۃ سے مراد دار دنیا ہے ۔

= عَجَّلْنَا ۔ ہم نے جلدی کی ۔ تَعْجِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے ۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے ۔ عَجَّلْنَا لَہٗ ۔ ہم اس کو جلدی دیدیتے ہیں ۔

= فِیْھَا ۔ ای فی تلک الدار العاجلۃ ۔ ای فی الدنیا ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الدار العاجلۃ ۔ یعنی دار دنیا ہے ۔

= یَصْلٰھَا ۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ داخل ہوگا ۔ صَلِیَ یَصْلٰی (باب فتح) باب سَمِعَ مصدر صَلْیٌ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَھَنَّمَ کی طرف راجع ہے ۔ یَصْلٰھَا وہ اس (جہنم) میں داخل ہوگا

= مَذْمُوْمًا ۔ اسم مفعول ۔ مذمت کیا ہوا ۔ ذَمَّ یَذُمُّ (نصر) ذَمٌّ و مَذَمَّۃٌ سے برائی کرنا ۔ عیب جوئی کرنا ۔ مذمت کرنا ۔ اَذَمَّۃٌ کسی کو پناہ دے کر اپنی حفاظت میں لینا ۔ اَلذِّمَامَۃُ کفالت ۔ ذمہ داری ۔ اَنْتَ فِیْ ذِمَّۃِ اللّٰہِ ۔ تو اللہ کی پناہ میں ہے ۔

= مَدْحُوْرًا ۔ اسم مفعول ۔ ٹھکرایا ہوا ۔ راندہ ہوا ۔ الدَّحْرُ وَالدُّحُوْرُ (باب نصر) کے معنی دھتکار دینے اور دور کر دینے کے ہیں ۔

آیت ہذا میں لِمَنْ نُّرِیْدُ بدل البعض ہے اور اس کا مبدل منہ لَہٗ جس کا مرجع مَنْ ہے جو ابتدا آیت میں ہے مَنْ اور لَہٗ اگرچہ لفظاً واحد ہیں لیکن معنًی جمع ہیں ۔ لہٰذا آیت کا ترجمہ ہوگا جو لوگ طلبگار ہیں دارِ دنیا کے ہم ان میں سے جس کو چاہیں جلدی ہی اس دنیا میں جتنا چاہیں دے دیتے ہیں ۔

ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ نُّرِیْدُ ہے ۔ اور یَصْلٰھَا میں ضمیر فاعل بھی مَنْ نُّرِیْدُ کے لئے ہے

۱۷: ۱۹ = مَشْکُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر ۔ مقبول ۔

۱۷: ۲۰ = کُلًّا ۔ میں تنوین عوض کی ہے اصل میں کُلَّ الْفَرِیْقَیْنِ مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے عوض کُلًّا پر تنوین آگئی ۔

اس کی اور مثالیں وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (۳۶: ۴۰) اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں ۔ اور وَکُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ (۲۱: ۷۲) اور سب کو ہم نے نیک بخت بنایا ۔

مضاف مضاف الیہ کی صورتیں۔

۱۔ جمع معرف باللام کی طرف کُلّ کا مضاف ہونا۔ جیسے کُلُّ الْقَوْم پوری قوم

۲۔ جمع معرف باللام کی ضمیر کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ (۱۵: ۳۰) تو فرشتے سب کے سب سجدہ میں گر پڑے۔

۳۔ نکرہ مفردہ کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ (۱۷: ۱۳) اور ہم نے ہر انسان (کے اعمال کو بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

== نُمِدُّ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِمْدَادٌ (افعال) ہم مدد دیتے ہیں۔ ہم امداد کرتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں ہم سعت کھول دیتے ہیں۔ ہم اپنا رزق اور نعمتیں مطیع و عاصی دونوں کو عطا کرتے ہیں۔

== هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ۔ اِن کی بھی اور اِن کی بھی۔ یعنی طالبان دنیا کی بھی اور طالبانِ آخرت کی بھی

== مَحْظُوْرًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ ممنوع۔ روکی گئی۔ بند کر دی گئی۔ یعنی تیرے رب کی نعمتیں اور بخششیں کسی پر بند نہیں۔

۱۷: ۲۱ == فَضَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے فضیلت دی (دنیاوی سازو سامان کے عطا کرنے میں)

== وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ لیکن باعتبار درجات و باعتبار فضل و کرم کے آخرت سب سے بڑھ کر ہے۔

۱۷: ۲۲ == فَتَقْعُدَ۔ ورنہ تو بیٹھ رہیگا (قُعُوْدٌ (بیٹھے رہنا) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے

== مَخْذُوْلًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ منصوب۔ خَذْلٌ وَخِذْلَانٌ مصدر۔ بے مدد چھوڑا ہوا خَذَلَ يَخْذُلُ (باب نصر) بے مدد چھوڑنا۔

۱۷: ۲۳ == قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَا و قَضَاءٌ مصدر۔

قضا قولی ہو یا عملی۔ بشری ہو یا الٰہی۔ بہرحال اس میں فیصلہ کر دینا یا فیصلہ کر لینا۔ کسی بات کے متعلق ارادہ کر لینا۔ حکم دینا۔ یا عمل کو ختم کر دینا۔ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ صلہ یا سیاق کی مناسبت سے اس کے مختلف معانی ہیں۔ حکم دینا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ مقدر کرنا۔ مقرر کرنا۔ قَضٰى حَاجَتَهٗ ضرورت پوری کرنا اور اس سے فارغ ہونا قَضٰى وَطَرَهٗ اپنی حاجت پوری کر لی۔ اپنی مراد پالی۔ قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (۳۳: ۳۷) زید کا دل اس عورت سے بھر گیا۔ یعنی بے تعلق ہو گیا۔ اس نے طلاق دیدی) قَضٰى نَحْبَهٗ مرجانا۔ کنایۃً موت مراد ہے اصل استعمال منت پوری کرنا کے لئے ہے

== وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط ای احسنوا بالوالدین اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

= اِمَّا ۔ اِنْ مَا سے اِنْ شرطیہ ہے مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے ۔ اگر۔
= یَبْلُغَنَّ ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ (نصر) سے مضارع با نون ثقیلہ واحد مذکر غائب ۔ وہ پہنچ جائے
= اَلْکِبَرَ ۔ اسم مصدر منصوب ۔ پیرانہ سالی ۔ بڑھاپا ۔
= کِلَا ۔ تاکید تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے یعنی دونوں (مذکر) یہ لفظ لفظاً مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ ۔ اس لئے مفرد بھی مستعمل ہے اور تثنیہ بھی ۔ بغیر مضاف الیہ کے مستعمل نہیں ۔ اگر مضاف الیہ اسم ظاہر ہو تو رفع ، نصب ، جر ۔ ہر حالت میں اس کا الف باقی رہتا ہے ۔ جیسے جَاءَ کِلَا الرَّجُلَانِ وَرَأَیْتُ کِلَا الرَّجُلَیْنِ وَمَرَرْتُ بِکِلَا الرَّجُلَیْنِ ۔

مگر جب مضاف الیہ ضمیر ہو تو حالت رفع میں کِلَا هُمَا اور حالت نصب وجر میں کِلَیْهِمَا (یاء کے ساتھ) آئے گا ۔ جیسے رَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْهِمَا ۔

کِلْتَا ۔ دونوں (مؤنث) تاکید مؤنث کے لئے ہے ۔ اس کا استعمال بھی کِلَا کی طرح ہے ۔ لیکن جب ان (کلا ۔ کلتا) کی طرف ضمیر راجع ہو تو ان کا لفظ مفرد ہونے کی وجہ سے مفرد کا صیغہ لایا جاتا ہے جیسے زید وعمرو کلا هما قائم یا کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَهَا (۱۸:۳۳) دونوں باغ اپنا پورا پورا پھل لائے ۔

= لَا تَنْهَرْ ۔ فعل نہی ۔ واحد مذکر حاضر ، تو مت ڈانٹ ۔ تو مت جھڑک ۔ نَهْرٌ مصدر باب فتح ۔
۱۷۔۲۴ = اِخْفِضْ ۔ خَفْضٌ مصدر سے ۔ باب ضرب ۔ تو جھکا دے ۔ تو نرمی اختیار کر ۔
= جَنَاحَ الذُّلِّ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ تواضع اور انکسار کے پر ۔

جَنَاحَ بازو ۔ اَجْنِحَةٌ جمع ۔ پرندہ کا پر ۔ کسی شے کی جانب اور پہلو ۔ بازو اور ہاتھ کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ (۶ : ۳۸) اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو پروں سے ، اور وَ اضْمُمْ یَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ (۲۰:۲۲) اور ملالے اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے ۔ اور وَاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (۲۸:۳۲) اور خوف دفع کرنے کے واسطے اپنا بازو پھر اپنے سے ملالینا ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۔ اور ان دونوں کے لئے ذلت کا بازو مہربانی سے بچھادے ۔

ذلّت دو قسم کی ہوتی ہے ۔ ایک ذلّت انسان کو گراتی ہے ۔ دوسری سے مرتبہ بجائے گھٹنے کے بڑھتا ہے ۔ جابر کے سامنے جھک جانا اول الذکر میں شامل ہے ۔ لیکن کمزور کے سامنے نرمی اختیار کرنا موخر الذکر میں شامل ہے ۔ یہاں یہ دوسری قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ یہاں رحمت بمعنی شفقت ہے ۔

ذُلٌّ ۔ ذَلَّ یَذِلُّ (ضرب) کا مصدر ہے ۔ تواضع، عاجزی،
= رَبِّ ۔ اصل میں رَبِّیْ تھا اس سے قبل یَا حرفِ ندا مقدر ہے تخفیف کے لئے یا ساقط ہوگیا ہے ۔
= کَمَا رَبَّیٰنِیْ ۔ جیساکہ (پیار ومحبت سے) ان دونوں نے مجھے پالا تھا۔
۱۷ : ۲۵ = اَوَّابِیْنَ ۔ اَوَّابٌ ۔ بہت رجوع ہونے والا۔ اَوْبٌ سے ۔ جس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں ۔ مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالٌ ۔ یہاں اپنے تمام اقوال وافعال ۔ حرکات وسکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا اور اس کا مطیع ہونا مراد ہے ۔
اَوَّابِیْنَ ۔ اَوَّابٌ کی جمع ہے بہت رجوع کرنے والے ۔ یعنی وہ جو گناہ سے توبہ کی طرف اور برائیوں سے اچھائیوں کی طرف رجوع کریں ۔
۱۷ : ۲۶ = اٰتِ ۔ اِیْتَاءٌ سے ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ تو دے ۔
= لَا تُبَذِّرْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ۔ تَبْذِیْرٌ (تفعیل) سے تو فضول خرچی نہ کر۔ تَبْذِیْرًا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔
۱۷ : ۲۷ = اَلْمُبَذِّرِیْنَ ۔ فضول خرچ ۔ فضول برباد کرنے والے ۔ بَذْرٌ ۔ بیج جو کھیت میں بکھیرا جاتا ہے اسی رعایت سے مال کو (فضول) بکھیرنے والے کو مُبَذِّرٌ کہتے ہیں ۔ بَذَرَ یَبْذُرُ (نصر) بکھیرنا ۔
= کَفُوْرًا ۔ صفت مشبہ ۔ منصوب ۔ نکرہ ۔ ناشکرا ۔
۱۷ : ۲۸ = تُعْرِضَنَّ ۔ مضارع بانون ثقیلہ ۔ واحد مذکر حاضر ۔ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تو منہ پھیرلے ۔ تو تغافل کرے (یعنی عدم استطاعت کی وجہ سے اعراض پر مجبور ہو جائے ۔
= اِبْتِغَاءَ ۔ بروزن افتعال (معنی چاہنا ۔ تلاش کرنا (سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے) یہ منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے ۔ اِبْتِغَاءَ رَحْمَۃٍ ۔ رحمت کی تلاش ۔ اللہ کی طرف سے رحمت کی امید ۔
= تَرْجُوْهَا ۔ جس کی تو توقع اور امید رکھتا ہے رَجَاءٌ سے (نَصَرَ) ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو رَحْمَۃٍ کی طرف راجع ہے ۔
= مَیْسُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر یُسْرٌ سے ۔ آسان ۔ نرم ۔ عُسْرٌ کی ضد ۔
آیت کا ترجمہ ہوا ۔ اگر اپنے رب کی طرف سے متوقع خوشحالی کی تلاش وجد وجہد کے دوران میں وقتی طور پر تنگدستی کی وجہ سے تجھے ان سے تغافل برتنا پڑے تو ان کے ساتھ نرم گفتاری کا سلوک کر۔
(ان سے مراد وہ حقدار ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر گذرا ہے)

۱۷: ۲۹ = مَغْلُوْلَةً - اسم مفعول واحد مؤنث - منصوب، بالکل بندھا ہوا۔ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِ گردن سے بندھا ہوا۔ ہاتھوں کا گردن سے بندھا ہونا کے معنی ہیں دینے کے لئے کھلنے سے قاصر ہونا۔ لہٰذا بخیل کو کہیں گے کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہیں۔

غُلّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ ہتھکڑی وغیرہ۔

ارشاد ربانی ہے، خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۶۹: ۳۰) پکڑو اس کو اور طوق پہناؤ اس کو۔

= وَلَا تَبْسُطْهَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اور نہ ہی اسے (اپنے ہاتھ کو) بالکل کھول دے۔

= فَتَقْعُدَ۔ تو بیٹھ جائے گا۔ ملاحظہ ہو ۱۷: ۲۲

= مَلُوْمًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ لَوْمٌ مادہ۔ ملامت زدہ۔ ملامت کیا ہوا۔

= مَحْسُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حسرت زدہ۔ پُرافسوس۔ درماندہ۔ حیران۔ حَسَرَ یَحْسُرُ (نصر) حَسُوَ یَحْسِرُ (ضرب) لازم۔ نگاہ کا تھک جانا۔ برہنہ ہو جانا۔ پہلی مثال یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ (۶۷: ۴) نگاہ ذلیل اور تھکی ماندی تیری طرف لوٹ آئے گی۔ اور متعدی تھکا دینا یا برہنہ کر دینا۔

۱۷: ۳۰ = یَبْسُطُ۔ کھول دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب کشادہ کر دیتا ہے۔

= یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے۔ قَدَرَ عَلٰی عِیَالِهٖ اس نے اپنے اہل وعیال پر تنگی کی وقَدَرْتُ عَلَیْهِ الشَّیْءَ۔ میں نے اس پر تنگی کردی گویا وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی۔ (بغیر حساب و بے اندازہ نہیں دی گئی)

۱۷: ۳۱ = خَشْیَةَ۔ خوف۔ ڈر۔ ہیبت۔ خشیۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم شامل ہو۔ اسی بناء پر آیۃ شریفہ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵: ۲۸) اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ اس میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔

= اِمْلَاقٍ۔ مصدر (افعال) سے مفلس اور تنگ دست ہونا۔ فقر و فاقہ۔ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہٗ ہے لَا تَقْتُلُوْا کا۔

= خِطْاً۔ گناہ۔ چوک۔ جرم۔ خطا۔ خَطِئَ یَخْطَاُ (سمع) کا مصدر ہے بمعنی گناہ کرنا کے آتا ہے۔

۱۷: ۳۲ = فَاحِشَةً۔ اَلْفُحْشُ وَالْفَحْشَآءُ وَالْفَاحِشَةُ۔ اس قول یا فعل کو کہتے ہیں جو قباحت میں حد سے بڑھا ہوا ہو۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسرے پر پڑے۔

آیات اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ (۴: ۱۹) ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی

مرتکب ہوں۔ اور وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآءِکُمْ (۴: ۵) تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ ان دونوں آیات میں مراد زنا ہے۔

فَاحِشَةً منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہے۔

۱۷: ۳۳ = وَلِیِّہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ولی۔ اس کا وارث۔ جیسا کہ آیت شریف میں آیا ہے هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا (۱۹: ۵) مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ قرآن مجید میں اور جگہ بمعنی مددگار۔ دوست۔ رفیق بھی آیا ہے۔

= سُلْطٰنًا۔ برہان۔ دلیل۔ سند۔ اختیار۔ زور۔ قوت۔ حُجّت۔ حکومت۔ مادہ سلط۔

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا۔ تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دیدیا ہے۔

= لَا یُسْرِفْ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل وَلِیٌّ کی طرف راجع ہے۔ فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ پس اُسے چاہئے کہ قتل کے باب میں حد سے آگے نہ بڑھے۔ یعنی قتل کا بدلہ اگر قتل ہی لینا ہے تو قاتل کے سوا دوسرے کو قتل نہ کرے۔ اور نہ ہی ایک قتل کے بدلہ میں ایک سے زیادہ مخالفین کو قتل کرے!

= اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ہ ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کون ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اس کا مرجع مقتول ہے کہ دنیا میں اس کے قتل کا قصاص یا دیت دلانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں حکم فرمایا اور آخرت میں وہ ثواب کا حقدار ہوگا۔

۲۔ اس کا مرجع وَلِیٌّ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقتول کا قصاص لینے کا اختیار دیا اور دوسروں کو قصاص حاصل کرنے میں اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اس کا مرجع وہ مقتول ہے جسے ولی نے اسراف کا ارتکاب کرتے ہوئے قتل کر دیا ہو۔ اس صورت میں مقتول ناحق کی امداد میں ولی مسرف پر قصاص یا دیت کی ادائیگی لازم آئیگی۔

۱۷: ۳۴ = لَا تَقْرَبُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم قریب نہ جاؤ۔ تم پاس نہ جاؤ۔ تم ہاتھ میں نہ لو۔

= اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ ای الا بالطریقة التی ھی احسن۔ بجز اس طریق کے جو (مالِ یتیم کی حفاظت و منفعت کے بارہ میں) بہتر ہو۔

= یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ۔ اپنے سن پختگی کو پہنچ جائے۔

= وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔ تم عہد کی پابندی کرو۔ عہد کو پورا کرو۔ ایفائے عہد کردیہ حکم یتیم کے ولی کے لئے ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی کی سرپرستی قبول کرتا ہے تو خدا اور بندوں سے مال یتیم کی حفاظت کا عہد کرتا ہے۔ جس کا بجالانا اس کا فرض ہے۔

۱۷:۳۵ == اَوْفُوْا ۔ تم پورا کرو۔ تم ایفا کرو۔ اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔
== اَلْکَیْلَ ۔ مصدر۔ پیمانے سے غلّہ وغیرہ کا ماپنا۔
اَوْفُوا الْکَیْلَ ۔ جب ماپو تو پورا پورا ماپ دو۔ مراد غلّہ ہے
== کِلْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ کَیْلٌ مصدر اصل میں کَیَلْتُمْ تھا۔ باب ضرب اِذَا کِلْتُمْ جب تم پیمانہ بھر کردو۔ یا کوئی چیز غلہ وغیرہ پیمانہ سے ماپ کردو۔ اَوْفُوْا ۔ تو پورا پورا دو۔
== اَلْقِسْطَاسِ ۔ ترازو، یہ لفظ رومی ہے۔
قِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۔ انصاف کی ترازو۔ صحیح ترازو۔
== تَاْوِیْلًا ۔ انجام کار۔ مصدر ہے اَوْلٌ سے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے جائے بازگشت کو مَوْئِلٌ کہتے ہیں۔
تَاْوِیْلٌ کے معنی کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ (۳:۶) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
غایت عملی کے متعلق فرمایا ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ (۷:۵۳) اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدۂ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدۂ عذاب کے نتائج سامنے آئیں گے۔
یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے آجائے گی۔
۱۷:۳۶ == لَا تَقْفُ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جس شے کا تجھے علم نہیں تو اس کے پیچھے نہ پڑ۔ تو اس کے درپے مت ہو۔ قَفْوٌ (باب نصر) سے۔ جس کے معنی اصل میں تو کسی کے پیچھے چلنے اور درپے ہونے کے ہیں۔ اور اسی لئے اتباع اور پیروی کرنے کے معنی میں آتا ہے (یعنی اپنے کان۔ آنکھ اور دل کا مکمل اور صحیح استعمال کرنے کے بعد فیصلہ کرو)
اَلْقَفَا کے معنی گدّی کے ہیں اور قَفَوْتُهٗ کے معنی کسی کی گردن پر مارنا اور کسی کے پیچھے چلنا کے ہیں
== کُلُّ اُولٰٓئِکَ ۔ یہ سب کے سب۔ اُولٰٓئِکَ کا اشارہ مجموعًا السمع والبصر والفؤاد کی طرف ہے۔ اور عَنْهُ کا اشارہ فردًا فردًا ان کی طرف ہے ای کل واحد منها کان مسئولًا عنه۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔
۱۷:۳۷ == لَا تَمْشِ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو نہ چل۔ تو مت چل۔ مَشٰی یَمْشِیْ (ضَرَبَ) سے۔ مَشْیٌ مصدر۔

= مَرَحًا۔ اَلْمَرَحُ کے معنی ہیں بہت زیادہ اور شدت کی خوشی جس میں انسان اترانے لگے مَرَحًا اترا کر۔ نخوت و تکبر سے۔ لَا تَمْشِ سے حال ہے۔

= لَنْ تَخْرِقَ مضارع نفی تاکید بلن۔ تو نہیں پھاڑ سکتا۔ تو نہیں پھاڑیگا۔ تَخْرِقَ منصوب بوجہ عمل لَنْ کے ہے۔

اَلْخَرْقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا۔ خَلْقٌ کی ضد ہے جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرْقٌ کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا کے ہیں خَرْقٌ۔ شگاف۔ سوراخ۔ بے آب وگیاہ بیابان۔ اور خِرْقَۃٌ کپڑے کا چیتھڑا۔ دھجی۔

= لَنْ تَبْلُغَ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ (نصر) سے مضارع نفی تاکید بہ لَنْ۔ تو نہیں پہنچ سکیگا۔ یا تو نہیں پہنچیگا۔

= طُوْلًا۔ لمبائی میں۔ بلندی میں۔ طُوْلًا کا نصب بوجہ تمیز کے ہے یا یہ لَنْ تَبْلُغَ کا مفعول لہٗ ہے یا فاعل یا مفعول (الجبال) سے حال ہے

۱۷: ۳۸ = کُلُّ ذٰلِکَ۔ یہ سب اس کا اشارہ اوامر و نواہی کی طرف ہے جن کا ذکر آیۃ ۱۲ لا تجعل مع اللّٰہ سے شروع ہو کر آیۃ ۳۷ تک مذکور ہے۔

= سَیِّئُہٗ۔ اس کا برا پہلو۔ اس کی برائی۔ سَیِّئٌ۔ بد۔ برا۔ سُوْءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مَکْرُوْھًا۔ ناپسند۔ بوجہ کان کی خبر ہونے کے منصوب ہے۔

کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا۔ یعنی ہر حکم میں جو چیز ممنوع ہے اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یا دوسرے الفاظ میں جس حکم کی بھی نافرمانی کی جاتے وہ ناپسندیدہ ہے۔

= ذٰلِکَ۔ یہ تمام باتیں جو آیۃ ۲۱ سے لے کر یہاں تک مذکور ہیں۔

ذٰلِکَ مِمَّا اَوْحٰی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تیری طرف وحی کی ہیں۔

= لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ۔ اسی جملہ سے ان حکمت کی باتوں کا آغاز آیۃ ۲۱ سے ہوا تھا۔ اور اسی پر اس پند و نصائح کو ختم کیا گیا کیونکہ توحید ہی راس الحکمۃ ہے اور شرک بدترین گناہ۔

= فَتُلْقٰی۔ کہ تو ڈالا جاتے یا ڈالا جائے گا۔ اِلْقَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

= مَلُوْمًا۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲۹ سورۃ ہذا۔

= مَدْحُوْرًا۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۸ سورۃ ہذا۔

۱۷: ۴۰ = اَفَاَصْفٰکُمْ۔ اَ۔ برائے استفہام انکاری ہے فَ عطف کا ہے جس کا عطف کلام مقدر اَفَضَّلَکُمْ علٰی جنابہٖ پر ہے۔

اَصْفٰکُمْ۔ اَصْفٰی یُصْفِیْ اِصْفَاءٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے چن لیا اس نے منتخب کرلیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے جس کا مرجع وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اَفَاَصْفٰکُمْ کیا (اے مشرکو جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو اللہ نے تم کو اپنی ذات پر فضیلت دیتے ہوتے) تم کو (بیٹوں کے لئے) انتخاب کرلیا (اور اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا)

یعنی ایک تو اللہ تعالیٰ کا صاحب اولاد ہونا ہی کیا کم افترار ہے کہ مزید برآں اس کی اولاد بھی بیٹیاں قرار دیتے ہو جن کا انتساب خود اپنی جانب باعث ننگ وتحقیر سمجھتے ہو

= اِنَاثًا۔ اُنْثٰی کی جمع ہے مادہ مؤنث عورتیں۔ بیٹیاں۔

اصل میں اُنْثٰی اور ذَکَرٌ عورت اور مرد کی شرمگاہوں کے نام ہیں پھر اس معنی کے لحاظ سے مجازاً یہ دونوں نر اور مادہ پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی (۴:۱۲۴) مرد یا عورت میں سے جو بھی نیک کام کرے گا

۱۷:۴۱ = صَرَّفْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَصْرِیْفٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔ ہم نے اس کو طرح طرح سے بانٹا یا تقسیم کیا۔ کسی شے کے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک امر سے دوسرے امر کی طرف پلٹنے اور تبدیل کرنے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ ہواؤں کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹانا۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ (۴۶:۲۷) اور ہم نے آیات کو لوٹا لوٹا کر بیان کیا۔ اور صَرَّفْنَا فِیْہِ مِنَ الْوَعِیْدِ (۲۰:۱۱۳) اور ہم نے اس میں طرح کے وعید بیان کردیئے ہیں۔

= لِیَذَّکَّرُوْا۔ لام تعلیل یَذَّکَّرُوْا مضارع منصوب (نصب بوجہ عمل لام) جمع مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) سے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

= یَزِیْدُھُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل۔ تَصْرِیْفٌ کے لئے ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= نُفُوْرًا مصدر منصوب (نصر۔ ضرب) دور ہونا۔ بھاگنا۔

مَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ (لیکن) اس بار بار اور پھیر پھیر کر سمجھانے نے ان میں نفرت کو ہی بڑھایا یعنی وہ اور زیادہ اس سے بدکے اور دور بھاگے۔

نَفَرَ (عَنْ) کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ (اِلٰی) کسی کی طرف دوڑ کر آنا۔

۱۷:۴۲ = لَابْتَغَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، اِبْتَغٰی یَبْتَغِیْ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) لام برائے تاکید۔ انہوں نے ضرور تلاش کرلیا ہوتا۔

۱۷: ۴۳ = تَعَالٰی ۔ وہ برتر ہے ۔ بلند ہے ۔ تَعَالِیٌ سے ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفاعل)
= عُلُوًّا ۔ مصدر بمعنی بلند ہونا ۔ عَلَا یَعْلُوْ عُلُوٌّ ۔ عُلُوًّا ۔ بلحاظ بلندی ۔
= کَبِیْرًا ۔ بلحاظ کبریائی کے ۔

۱۷: ۴۴ = اِنْ ۔ نافیہ ہے ۔
= لَا تَفْقَهُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ۔ فِقْهٌ سے (باب سمع) تم سمجھتے نہیں ہو ۔

۱۷: ۴۵ = مَسْتُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر ۔ سَتْرٌ مصدر (باب نصر) چھپا ہوا ۔ چھپایا ہوا

۱۷: ۴۶ = اَکِنَّةً ۔ کِنَانٌ کی جمع پردے ۔ غلاف ۔ کَنَّ یَکُنُّ (نصر) کَنٌّ وَکُنُوْنٌ ۔ مصدر ۔ مَکْنُوْنٌ چھپایا ہوا ۔ سیپ میں محفوظ
= وَقْرًا ۔ اسم مصدر ۔ منصوب ۔ ثقل ۔ بہرہ پن ۔ گرانی ۔
= وَلَّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِیَةٌ مصدر ۔ منہ موڑ کر ۔ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں ۔
عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ پیٹھ موڑ کر اَدْبَارٌ دُبُرٌ کی جمع بمعنی پیٹھ ۔
= نُفُوْرًا ۔ نفرت کرتے ہوئے ۔ ضمیر فاعل وَلَّوْا سے حال ہے ۔

۱۷: ۴۷ = بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ ۔ کس غرض کے لئے سنتے ہیں ۔ بِهٖ بمعنی لاجلہ ۔ لبسببہٖ کے مترادف ہے ۔ یعنی ان کے قرآن سننے کا سبب یا وجہ کیا ہے ۔ کس مقصد کے لئے سنتے ہیں ۔ یَسْتَمِعُوْنَ اور بِهٖ کے درمیان القران محذوف ہے ۔
اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ ۔ جب وہ کان لگا کر آپ کو سنتے ہیں ۔
= نَجْوٰی ۔ یہ مادہ ن ج و سے مشتق ہے اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں اسی سے محاورہ ہے ۔ نَجَا فُلَانٌ مِنْ فُلَانٍ فلاں نے فلاں سے نجات پائی ۔
باب افعال وتفعیل سے ۔ نجات دینا کے معنی میں ہے مثلاً فَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۲۷: ۵۳) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا ۔
نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۴۱: ۱۸) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا ۔ باب تفاعل اور مفاعلہ سے بمعنی سرگوشی کرنا ہے ۔ یا اپنے بھید کو دوسروں پر افشاء کرنے سے بچانا ہے ۔ مثلاً یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (۵۸: ۹) اے مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا ۔ اور اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَةً

(۵۸ : ۱۲) جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے صدقہ دیا کرو۔

لفظ نَجْوٰی کبھی بطور صفت کے بھی آتا ہے اور واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی (آیۃ ھذا) اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔ نَجْوٰی بمعنی سرگوشیاں کرنے والے۔

= اِذْ هُمْ سے قبل وَنَحْنُ اَعْلَمُ محذوف ہے ای وَنَحْنُ اَعْلَمُ اِذْ هُمْ نَجْوٰی۔ اور ہم خوب جانتے ہیں جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں۔

= اِذْ يَقُوْلُ بدل ہے اِذْ هُمْ کا۔ یعنی جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت یہ (ظالم) کہہ رہے ہوتے ہیں۔

= اِنْ تَتَّبِعُوْنَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے تَتَّبِعُوْنَ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ مصدر۔ تم پیروی کرتے ہو تم پیروی کر رہے ہو۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم پیروی نہیں کر رہے (مگر ایک سحر زدہ شخص کی)

۱۷ : ۴۹ = رُفَاتًا۔ بوسیدہ، گلا ہوا۔ چورا چورا۔ جو چیز ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتے اسے رُفات کہا جاتا ہے رَفْتٌ مصدر (باب نصر)

= مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ بَعْثٌ مصدر (باب فتح) جی اٹھنا۔ زندہ کرنا۔ اٹھ کھڑا ہونا۔ مُردوں کے لئے اس کا استعمال بمعنی جی اُٹھنا۔ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرنا اور حشر ہونا ہے۔

مثلاً وَالْمَوْتٰی يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (۳۶ : ۶) اور مردوں کو اللہ (حشر کے دن قبروں سے زندہ کر کے) اٹھا کھڑا کریگا۔

اور جب اس کا استعمال رسولوں کے لئے ہوگا تو اس کے معنی بھیجنے کے ہوں گے جیسے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (۱۶ : ۳۶) اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا۔

مَبْعُوْثُوْنَ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ قبروں سے اٹھائے جانیوالے۔ اٹھا کر کھڑا کئے جانیوالے۔

= مِمَّا يَكْبُرُ فِىْ صُدُوْرِكُمْ (یا تم بن جاؤ یا ہو جاؤ ایسی خلقت میں سے) جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے یعنی جس میں پتھر اور لوہے سے بھی حیات قبول کرنے کی صلاحیت کم ہو۔ یا دہ جسم و حجم میں تمہارے خیال میں اس قدر بڑی ہو کہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو دوبارہ زندہ کرنا محال ہو۔

۱۷ : ۵۰ = قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِىْ صُدُوْرِكُمْ کے بعد جملہ لَكَانَ قَادِرًا عَلٰۤى اَنْ يَّرُدَّكُمْ اِلٰى حَالِ الْحَيٰوةِ۔ محذوف ہے۔ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہہ دیجئے تم پتھر بن جاؤ یا لوہا ہو جاؤ۔ یا کوئی چیز جو تمہارے خیال کے مطابق ان سے بھی مشکل تر ہو حیات کو قبول کرنے میں تو بھی اللہ تعالیٰ مکمل قدرت رکھتا ہے تم کو دوبارہ زندہ کرنے پر۔

= يُعِيْدُنَا۔ يُعِيْدُ مضارع واحد مذکر غائب اِعَادَةٌ (افعال) مصدر نا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ ہمیں دوبارہ زندہ

کر کے لوٹائے گا۔

۱۷: ۵۱ = یُنْغِضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب باب افعال نَغْضٌ وَ نُغُوْضٌ مصدر ثلاثی مجرد سے۔ اس کے معنی اوپر نیچے یا نیچے اوپر حرکت دینے کے ہیں۔

فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْکَ رُءُوْسَھُمْ۔ وہ آپ کے سامنے سر ہلائیں گے (تعجب یا استہزاء کے طور پر)

= مَتٰی ھُوَ۔ میں ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب البعث و القیامۃ کی طرف راجع ہے یعنی یہ دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھنا اور حشر کب ہوگا۔

۱۷: ۵۲ = یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ۔ میں یَوْمَ کا نصب بوجہ فعل مضمر اُذْکُرُوْا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ یاد کرو وہ دن جب وہ (اللہ) تمہیں پکارے گا۔ یا بوجہ قَرِیْبًا کے بدل ہونے کے ہے۔ ترجمہ ہوگا (عجب نہیں یہ وقت قریب ہی آپہنچا ہو) یہ اس روز ہوگا جب اللہ تمہیں پکاریگا.... الخ

= فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِہٖ۔ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ مادہ جَوْبٌ باب استفعال سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ الجوبُ (باب ضرب) اس کے اصل معنی الجَوْبَۃ قطع کرنے کے ہیں۔ الجَوْبَۃ یہ پست زمین کی طرح (زمین میں گڑھا سا) ہوتا ہے پھر ہر طرح زمین کے قطع کرنے پر بولا جاتا ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۸۹: ۹) اور ثمود (کے ساتھ کیا کیا) جو وادی میں پتھر تراشتے (اور مکان بناتے) تھے۔

کسی کلام کے جواب کو جواب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قائل کے منہ سے نکل کر فضا کو قطع کرتا ہوا سامع کے کان تک پہنچتا ہے مگر عرف میں ابتداءً کلام کرنے کو جواب نہیں کہتے بلکہ کلام کے لوٹانے پر جواب کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ........ فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا.... الخ (۲۷: ۵۴-۵۶) اور لوطؑ کو بھی ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا تھا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو؟ .... مگر اس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا۔

پھر جواب کا لفظ سوال کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور سوال دو قسم پر ہے۔

(۱) گفتگو کا طلب کرنا۔ اور اس کا جواب گفتگو ہی ہوتی ہے۔

(۲) طلب عطا۔ یعنی خیرات طلب کرنا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے خیرات دیدی جائے جیسے اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ (۴۶: ۳۱) خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو یا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۲: ۸۶) میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

اَلْاِسْتِجَابَۃُ (باب استفعال) کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی اِجَابَۃٌ (باب افعال)

کے ہیں۔ اصل میں استجابۃ کے معنی جواب تلاش کرنا اور اس کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن اسے اجابۃ سے تعبیر کر لیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے جیسے اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ (۸:۲۴) خدا اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔ کہ یہاں اِسْتَجِیْبُوْا۔ اَجِیْبُوْا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فَتَسْتَجِیْبُوْنَ۔ پس تم قبول کرو گے، تم تعمیل کرو گے۔ تم بجا لاؤ گے۔

= بِحَمْدِہٖ ۔ ضمیر فاعل تَسْتَجِیْبُوْنَ کا حال ہے در آنحالیکہ تم اس (اللہ) کی حمد کر رہے ہو گے

= وَتَظُنُّوْنَ ۔ واؤ عاطفہ، تَظُنُّوْنَ کا عطف تَسْتَجِیْبُوْنَ پر ہے۔ اور تم یہ خیال کرو گے (قیامت کی ہولناکی کے پیش نظر)

یا مبتدا اَنْتُمْ مقدرہ ہے اور جملہ وَاَنْتُمْ تَظُنُّوْنَ موضع حال میں ہے اور در آنحالیکہ تم یہ گمان کر رہے ہو گے۔

= اِنْ لَّبِثْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے ای ما لبثتم فی القبور او فی الدنیا۔ کہ تم قبروں میں یا دنیا میں نہایت قلیل عرصہ رہے ہو۔

۱۷:۵۳ = یَقُوْلُوْا ۔ ای قل لعبادی لیقولوا۔ یہاں یَقُوْلُوْا فعل امر جمع مذکر غائب لام امر محذوف ہے۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندوں کو (یعنی مومنین کو) کہہ دیجئے کہ وہ ایسی باتیں کریں جو بہتر ہوں

= یَنْزَغُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب نَزْغٌ مصدر (باب فتح) فساد ڈلواتا ہے۔ نَزْغٌ دو آدمیوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنا۔ بہکانا۔ بھڑکانا۔ برانگیختہ کرنا۔

= بَیْنَہُمْ ۔ ای بین المسلمین والمشرکین

۱۷:۵۴ = یَرْحَمْکُمْ اور یُعَذِّبْکُمْ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط کے ہے

= وَکِیْلًا ۔ صفت مشبہ منصوب ۔ کارساز۔ ذمہ دار

= زَعَمْتُمْ ۔ ای ادعوا الذین تعبدون من دون اللہ وزعمتم انہم الٰہۃ۔ بلاؤ ان کو جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور جنہیں تم گمان کرتے ہو کہ وہ خدا ہیں۔

زَعَمْتُمْ ۔ زَعْمٌ مصدر (باب نصر) تم نے زعم کیا۔ تم نے گمان کیا۔ تم نے سمجھا۔

= تَحْوِیْلًا ۔ تَحْوِیْلٌ مصدر بروزن تفعیل ۔ تبدیلی ۔ تغیر۔ تفاوت ۔ حَالَ یَحُوْلُ (نصر) حائل ہونا بیچ میں آپڑنا۔ حَوْلٌ کے معنی کسی شے کے متغیر ہونے اور دوسرے سے جدا ہونے کے ہیں۔ چونکہ بیچ میں آپڑنے سے جدائی ضروری ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حَوْلٌ بمعنی سال بھی ہے

۱۷:۵۷ = اُولٰٓئِکَ ۔ موصوف الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ صفت یَدْعُوْنَ کے بعد ضمیر مفعول محذوف ہے

موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا۔ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّهِمۡ خبر۔ مطلب یہ کہ یہ مشرکین جن کو خدا بنائے ہوتے ہیں اور جن کو اپنی تکلیف و مصائب میں پکارتے ہیں یہ خدا نہیں ہیں بلکہ وہ تو خود ہر لمحہ ہر لحظ اپنے رب کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ اگر وہ واقعی خدا ہوتے جیسے مشرکین کا خیال ہے تو پھر انہیں کسی کی عبادت اور رضاجوئی کی کیا ضرورت تھی۔

آیت میں یَدۡعُوۡنَ کی ضمیر فاعل مشرکین کی طرف راجع ہے اور یَبۡتَغُوۡنَ کی ضمیر فاعل مشارٌ الیہم (یعنی مشرکین جن کو خدا بنائے ہوتے ہیں) کے لئے ہے

= اَلۡوَسِیۡلَةَ۔ اسم ہے۔ بمعنی قُرب، نزدیکی، قُرب کا ذریعہ۔ طاعت۔ وسیلہ بروزن فعیلہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ وَسَلَ بمعنی تَقَرَّبَ۔ وہ قریب ہو گیا (رازی) وہ چیز جو اللہ کے قریب تم کو پہنچا دے (سیوطی آیت ۵: ۳۵) طاعت کے ذریعہ سے قرب (سیوطی ۱۷: ۵۷ آیت ہذا) اس کی جمع وسائل ہے جو کہ بمعنی ذرائع مستعمل ہے۔

یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الۡوَسِیۡلَةَ۔ اپنے رب کا قرب ڈھونڈھتے ہیں۔ اپنے رب کے قرب کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں (بندگی اور طاعت کے ذریعہ سے)

= اَیُّهُمۡ اَقۡرَبُ ان میں سے کون (اس راہ میں) زیادہ قریب ہوتا ہے اپنے اللہ سے)

= یَرۡجُوۡنَ اور یَخَافُوۡنَ کا عطف یَبۡتَغُوۡنَ پر ہے۔

= مَحۡذُوۡرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ ڈرنے کی چیز۔ قابل خوف، خوفناک۔ ڈر کر بچنے کی چیز حَذِرَ یَحۡذَرُ (سمع) ڈر کر بچا۔ احتیاط کی۔

۱۷: ۵۸ = اِنۡ مِّنۡ قَرۡیَةٍ۔ سے مراد کافروں اور معاندین کی بستیاں ہیں۔

اور مُهۡلِکُوۡهَا (ہم ان کو ہلاک کرنے والے ہیں) میں اہلاک بالعذاب مراد ہے۔ ورنہ نفس موت و ہلاکت تو طبعی اسباب سے مومن اور کافر سب کی ہوتی رہتی ہے۔

۱۷: ۵۹ = مُبۡصِرَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث حالت نصب۔ واضح، روشن۔ واضح کرنیوالی الناقہ کا حال ہے۔

= تَخۡوِیۡفًا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے خوف دلانا۔ ڈرانا۔ ڈرانے کے لئے۔ خوف دلانے کے لئے۔ نصب بوجہ مفعول لہ ہونے کے ہے۔

۱۷: ۶۰ = وَاِذۡ قُلۡنَا۔ واذکر زمان قولنا بواسطۃ الوحی۔ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے بواسطہ وحی کہا تھا۔

= اَحَاطَ۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے احاطہ کر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ اِحَاطَةٌ مصدر جس کے

معنی کسی شے پر اس طرح چھاجاتے کے ہیں (علمی طور پر، نفسیاتی طور پر، یا جسمانی طور پر) کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک یہاں احاطہ علمی مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو انسانوں کے ماضی حال مستقبل۔ ظاہر و باطن سب کا دقیق و عمیق علم کامل ہے۔

= الرُّءْیَا۔ خواب۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بغیر واؤ کے صرف ہمزہ کے ساتھ بغیر مرکز ہمزہ (ی بغیر نقطہ کے) لکھا جاتا ہے۔ یہ رَاٰی یَرٰی کا مصدر ہے اور بروزن فُعْلٰی اسم بھی ہے بمعنی خواب۔

بیضاوی رح لکھتے ہیں رؤیا ردیۃ ہی کی طرح ہے مگر وہ خواب میں دیکھنے کے لئے مخصوص ہے اور یہی قول حریری کا ہے۔ علامہ قرطبی رح لکھتے ہیں:۔

کہ رؤیا کبھی بمعنی رؤیت بھی آتا ہے (یعنی بیداری میں دیکھنا) اور اس کی سند میں اسی آیت کو لاتے ہیں۔

متنبی نے بھی رؤیا کا استعمال حالت بیداری میں دیکھنے کے معنی میں کیا ہے۔ اسی سے ہے

ورؤیاك احلیٰ فی العیون من الغمض (نیم باز آنکھوں کی نسبت تونیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیۃ ہٰذا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہٖ (یہ آنکھ کا دیکھنا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔

یہاں رُؤیا کا اشارہ معراج کی طرف ہے۔

= فِتْنَۃً۔ آزمائش، آزمائش کا سبب،

= الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ۔ موصوف، صفت، وہ درخت جس کی لعنت کی گئی ہے۔

الشجرۃ الملعونۃ فی القران۔ ای الشجرۃ الملعونۃ مذکورۃ فی القران۔ وہ ملعون درخت جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ قرآن میں یہ ذکر ان آیات میں آیا ہے۔

اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ ۝۶۲ اِنَّا جَعَلْنٰھَا فِتْنَۃً لِّلظّٰلِمِیْنَ ۝۶۳ اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۝۶۴ طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ۝۶۵

(کیا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ ہم نے اس کو کافروں کے لئے (موجب) آزمائش بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے کہ شیاطین کے سر۔

الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ کا عطف الرُّءْیَا پر ہے۔ جملہ یوں ہوگا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ وَالشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ مذکورۃ فی القران اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ ۔ اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھلایا تھا اسے اور اس ملعون درخت کو جو قرآن میں

مذکور ہے لوگوں کے لئے آزمائش کا سبب بنا دیا۔

= نُخَوِّفُھُمْ۔ نُخَوِّفُ مضارع جمع متکلم تَخْوِیْفٌ (تفعیل) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو ڈراتے ہیں۔ ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں۔

= یَزِیْدُھُمْ۔ یَزِیْدُ کی ضمیر فاعل کا مرجع التخویف (ان کو ڈرانا) ہے۔

۱۷: ۶۱ = طِیْنًا۔ ای من طین۔

۱۷: ۶۲ = قَالَ۔ ای قال ابلیس۔

= اَرَءَیْتَکَ۔ الاتقان میں ہے جب ہمزہ استفہام رَأَیْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس وقت رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی اَخْبِرْنِیْ (مجھ کو بتا۔ مجھ کو خبر دے) کے ہوتے ہیں۔ اَرَءَیْتَکَ تو مجھے بتا۔

= الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ۔ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔

آیت میں حذف ہے تقدیر کلام یوں ہے اَرَءَیْتَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ لِمَ کَرَّمْتَہٗ۔ مجھے بتا تو یہ آدم جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

= اَخَّرْتَنِ۔ تَاخِیْرٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم بوجہ عمل اِنْ ساقط ہوگئی۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اگر تو مجھے مہلت دے۔

= لَاَحْتَنِکَنَّ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَحْتَنِکَنَّ مضارع واحد متکلم با نون ثقیلہ اِحْتِنَاکٌ افتعال۔ مصدر جس کے معنی ٹڈی کے زمین کی روئیدگی صفاچٹ کر دینے کے ہیں۔ چنانچہ جب مکڑی کسی کھیت کو کھا کر چٹ کر جائے تو عرب کہتے ہیں اِحْتَنَکَ الْجَرَادُ الزَّرْعَ یہاں بھی یہ لفظ اسی معنی ومفہوم کو ادا کرتا ہے۔ یعنی اگر تو مجھے مہلت دے تو میں ذریتِ آدم کو راہِ راست سے اکھاڑ پھینکوں گا اور ان کے ایمان کا صفایا کر دوں گا۔

باب افتعال سے بمعنی قابو میں کرنا۔ لگام دینا کے، بھی مستعمل ہے

۱۷: ۶۳ = اِذْھَبْ۔ امر، واحد مذکر حاضر۔ تو جا۔ چلا جا۔ ای اذھب وافعل ما ترید۔ جا چلا جا۔ اور کر دیکھ جو تو چاہتا ہے۔

= جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۔ موصوف صفت، پوری پوری سزا۔

مَوْفُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وَفْرٌ سے بمعنی بہت ہونا۔ زیادہ ہونا۔ پورا ہونا۔ جَزَآءً بوجہ مصدر کے منصوب ہے۔

۱۷: ۶۴ = اِسْتَفْزِزْ۔ امر واحد مذکر حاضر اِسْتِفْزَازٌ (افتعال) مصدر فَزٌّ مادہ

تو گھبرائے۔ فَزَّنِیْ فُلَانٌ اس نے مجھے پریشان کر کے میری جگہ سے ہٹا دیا۔ یا قرآن مجید میں آیا ہے فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّھُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (۱۷: ۱۰۳) تو اس نے چاہا کہ انہیں گڑبڑا کر سرزمین (مصر) میں سے نکال دے پس وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِكَ اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکا تا رہ
= اَجْلِبْ عَلَیْھِمْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اَلْجَلْبُ (نصر۔ ضرب) کے اصل معنی کسی چیز کو ہنکانے اور چلانے کے ہیں۔ اِجْلَابٌ (باب افعال) سے اس کے معنی اکٹھا کرنے، شور مچانے اور کھینچ لانے کے ہیں اسی سے جلب زر ہے۔ دولت کو کھینچ کر اکٹھا کرنا۔ اَجْلَبَ عَلٰی کسی پر چلا کر زبردستی اسے آگے بڑھانا جیسے گھوڑے کو چلا کر آگے دوڑانا۔

وَاَجْلِبْ عَلَیْھِمْ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ۔ خَیْلٌ۔ اصل میں گھوڑوں کو کہتے ہیں مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ خَیْلِكَ تیرے سوار۔

= رَجِلِكَ۔ رَجِلٌ وَرَاجِلٌ۔ پا پیادہ چلنے والا۔ یہ الرِّجْلُ بمعنی پاؤں سے مشتق ہے رَجِلٌ رَاجِلٌ کی جمع ہے۔ پا پیادہ چلنے والے۔ رَجِلِكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرے پیادے۔
= غُرُوْرًا۔ دھوکہ۔ جھوٹی امید، فریب۔ وَعْدًا مصدر۔ محذوف کی صفت کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا وَعْدًا غُرُوْرًا۔ اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے سب دھوکہ ہے۔
۱۷: ۶۵ = بِرَبِّكَ۔ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور بعض کے نزدیک انسان کے لئے۔ بعض کے نزدیک جملہ سابقہ کی طرح یہ خطاب بھی شیطان سے ہے! لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔
۱۷: ۶۶ = یُزْجِیْ۔ اَزْجٰی یُزْجِیْ اِزْجَاءٌ (افعال) وہ چلاتا ہے وہ ہنکاتا ہے۔ اَلتَّزْجِیَةُ (تفعیل) کسی چیز کو دفع کرنا کہ چل پڑے۔ مثلاً پچھلے سوار کا اونٹ کو چلانا۔ یا ہوا کا بادلوں کو چلانا مثلاً۔ یُزْجِیْ سَحَابًا (۲۴: ۴۳) (اللہ ہی) بادلوں کو ہنکاتا ہے۔ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ تمہارے لئے سمندروں میں جہازوں کو چلاتا ہے۔ زجی۔ زجو مادہ۔
۱۷: ۶۷ = ضَلَّ۔ ماضی بمعنی حال۔ گم ہوجاتے ہیں۔ غائب ہوجاتے ہیں۔ ضَلَالٌ۔ گمراہ ہونا بھٹکنا۔ ہلاک ہونا۔ راہ مستقیم سے بھٹک جانا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔
= نَجّٰىكُمْ۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ تَنْجِیَةٌ (تفعیل) سے مصدر۔ كُمْ ضمیر خطاب مفعول۔ اس نے تم کو نجات دی۔ یہاں بمعنی حال آیا ہے جب وہ تم کو نجات دیتا ہے (زمین کی طرف

تم کو بچا لاتا ہے۔ مادہ ن ج د۔
= اَعۡرَضۡتُمۡ۔ تم روگردانی کر لیتے ہو۔ تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اعراضٌ (افعال) ماضی جمع مذکر حاضر
۱۷ : ۶۸ = اَفَاَمِنۡتُمۡ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اَمِنۡتُمۡ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم امن میں ہوئے۔ تم مطمئن ہوئے۔ اَمۡنٌ سے۔ کیا تم بے فکر ہو گئے ہو۔ نڈر ہو گئے ہو۔
= یَخۡسِفَ بِکُمۡ۔ مضارع واحد مذکر غائب، منصوب بوجہ عمل اَنۡ۔ خَسۡفٌ مصدر اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ۔ وہ تم کو دھنسا دے۔ تمہارے سمیت دھنسا دے۔
= جَانِبَ الۡبَرِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر یخسف کا مفعول فیہ۔ خشکی کا کنارہ۔
= یُرۡسِلَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنۡ۔ اِرۡسَالٌ (افعال) مصدر۔ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ تم پر بھیج دے۔
= حَاصِبًا۔ باد سنگ بار۔ پتھروں کا مینہ۔ سخت آندھی۔ تیز وہ پتھراؤ جو تند ہوا میں ہو حاصب کہلاتا ہے۔ حَصۡبَاءٌ سے مشتق ہے۔ حَصۡبَاء کنکریوں کو کہتے ہیں۔
سورۂ ملک میں ہے اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا (۶۷ : ۱۷) کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو وہ جو کہ آسمان میں ہے کہ وہ تمہارے اوپر ہوائے تند بھیج دے۔
۱۷ : ۶۹ = اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ۔ کہ وہ لیجائے تم کو دوبارہ۔ کہ وہ تمہیں دوبارہ لوٹا دے۔ اِعَادَۃٌ (افعال) مصدر۔
= تَارَۃً۔ مرتبہ۔ باری۔ دفعہ۔
= فِیۡہِ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع البحر ہے جو کہ اوپر آیۃ ۶۷ میں آیا ہے۔
= قَاصِفًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ طوفانِ ہوا۔ ایسی تیز آندھی کہ جو چیز اس کی زد میں آئے اس کو توڑ دے۔ قَصۡفٌ (باب ضرب) توڑ دینا۔ اور اگر باب سمع سے آئے تو لازم ہے متعدی نہیں۔ قَصِفَ الۡعُوۡدُ۔ لکڑی اتنی نرم ہو گئی کہ ٹوٹنے کے قابل بن گئی۔
کہتے ہیں کہ خشکی پر طوفانِ مہلک حاصب کہلاتا ہے اور سمندر میں ہو تو اس کو قاصف کہتے ہیں۔
= بِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ارسالِ ریح قاصف ہے۔ یا اغراق ہے (تمہارا غرق کر دیا جانا)
= تَبِیۡعًا۔ پیچھا کرنے والا۔ دعویٰ کرنے والا۔ مددگار۔ تَبۡعٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے

۱۷: ۱۷ یَوْمَ ۔ فعل محذوف اذکُرْ کا مفعول بہ ہے ای اذکر یوم ندعوا .... الخ

= یَقْرَءُوْنَ مضارع. جمع مذکر غائب قِرَاءَۃٌ مصدر (باب فتح) وہ پڑھیں گے ۔ وہ پڑھتے ہیں

= فَتِیْلًا ۔ فتل یفتل (ضرب) فَتْلٌ رسی بٹنا. فَتَلْتُ الْحَبْلَ فَتْلًا رسی کو بل دینا بٹی ہوئی رسی کو مفتول کہتے ہیں ۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ایک باریک سا ڈورا ہوتا ہے اسے بھی فتیل کہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ رسی کی شکل وصورت پر ہوتا ہے ۔

فتیل اصل میں اس دھاگے کو کہتے ہیں جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹی جاتی ہے ۔ یہ حقیر چیز کے لئے ضرب المثل ہے ۔ فتیلہ وہ بتی جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے ۔ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ان پر ذرہ برابر بھی ظلم یا بے انصافی نہیں کی جائیگی ۔ نیز ملاحظہ ہو ۴: ۴۹

۱۷: ۷۲ = اَعْمٰی ۔ اندھا ۔ عَمًی سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں خواہ یہ بینائی دل کی ہو یا آنکھوں کی ۔

= اَضَلُّ ضَلَالٌ سے اسم التفضیل کا صیغہ ہے بہت بہکا ہوا۔ زیادہ گمراہ ۔ زیادہ راہِ مستقیم سے ہٹا ہوا۔

۱۷: ۷۳ = اِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ ۔ میں اِنْ مخففہ ہے جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اور لام فارقہ ہے اِنْ مخففہ کو اِنْ نافیہ یا شرطیہ سے ممیز کرتا ہے ۔

کَادُوْا ۔ کَادَ یَکَادُ (باب سمع) کَوْدٌ افعال مقاربہ میں سے ہے. فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اس کے بعد اَنْ بہت کم آتا ہے کَادَ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا ۔ قریب الوقوع ضرور تھا ۔ جیسے یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لیجائے ۔

اور اگر اس کے ساتھ حرف نفی آجائے تو اثباتی حالت کے برعکس فعل کے وقوع کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے جو وقوع کے قریب نہ ہو جیسے وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ (۲: ۷۱) اور وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں ۔

وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ اور قریب تھا کہ یہ (کافر لوگ) آپ کو بچلا دیں ۔ یا یہ لوگ آپکو بچلانے ہی لگے تھے ۔

بعض نے کَادَ کے معنی ھَمَّ وَاَرَادَ بھی کئے ہیں ۔ اس صورت میں معنی ہوں گے ۔ اور انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو بچلا دیں یا برگشتہ کردیں ۔

= لِتَفْتَرِیَ۔ میں جیساکہ اوپر ذکر ہو چکا لام۔ لام الفارقہ ہے۔ تَفْتَرِیَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْتِرَاءٌ مصدر تو افترا کرے۔ تو جھوٹ باندھے۔

لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ یعنی اس وحی کے سوا (اَلَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ) جو ہم نے آپ پر نازل کی آپ جھوٹ اور من گھڑت بات کی ہماری طرف نسبت کر دیں۔

= اِذًا۔ تب۔ اسوقت (یعنی اگر آپ ایسا کر دیتے تو وہ اس وقت ضرور آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے)

= لَاتَّخَذُوْكَ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے اِتَّخَذُوْا۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھے ضرور اختیار کر لیتے۔

۱۷: ۷۴ = لَوْلَا۔ اگرنہ۔ وگرنہ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۶۴)

= ثَبَّتْنٰكَ۔ ثَبَّتَ یُثَبِّتُ تَثْبِیْتٌ (تفعیل) سے ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ثابت رکھا۔ ہم نے ثابت قدم رکھا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا۔

لَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اگر ہم نے تجھے ثابت قدم نہ رکھا ہوتا۔

= كِدْتَّ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ كَادَ یَكَادُ كَوْدٌ سے (آیۃ ۱۷: ۷۳ مذکورۃ الصدر) کسی فعل کے وقوع یا عدم وقوع کے قریب پہنچ جانا۔ قریب تھا کہ تو (مائل ہو جاتا)

= تَرْكَنُ۔ رَكِنَ یَرْكَنُ (سمع) رُكُوْنٌ مصدر۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو جھک جائے تو مائل ہو جائے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (۱۱: ۱۱۳) جن لوگوں نے ہماری نافرمانی کی ان کی طرف نہ جھکنا۔

رُكْنٌ۔ جس سے طاقت حاصل کی جائے۔ عزت، قوت، غلبہ، بڑا معاملہ، مضبوط پہلو۔ کہتے ہیں فُلَانٌ رُكْنٌ مِنْ اَرْكَانِ قَوْمِهٖ وہ اپنی قوم کے شرفا میں سے ہے اَرْكَانُ الدَّوْلَةِ۔ وزراء۔ اَرْكَانُ الْعِبَادَاتِ۔ عبادات کے وہ بنیادی مضبوط پہلو جو ان عبادات کی بنیاد ہوتے ہیں اور جن کے ترک سے وہ باطل ہو جاتی ہے۔

آیت کا ترجمہ:۔ اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو قریب تھا کہ ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے

۱۷: ۷۵ = اِذًا۔ تب۔ اس وقت۔ اس صورت میں۔

= لَاَذَقْنٰكَ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَذَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے چکھایا۔ كَ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تجھے ضرور چکھاتے۔

= ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ۔ اصل کلام یہ تھا۔ لَاَذَقْنٰكَ عَذَابًا ضِعْفًا فِی

اَلْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وعَذَابًا ضِعْفًا فِي الْمَمَاتِ ۔ پھر موصوف کو حذف کرکے اس کی جگہ صفت کو قائم رکھا۔ یعنی الضعف پھر موصوف کی اضافت صفت کو دی اور الحیوٰۃ کا مضاف ہوکر ضعف الحیوٰۃ بن گیا۔ اسی طرح ضعف الممات یعنی دوگنا عذاب دنیا دوگنا عذاب بعد از موت

= لَکَ ۔ تیرے اپنے لئے ۔ عَلَیْنَا ہمارے مقابلہ میں (پھر آپ اپنے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے ۔

۱۷: ۷۶ = اِنْ کَادُوْا میں اِنْ ۔ اِنَّ سے مخففہ ہے ۔ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے املا حظ ہو ۱۷: ۷۳) اِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ ۔ اور تحقیق یہ (لوگ) تمہیں پریشان کرکے ، ڈرا دھمکا کر یا گھبراہٹ اور خوف وہراس پیدا کرکے سرزمین (مکہ) سے تمہارے قدم اکھاڑنے ہی لگے تھے (نیز دیکھو ۱۷: ۶۴) لِیُخْرِجُوْکَ مِنْهَا تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں ۔

= لَا یَلْبَثُوْنَ ۔ مضارع نفی ۔ جمع مذکر غائب لَبِثَ یَلْبَثُ (باب سمع) سے لَبْثٌ مصدر وہ نہیں رہیں گے ۔ وہ نہیں ٹھہریں گے لَابِثِیْنَ ۔ ٹھہرنے والے ۔

= خِلٰفَکَ ۔ تیرے پیچھے ۔ تیرے بعد ۔ خِلٰفَ مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ

۱۷: ۷۷ = سُنَّۃَ ۔ طریقہ جاریہ ۔ راہ ۔ رسم ۔ دستور ۔ سُنَّۃَ بوجہ مصدر تاکیدی کے منصوب ہے یعنی سَنَّ اللّٰہُ ذٰلِکَ سُنَّۃً .....

= مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا ۔ جن کو ہم نے تم سے قبل رسول بنا کر بھیجا ۔ یہ جملہ سُنَّۃَ کا مضاف الیہ ہے سُنَّۃَ مضاف ہے اس کی اضافت رُسُل کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دستور الٰہی ان رسولوں کی خاطر ہی تھا ۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا اور ہمارے دستور میں آپ کوئی ردّوبدل نہیں پائیں گے ۔

۱۷: ۷۸ = اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ۔ اَقِمْ فعل امر ۔ واحد مذکر حاضر اِقَامَۃٌ مصدر (باب افعال) اَقَامَ یُقِیْمُ اِقَامَۃً

= دُلُوْکِ الشَّمْسِ ۔ سورج کا ڈھلنا ۔ سورج کا غروب ہونا ۔ سورج کا مائل بغروب ہونا

= غَسَقِ الَّیْلِ ۔ کے معنی (ابتدائے) شب کی سخت تاریکی کے ہیں ۔ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ رات کی تاریکی تک ۔ اَلْغَاسِقُ بمعنی تاریک رات ۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (۱۱۳: ۳) اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کی تاریکی چھا جائے ۔ غَاسِقٌ چاند کو بھی کہتے ہیں جب کہ وہ گہن لگ کر سیاہ ہو جائے ۔ اَلْغَسَّاقُ دوزخیوں کے جسموں سے بہنے والا لہو یا پیپ ۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا (۷۸: ۲۵)

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔

= مَشْهُوْدًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کَانَ کے۔ حاضر کیا گیا۔ مشاہدہ کیا گیا۔ یعنی رات اور دن کے ملائکہ اس وقت حاضر ہوتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں قرأت قرآن کا۔

۱۷: ۷۹ مِنَ الَّیْلِ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ رات کے بعض حصہ میں۔

= تَهَجَّدْ۔ امر واحد مذکر حاضر تَهَجُّد (تفعل) الفاظ اضداد میں سے ہے جس کے معنی سونے اور جاگنے دونوں کے ہیں۔ اسی طرح هَجَدَ يَهْجُدُ (باب نصر) رات کو سونا یا جاگنا دونوں کے ہیں۔ هَجَّدَ (باب تفعیل) رات کو سونا یا نیند سے جاگنا دونوں کے ہیں۔ بعض کے نزدیک رات کو نیند سے نماز کے لئے بیدار ہونے کے معنی میں ہے۔ پھر اس کا اطلاق نفسِ صلوٰۃ کے لئے ہونے لگا۔ تہجد کی نماز پڑھنا۔

بعض کے نزدیک الھُجُوْد کے معنی نیند کے ہیں اور سوئے ہوئے آدمی کو ہاجد کہتے ہیں اور هَجَّدْتُهٗ فَتَهَجَّدَ کے معنی ہیں میں نے اس کی نیند کو دور کیا پس وہ جاگ گیا۔ (یہاں تجنب یعنی ازالہ ماخذ ہے جس کی اور مثالیں تَاَثَّمَ زَیْدٌ زید گناہ سے بچا۔ تَحَوَّبَ زَیْدٌ زید نے گناہ سے پرہیز کیا۔ اجتناب کیا۔

= بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ ای بالقرآن۔ فَتَهَجَّدْ بِهٖ تلاوت قرآن کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کر۔

= نَافِلَةً اسم فاعل واحد مؤنث نَفْلٌ مصدر (باب نصر) بمعنی زائد۔ یعنی پانچ فرض نمازوں کے علاوہ زائد۔ نَافِلَةً منصوب بوجہ مصدر استعمال ہونے کے ہے عَاقِبَةٌ کی طرح نَافِلَةٌ نَفَلَ يَنْفُلُ (نصر) سے مصدر آیا ہے۔ اور بمعنی تَهَجُّدًا ہے یا یہ بِهٖ کی ضمیر راجع الی القرآن سے حال ہے۔

= عَسٰی۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ امید ہے۔ عنقریب ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

صاحب الاتقان لکھتے ہیں کہ۔ یہ فعل جامد ہے۔ اور اس کی گردان نہیں آتی (یعنی غیر منصرف ہے) یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرف کہہ دیا ہے۔ اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے ہیں اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکا کے ہیں (تَرَجِّیْ فی المحبوب اشفاق فی المکروہ، پسندیدہ بات کی آرزو کرنا اور ناپسندیدہ بات سے ڈرنا)

یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں ہیں وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲ : ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ بہتر

ہو تمہارے حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔ برہان میں ہے کہ جب عسٰی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یقین ہوتا ہے۔

علماء نے عسٰی کے معنی و استعمال پر طویل بحث کی ہے۔ مختصراً اس کے معنی امید اور توقع کے ہی کئے جاتے ہیں۔

= یَبْعَثَکَ۔ بَعَثَ یَبْعَثُ (فتح) بَعْثٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تم کو کھڑا کریگا۔ تم کو اٹھائیگا۔ تم کو فائز کریگا۔

= مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ صفت موصوف، مقام محمود

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ میں نصب بوجہ ظرف ہے۔ ای عسٰی اَنْ یبعثک ربّک یوم القیامۃ فیقیمک مقاما محمودا۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار روزِ قیامت تمہیں اٹھائے اور مقام محمود پر تمہیں فائز کر دے۔

یا نصب بوجہ حال ہے بمعنی ان یبعثک ذا مقام محمود آپ کو اس حال میں اٹھائے کہ آپ صاحب مقام محمود ہوں۔ مقام محمود کی وضاحت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی کہ یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

۱۷ : ۸۰ = اَدْخِلْنِیْ۔ تو مجھے داخل کر۔ اِدْخَالٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= مُدْخَلَ۔ مُخْرَجَ مصدر ہیں۔ مُدْخَلَ داخل کرنا۔ مُخْرَجَ نکالنا۔ منصوب بوجہ مضاف ہونے کے ہیں۔ صِدْقٍ مضاف الیہ ہے جس کے معنی راستی اور سچائی کے ہیں۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ .... مُخْرَجَ صِدْقٍ۔ اے میرے پروردگار تو جہاں کہیں مجھے لیجائے سچائی کے ساتھ لیجا۔ اور جہاں کہیں سے بھی مجھے نکالے سچائی کے ساتھ نکال۔

یہ آیت کریمہ ہجرت کے وقت نازل ہوئی جس میں ایک دعا کی تلقین کی گئی۔ کہ اے میرے رب کریم میرا مکہ سے ہجرت کرنا بھی سچائی کے ساتھ ہو اور مدینہ میں ورود بھی سچائی کے ساتھ ہو۔ یعنی دونوں کا انجام نیک ہو۔

اور بعض کے نزدیک اس کا مطلب قبر میں داخل ہونا اور یوم حشر میں قبر سے نکلنا مراد ہے۔ یا اس سے مراد مکہ سے نکلنا اور دوبارہ بوقت فتح مکہ میں داخل ہونا ہے۔ پیش گوئی کی اہمیت کے پیش نظر اَدْخِلْنِیْ کو اَخْرِجْنِیْ سے پہلے رکھا گیا ہے گویا جس وقت حضور علیہ السلام مکہ سے جس وقت نکل رہے تھے اس وقت ان کو معلوم تھا کہ مکہ میں دوبارہ داخل ہوں گے۔ یا اس سے مراد غار میں داخل ہونا اور

وہاں سے صحیح وسلامت نکلنا ہے۔ یا اس سے مراد نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا اور اس سے باحسن طریقہ عہدہ برآ ہونا ہے یا اس سے مراد کسی عظیم مہم میں ادخال اور اس کو کامیابی وکامرانی کے ساتھ سر کرنا ہے

= مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے

= سُلْطٰنًا ــــــ ای حُجَّةً بَيِّنَةً - برہان واضح۔ سند۔ حکومت۔ زور، قوت۔

= نَصِيْرًا۔ صیغہ صفت منصوب، حفاظت کرنے والا۔ مدد کرنے والا۔

سُلْطٰنًا۔ موصوف۔ یعنی ایسی قوت یا غلبہ جو ممد و معاون ہو مزید غلبہ حاصل کرنے میں

۱۷: ۸۱ = زَهَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب زُهُوْقٌ مصدر (باب فتح) وہ نکل بھاگا۔ وہ مٹ گیا زُهُوْق بروزن فَعُوْلٌ بمعنی اسم فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ نکل بھاگنے والا۔ مٹ جانیوالا

زَهَقَ بمعنی خَرَجَ بھی آتا ہے۔ زَهَقَ رُوْحُهٗ اس کی روح نکل گئی۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۹: ۸۵) اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔

۱۷: ۸۲ = لَا يَزِيْدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ نہیں بڑھاتا ہے (یعنی قرآن) الظّٰلِمِيْنَ اس کا مفعول ہے۔

۱۷: ۸۳ = اَعْرَضَ۔ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔

= نَاٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَأْيٌ مصدر وماده (باب فتح) وہ دور ہو گیا۔ اس نے روگردانی کی۔ نَاٰ بِجَانِبِهٖ۔ اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ (۶: ۲۶) اور وہ اس سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور خود بھی اس سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

= يَئُوْسًا۔ يَأْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ ناامید۔ يَأْسٌ ويَاٰسَةٌ مصدر يَاۤئِسٌ ناامید!

۱۷: ۸۴ = عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ عَلٰى حرف جار۔ شَاكِلَتِهٖ مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور۔ شَاكِلَةٌ شَكْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ شَاكِلَتِهٖ اس کا ڈھنگ۔ شاکلہ کے معنی اس طریقہ اور روش کے ہیں جو اس کی فطرت میں ودلیت کئے گئے ہیں۔

۱۷: ۸۶ = ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ط پھر تم نہیں پاؤ گے ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی ومددگار جو اُسے (وہ جو ہم نے تم پر وحی کیا ہے یعنی قرآن) واپس دلا سکے۔ بِهٖ میں ضمیر واحد

مذکر غائب اَلَّذِیْ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ کی طرف راجع ہے۔

۱۷: ۸۸ == ظَهِيْرًا یاور۔ مددگار۔ پشتیبان۔ مُظَاهِرَةٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت کا صیغہ ہے۔ واحد۔ جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح مذکر و مؤنث کے لئے بھی

۱۷: ۸۹ == صَرَّفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَصْرِيْفٌ (تفعیل) ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح سے بیان کیا۔ تصریف الامر۔ کسی بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا۔

== اَبٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر۔ اس نے سختی سے انکار کر دیا۔

== كُفُوْرًا۔ انکار۔ کفر۔ منصوب بوجہ اَبٰى کے مفعول ہونے کے ہے۔

فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۔ سوائے کفر کے اکثر لوگوں نے ماننے سے انکار کردیا۔ یا اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔

۱۷: ۹۰ == تَفْجُرَ۔ تو پھاڑ ڈالے۔ تو بہالائے۔ اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کرنے کے ہیں۔ مضارع واحد مذکر حاضر (باب نصر)

صبح کو فجر اس واسطے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے اسی سے اَلْفُجُوْرُ۔ دین کی پردہ دری کرنا اور فَاجِرٌ دین کی پردہ دری کرنے والا ہو۔

تَفْجُرَ۔ منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ کے جو حَتّٰى کے بعد ہے ای حتی ان تفجر۔

== يَنْۢبُوْعًا۔ اسم مفرد ينابيع۔ جمع۔ چشمہ۔ النَّبْعُ کے معنی چشمہ سے پانی پھوٹنے کے ہیں۔ یہ نَبَعَ يَنْبُعُ (نصر) کا مصدر ہے يَنْۢبُوْعٌ اس چشمہ کو کہتے ہیں جس سے پانی ابل رہا ہو۔ ع

۱۷: ۹۱ == فَتُفَجِّرَ۔ فَجَّرَ يُفَجِّرُ تَفْجِيْرًا (باب تفعیل) تو پھاڑ لائے تو بہالائے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل فَا کے جو نفی (لَنْ نُّؤْمِنَ) کے بعد واقع ہوا ہے۔

== خِلٰلَهَا۔ خِلٰل۔ بوجہ ظرف (مفعول فیہ) کے منصوب ہے۔ ای وسط تلك الجنة یعنی اس جنت کے درمیان نہریں جاری کر دیں۔ جو بہہ رہی ہوں۔

== تُسْقِطَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَوْ جو اِلٰٓى اَنْ کے معنی میں ہے تو گرا دے تو ڈال دے۔ اِسْقَاطٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تُسْقِطَ عَلَيْنَا۔ تو ہم پر گرا دے۔

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا۔ میں تُسْقِطَ فعل السَّمَآءَ مفعول كِسَفًا السماء سے حال۔ كَمَا زَعَمْتَ جملہ معترضہ۔ یا جیسا آپ کا خیال ہے آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں۔

== تَاْتِيَ (ب) متعدی بوجہ (ب) تو لے آئے۔ اِتْيَانٌ سے واحد مذکر حاضر۔ مضارع معروف

= قَبِیْلًا ہ حال ہے اللہ سے اور اَلْمَلٰٓئِکَۃِ سے۔ قَبْلُ کے اصل معنی آگے اور سامنے کے ہیں اور اس صورت میں یہ دُبُوْرٌ و دُبُرٌ کی ضد ہے۔ اگرچہ مجازاً ہر قسم کے تقدم پر بولا جاتا ہے۔ خواہ یہ تقدم زمانی ہو یا مکانی ہو۔ یا بلحاظ رتبہ کے ہو۔ قِبَلًا۔ سامنے، آگے، جیسے کہتے ہیں رَاَیْتُہٗ قِبَلًا ہ میں نے اس کو سامنے (یعنی کھلم کھلا) دیکھا۔ اس معنی کی تائید قرآن مجید میں اسی مضمون پر دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے مثلاً وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً (۲ : ۵۵) (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ باور کریں گے (تمہارے کہنے سے) جب تک ہم خدا کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ اور فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً (۴ : ۱۵۳) سو یہ تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی فرمائش کر چکے ہیں (ان سے) یہ بولے تھے کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو۔

سو یہاں اس آیت میں بھی منکرین کا یہی مطالبہ تھا کہ خدا تعالیٰ اور فرشتے ہمارے سامنے کھلم کھلا آئیں اور ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

قِبَلًا بمعنی جماعت در جماعت بھی ہے۔ اس صورت میں یہ قَبِیْلَۃٌ کی جمع ہے۔

۱۷ : ۹۳ = زُخْرُفٍ۔ سونا۔ سنہری۔ ملمع۔ آراستہ۔ زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو بھی زخرف کہتے ہیں۔ قول کے لئے جب اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶ : ۱۱۲) ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں۔ آرائش اور زینت کے معنی میں حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا وَازَّیَّنَتْ (۱۰ : ۲۴) یہاں تک کہ جب زمین اپنی پوری آرائش اور زینت کو پہنچ چکی۔

= تَرْقٰی۔ مضارع واحد مذکر رَقِیَ یَرْقٰی (سَمِعَ) رُقِیٌّ مصدر۔ جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ تَرْقٰی تو چڑھ جائے۔ اسی سے تَرَقِّیْ وارْتِقَاء ہے اوپر چڑھنا۔ بلند ہونا ہے۔ مِرْقَاۃٌ سیڑھی، زینہ، چڑھائی۔ پاؤں رکھنے کا پتھر۔ رقی مادہ۔

= رُقِیِّکَ۔ تیرا چڑھنا۔ رُقِیٌّ مصدر۔

= تُنَزِّلَ عَلَیْنَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَزَّلَ یُنَزِّلُ تَنْزِیْلٌ (تفعیل) تو اتار لائے تو اتارے ہمارے لئے۔

= ھَلْ۔ استفہام انکاری ہے۔ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا نہیں ہوں میں مگر۔ بَشَرًا۔ کُنْتُ کی خبر ہے۔ اور رَسُوْلًا صفت بَشَرًا کی۔ میں بجز ایک بشر اور رسول کے اور کیا ہوں۔

۱۷: ۹۴ = وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْآ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰىٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْآ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ط

مَا مَنَعَ ۔ فعل ۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا فاعل ۔ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا صفت فاعل اَلنَّاسَ مفعول اوّل مَنَعَ اَنْ يُّؤْمِنُوْآ مفعول ثانی مَنَعَ ۔ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى ظرف مَنَعَ یا ظرف اَنْ يُّؤْمِنُوْآ۔

اور جب ان کے پاس ہدایت بصورت نبوّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن پہنچی تو لوگوں کو اس پر ایمان لانے میں کوئی امر مانع نہ ہوا سوائے اس بات کے کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۱۷: ۹۵ = مُطْمَئِنِّيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب وطن بنا لینے والے ۔ قیام کرنے والے۔ طَمْنٌ مادہ ۔ الطُّمَانِيْنَةُ وَالِاطْمِئْنَانُ (باب افعلال) خلجان کے بعد نفس کا سکون پذیر ہونا۔ اِطْمَأَنَّ يَطْمَئِنُّ اِطْمِئْنَانٌ ۔ سکون پذیر ہونا۔ قرار پکڑنا۔ اور اِطْمَأَنَّ بِالْمَكَانِ وَفِيْهِ ۔ مکان میں قیام کرنا۔ وہاں ٹھہرنا۔ اس کو اپنا وطن بنا لینا ۔ اَقَامَ وَاتَّخَذَهٗ وَطَنًا

یعنی اگر فرشتے زمین پر سکونت پذیر ہوتے اور انہوں نے اسی کو اپنا وطن بنایا ہوتا۔

= لَنَزَّلْنَا ۔ جواب لَوْ ۔ تو ہم ضرور اتارتے۔ لام تاکید کے لئے۔

۱۷: ۹۷ = اَلْمُهْتَدِ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهْتِدَاءٌ مصدر۔ (باب افتعال) هدى مادہ ۔ ہدایت یافتہ ۔ ہدایت پانیوالا ۔ اصل میں اَلْمُهْتَدِىْ تھا یاء کو ساقط کر دیا گیا ہے

= يُّضْلِلْ ۔ مضارع مجزوم ۔ واحد مذکر غائب ۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے مجزوم بوجہ عمل مَنْ ہے جو اسم جازم فعل ہے۔

(دوسرے اسماء جازمہ یہ ہیں مَنْ، مَا، مَهْمَا ۔ اَنْ ۔ اَيْنَمَا ۔ حَيْثُمَا ۔ اَيُّ ۔ اَيُّمَا اَنّٰى ۔ اَيَّانَ ۔ اَيَّانَمَا ۔ مَتٰى ۔ مَتٰى مَا ۔ اِذْمَا ۔ كَيْفَمَا)

= كُلَّمَا ۔ كُلّ اور مَا سے مرکب ہے اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے كُلَّ ہمیشہ منصوب آتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ (۴: ۵۶) كُلَّمَا خَبَتْ (آیۃ ہذا) بمعنی جب بھی۔

= خَبَتْ ۔ وہ بجھی ۔ ماضی واحد مؤنث غائب خَبَا يَخْبُوْ (نصر) خَبْوٌ مصدر۔ بجھنا ۔ ضمیر فاعل کا مرجع جہنم ہے۔

= زِدْنَاھُمْ ای زِدْنَا لھُمْ۔
= سَعِیْرًا ۔ السَّعْرُ سے ۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے بمعنی دھکتی ہوئی آگ ۔ آگ جس کو اچھی طرح بھڑکایا گیا ہو۔
زِدْنَاھُمْ سَعِیْرًا ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ زیادہ کی جائیگی ۔ یا ان کے لئے آگ کو مزید بھڑکایا جائے گا۔
١٧: ٩٨ = ذٰلِکَ ۔ اس کا مشارالیہ یا تو قول باری تعالیٰ کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاھُمْ سَعِیْرًا ہے یا وَنَحْشُرُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ ہے سے لے کر سَعِیْرًا تک جو منکرین کا حال بیان ہوا ہے
= رُفَاتًا ۔ بوسیدہ ۔ گلا ہوا ۔ چورا چورا ہوا ہوا ۔ (نیز ملاحظہ ہو ١٧: ٤٩)
= مَبْعُوْثُوْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر مرفوع ۔ قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانیوالے ۔ بَعْثٌ مصدر۔
١٧: ٩٩ = اَوَلَمْ یَرَوْا ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے بمعنی اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا ۔ او ۔ اَوَلَمْ یَعْلَمُوْا ۔ کیا وہ نہیں سوچتے ۔ کیا وہ نہیں جانتے ۔
= اَجَلًا ۔ وقت مقررہ ۔ مدت مقررہ ۔
= لَا رَیْبَ فِیْہِ ۔ یعنی اس وقت مقررہ کے آجانے (واقع ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے ۔
= اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ ۔ کہ ایسوں کو پھر پیدا کر دے ۔ کہ ان کی مثل نئی مخلوق پیدا فرمادے ۔
= کُفُوْرًا ۔ کَفَرَ یَکْفُرُ سے مصدر منصوب ۔ کفر کرنا ۔ نہ ماننا ۔ انکار کرنا ۔ یعنی ان ظالموں نے سوائے کفر کے اور ہر بات سے انکار کر دیا ۔ یعنی یہ اپنے کفر پر اڑے ہی رہے ۔
١٧: ١٠٠ = لَاَمْسَکْتُمْ ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے اَمْسَکْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ اِمْسَاکٌ سے تم ضرور روک رکھتے ۔
= خَشْیَةَ ۔ خوف ۔ ڈر ۔ منصوب بوجہ اَمْسَکْتُمْ کے مفعول لہٗ ہونے کے ہے ۔
= اِنْفَاقٌ بروزن اِفْعَالٌ ۔ مصدر ہے بمعنی خرچ کرنا ۔
= قَتُوْرًا ۔ صیغہ صفت مشبہ ، کنجوس طبیعت والا ۔ بخیل ۔ قَتْرٌ ۔ اِسْرَافٌ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (٢٥: ٦٧) اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخیلی سے کام لیتے ہیں ۔ اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان اعتدال میں رہتا ہے ۔
قَوَامًا بوجہ کَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہے ۔

صاحب بیان القرآن اس آیت کے سابقہ آیات سے ربط کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ :۔
اوپر کفار کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا اور آپ سے عداوت رکھنا مذکور ہوا ہے۔ آگے بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ اگر نبوت تمہارے اختیار میں ہوتی تو تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیتے مگر وہ فضل خاص خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہاری کراہت و عداوت مانع نہیں ہو سکتی۔ نیز ان کے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا جو کہا کرتے تھے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (۴۳ : ۳۱)
اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دو (مشہور) بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟
جس کا جواب اس جگہ ان لفظوں میں دیا گیا ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (۴۳ : ۳۲)
تو کیا آپ کے پروردگار کی رحمتِ خاصہ کو تقسیم یہ لوگ کرتے ہیں ؟

یا یہ کہ ان سے کہدو کہ میرے ذریعہ تو خداوندتعالیٰ کی رحمت کے خزانے یوں لٹائے جا رہے ہیں کہ ان کو لینے والے بہت کم ہیں۔ لیکن اگر یہی رحمت کے خزانے تمہیں دیئے جاتے تو تم اپنے بخل کی وجہ سے جو کفر کا لازمی نتیجہ ہے ان کو ضرور روک رکھتے۔ (ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر عبداللہ یوسف علی)

خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ ۔ لفظ عام ہے ہر قسم کے کمالات اور جملہ اقسام نعمت پر شامل ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ یہاں اشارہ نعمتِ نبوت کی جانب ہے۔

۱۷ : ۱۰۱ = تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۔ نو واضح نشانیاں۔

۱۔ عصا۔ وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (۲۷ : ۱۰)
اور تم اپنا عصا ڈال دو پھر جب اس نے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے سانپ (کرتا ہے) تو وہ پیٹھ پھیر کر پیچھے بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

۲۔ یدِ بیضاء۔ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ (۲۷ : ۱۲) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جا تو وہ بلا کسی عیب کے بالکل سفید ہو کر نکلے گا (یہ نو معجزات میں سے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم تک (تو لیجا تنگا)

۳۔ شق ہونا سمندر کا۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (۲ : ۵۰)
اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ پھر ہم نے تمہیں نجات دیدی اور فرعونیوں کو غرق کر دیا۔

۴۔ قحط سالی وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (۷ : ۱۳۰)
اور بیشک ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی سے۔

٥۔ طوفان ٦۔ ٹڈی ٧۔ جوئیں ٨ مینڈک ۔ اور
٩۔ خون۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ (٧: ١٣٣) اور بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (یہ) سب واضح نشانیاں تھیں۔

= اَظُنُّكَ۔ مضارع واحد متکلم كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
میں تجھ کو خیال کرتا ہوں۔ میں تجھ کو سمجھتا ہوں۔

= مَسْحُوْرًا۔ سحرزدہ۔ خبطی۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ یہاں بمعنی سَاحِرًا بھی ہو سکتا ہے میں تجھ کو جادوگر خیال کرتا ہوں (عصا۔ ید بیضاء کے معجزے دیکھنے کے بعد مناسبت جادوگر سے بھی ہو سکتی تھی)

١٧: ١٠٢ = هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ نو آیات بینات۔ یا ان میں سے بعض کی طرف اشارہ ہے۔

= بَصَآئِرَ۔ بَصِيْرَةٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ واضح نصیحتیں۔ بصیرت افروز نشانیاں۔ یہ هٰٓؤُلَآءِ سے حال ہے۔

= مَثْبُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر ثُبُوْرٌ مصدر۔ ملعون۔ خیر سے روکا گیا۔ ہلاک شدہ۔ اَلثُّبُوْرُ (باب نصر) کے معنی ہلاک ہونے یا زخم کے خراب ہونے کے ہیں۔ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اے فرعون میں تجھے ہلاکت زدہ سمجھتا ہوں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (٢٥: ١٣: ١٤) وہاں ہلاکت کو پکاریں گے آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو۔ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔

١٧: ١٠٣ = يَسْتَفِزَّهُمْ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ۔
استفزاز (استفعال) مصدر کہ ان کے قدم اکھاڑ دے۔ هُمْ ضمیر بنی اسرائیل کی طرف راجع ہے
استفزاز کسی کو ہلکا اور حقیر سمجھنا۔ ڈرانا۔ کسی کو اس کی جگہ سے اکھاڑ دینا۔ گھر سے باہر نکال دینا۔
یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ٧٦ مذکورہ بالا۔

١٧-١٠٤ = مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ یعنی غرقابی فرعون کے بعد

= اُسْكُنُوا الْاَرْضَ۔ یعنی اب تم فرعون کی غلامی سے آزاد ہو۔ جہاں چاہو رہو بسو۔ یا ال عہد کے لئے ہے۔ اور الارض سے مراد وہی وادیٔ سیناء ہے جس کا وعدہ ان سے کیا گیا تھا۔

= لَفِيْفًا۔ صفت مشبہ، آدمیوں کا وہ بڑا گروہ جس میں مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں طَعَامٌ لَفِيْفٌ دو یا زیادہ اقسام سے ملا ہوا کھانا۔ لَفَافَةٌ لپیٹ کا کپڑا۔ لَفَّ الثَّوْبَ اس نے کپڑا لپیٹ دیا۔ لَفٌّ والْفَافٌ (جمع) وہ باغ جن کے درخت گھنے ہوں اور درختوں کی شاخیں پیچ در پیچ باہم گتھی

ہوئی ہوں۔

قرآن مجید میں آیا ہے وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا۔ (۷۸ : ۱۶) اور گھنے گھنے گنجان اور باہم ملے ہوئے باغ ہیں۔ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا۔ ہم تم سب کو جمع کرکے لے آئیں گے۔ لَفِیْفًا ضمیر کُمْ سے حال ہے۔

= وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ۔ ای قیام الساعۃ۔ قیامت۔

۱۷ : ۱۰۵ = بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ قرآن کے لئے ہے۔ ای ما انزلنا القراٰن الا بالحق۔ ہم نے اس کلام یعنی قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے۔ اور یہ حق کے ساتھ ہی اترا ہے) یعنی یہ قرآن سراسر سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔

= مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔ کَ ضمیر سے حال ہیں۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں

۱۷ : ۱۰۶ = قُرْاٰنًا۔ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اٰتَیْنَا قُرْاٰنًا (ہم نے قرآن کو بھیجا)

= فَرَقْنٰہُ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ فَرَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے اسے الگ الگ حکم بیان کیا۔ الگ الگ کرکے بتایا۔ تھوڑا تھوڑا کرکے اس کو نازل کیا۔ یا اس میں حق و باطل کو الگ الگ کرکے بیان کیا۔ ای فرقنا فیہ بین الحق والباطل و بین الحلال والحرام

یہاں جار کو حذف کرکے مجرور کو بوجہ مفعول بہٖ کے منصوب کر دیا گیا۔

= لِتَقْرَاَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ تاکہ تو اسے پڑھے۔

= عَلٰی مُکْثٍ۔ ٹھہر ٹھہر کر اَلْمُکْثُ کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرے رہنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْا (۲۸ : ۲۹) اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہاں) ٹھہرو۔

مَکَثَ یَمْکُثُ۔ مَکُثَ یَمْکُثُ (نصر۔کرم) انتظار کرتے ہوئے توقف کرنا۔ یہاں مراد قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔

۱۷ : ۱۰۷ = یَخِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب خُرُوْرٌ مصدر۔ وہ گر پڑتے ہیں۔

= لِلْاَذْقَانِ۔ جمع اَذْقَانٌ۔ ذَقَنٌ واحد۔ ٹھوڑیاں۔ لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل۔

= سُجَّدًا۔ یَخِرُّوْنَ سے حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔

۱۷ : ۱۰۸ = اِنْ کَانَ۔ میں اِنْ مخففہ ہے اِنَّ سے۔

= لَمَفْعُوْلًا ہ لام تاکید کے لئے ہے۔ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ لام فارقہ ہے۔ بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

۱۷ : ۱۰۹ = یَبْکُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب یَخِرُّوْنَ سے حال ہے۔ روتے ہوئے۔

= یَزِیْدُھُمْ - یَزِیْدُ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل القرآن کی طرف راجع ہے۔
= خُشُوْعًا - مصدر منصوب خَشَعَ یَخْشَعُ سے فروتنی ۔ عاجزی - اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔
۱۷: ۱۱۰ = اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۔ اَیًّا مَّا - اَیًّا - جونسا - کونسا - کس کس - جس کیا کیا - یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی - اور صفت بھی واقع ہوتا ہے - لیکن یہاں شرطیہ استعمال ہوا ہے - مَا زائدہ تاکید کے لئے ہے اَیًّا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای بای اسم تدعوا تَدْعُوْا - تم بلاؤ - تم پکارو - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر دَعْوَۃٌ مصدر - لیکن آیہ ہذا میں الدعاء بمعنی التسمیۃ استعمال ہوا ہے النِّدَاء کے معنی میں نہیں - مطلب یہ ہے کہ اس ذات (حق تعالیٰ) کو اللہ کا نام دو یا الرَّحْمٰن کا۔

فَلَہٗ - میں ضمیر واحد مذکر غائب ان دو اسموں (اللّٰہ - الرَّحْمٰن) کی طرف راجع نہیں بلکہ ان دونوں اسموں کے مسمّٰی کی طرف راجع ہے - الفاء جواب شرط کے لئے ہے یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا (تم جو نام بھی اس کو دو) شرط - اور فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی - جواب شرط - یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فھو حسن (جو نام بھی اس کو وہی زیبا ہے) فھو حسن کی جگہ فلہ الاسماء الحسنٰی آیا ہے یعنی جس نام سے بھی اس کو پکارو اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔

= لَا تَجْھَرْ - فعل نہی واحد مذکر حاضر - تو آواز بلند نہ کر - اَلْجَھْرُ (باب فتح) کے اصل معنی کسی چیز کا حاسۂ سمع یا بصر میں افراط کے سبب پوری طرح نمایاں اور ظاہر ہونے کے ہیں - حاسۂ سمع کے ظاہر ہونے کے متعلق ارشاد ہے سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَھَرَ بِہٖ (۱۳: ۱۰) تم میں سے کوئی چپکے سے بات کہے یا بآواز بلند پکار کر (اس کے نزدیک) دونوں برابر ہیں - آیہ ہذا میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

وَلَا تَجْھَرْ - تو آواز بلند نہ کر - تو بلند آواز سے نہ پڑھ ای ولا تجھر بقراءۃ صلاتک۔

حاسۂ بصر یعنی نظروں کے سامنے کسی چیز کے ظاہر ہونے کے متعلق مستعمل ہے مثلاً لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً - (۲: ۵۵) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔

= لَا تُخَافِتْ فعل نہی واحد مذکر حاضر - مُخَافَتَۃٌ مصدر باب مفاعلہ - بمعنی آہستہ گفتگو کرنا وَلَا تُخَافِتْ بِقِرَاءَۃِ صَلَاتِکَ اور نہ نماز میں قرات کو بالکل چپکے چپکے ادا کر۔
= اِبْتَغِ - امر واحد مذکر حاضر - اِبْتِغَاءٌ مصدر تو تلاش کر - تو اختیار کر۔
۱۷: ۱۱۱ = مِنَ الذُّلِّ اس میں مِنْ تعلیلیہ ہے - یعنی بوجہ - بسبب - الذُّلِّ - عاجزی

کمزوری، تواضع۔ ذلّت۔ جب دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر عاجزی ہو تو اس کو ذُلّ کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۷: ۲۴) یعنی ان کے سامنے مقہور و مجبور ہو کر رہو۔

اور اگر بغیر کسی قہر و جبر کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلت حاصل ہو وہ ذِلّ کہلاتی ہے کہتے ہیں۔ ذَلَّتِ الدَّابَّةُ ذِلًّا۔ منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۸) سُوْرَۃُ الْکَھْفِ (۶۹)

۱:۱۸ = عَبْدِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عبد سے مراد ذات اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ضمیر واحد مذکر غائب ہٖ کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔

= الکتٰب ۔ ای القراٰن

= عِوَجًا ۔ العَوَجُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانا کے ہیں۔ اَلعَوَجُ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ سے بسہولت دیکھا جا سکے ۔ مثلاً لکڑی وغیرہ کا ٹیڑھا پن۔ اور العِوَجُ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جا سکے۔ مثلاً معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں۔ یا فہم وادراک میں کجی۔

اور جگہ قرآن کی تعریف میں ارشاد ہے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (۳۹ : ۲۸) یہ قرآن عربی جس میں کوئی عیب واختلاف (لفظی یا معنوی ناہمواری) نہیں ہے۔ عِوَجٌ ۔ اسم، پیچیدگی ۔ ٹیڑھا پن۔

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔ عِوَجًا کی تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی اس میں ذراسی بھی کجی نہیں ہے

۲:۱۸ = قَیِّمًا ۔ درست کرنیوالا۔ یعنی ایسی کتاب جو (نہ صرف بذاتہٖ ہر قسم کی کجی یا خامی سے مبرّا ہے بلکہ) دوسروں کی کجیوں اور خامیوں کی اصلاح کرتی ہے۔ ای ثابتًا ومقومًا لامور معاشہم ومعادھم یعنی خود کجی سے بالاتر اور دوسروں کے معاش ومعاد کو درست کرنے والی۔ حروف مادہ ق و م

= وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا قَیِّمًا ۔ صاحب کشاف نے واؤ کو حرف عطف اور ولم یجعل لہ کو انزل پر معطوف لیا ہے۔ ان کے نزدیک قیّما کو الکتٰب کا حال ماننے سے حال اور ذوالحال میں فاصلہ واقع ہوجاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قَیِّمًا کا نصب الکتٰب کا حال ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ فعل مضمر کی وجہ سے ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا جَعَلَہٗ قَیِّمًا ۔

لیکن بعض کے نزدیک وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا میں واؤ حالیہ ہے گویا وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا اور قَیِّمًا دونوں حال ہیں جب دونوں حال ہوئے تو حال اور ذوالحال میں فاصلہ نہ رہا۔

= لِيُنْذِرَ- لام تعلیل کے لئے ہے یُنْذِرَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام۔ اِنْذَارُ (اِفْعَالٌ) مصدر تاکہ وہ ڈرائے (ڈرانے کا فاعل کتاب ہے)

لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا - تقدیر کلام یوں ہے۔ لِيُنْذِرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَاْسًا شَدِيْدًا تاکہ وہ کافروں کو عذاب شدید سے ڈرائے۔ مفعول اول محذوف ہے۔

= مِنْ لَّدُنْهُ- اس کی طرف سے۔

= اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا - یہ بشارت کا بیان ہے۔ اور مراد اس اجر سے جنت ہے۔

۱۸ : ۳ = مَاكِثِيْنَ فِيْهِ - مَاكِثِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ مَكَثَ يَمْكُثُ (نصر) سے مَكْثٌ مادہ ومصدر۔ ٹھہرے رہنے والے۔ ہمیشہ رہنے والے

= فِيْهِ - ای فِي الْاَجْرِ - فِي الْجَنَّةِ (جائے) اجر میں۔ یعنی جنت میں۔

۱۸ : ۵ = كَبُرَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ھِیَ ضمیر مستتر ہے۔ اور كَلِمَةً اس کی تمیز ہے اور اس واسطے منصوب ہے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ - کتنی بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ یعنی ان کی زبانیں کیسے شدید گستاخانہ عقیدہ بیان کر رہی ہے (یہ اسلوب بیان اظہار تعجب کے لئے اختیار کیا گیا ہے)

= اِنْ يَّقُوْلُوْنَ میں اِنْ نافیہ ہے۔

۱۸ : ۶ = فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ - لَعَلَّ- حرف مشابہ بالفعل ہے۔ كَ اس کا اسم۔ شاید تو۔

لَعَلَّ - امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اِنَّ اَنَّ كَاَنَّ کی طرح ناصب اسم اور رافع خبر ہے۔ امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ (۲۶ : ۴۰) (اگر ہمارے جادوگر غالب آگئے تو ہمیں امید ہے کہ ہم ان ہی کی راہ پر رہیں گے۔

کبھی مخاطب کو امید دلانے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع مخاطب کی طرف ہوتا ہے مثلاً لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (۲۰ : ۴۴) پھر اس سے نرم گفتگو کرنا یہ امید رکھتے ہوئے کہ شاید وہ نصیحت مان جائے یا ڈر ہی جائے۔

کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے نہ مخاطب سے بلکہ تیسرے شخص سے ہوتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ہ یعنی آپ کی حالت کو دیکھ کر لوگ یہ امید یا اندیشہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی جان کھو دیں گے۔ اور جگہ اس کی مثال۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ م بَعْضَ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ (۱۱ : ۱۲) یعنی لوگ یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ وحی کا کوئی حصہ ترک کر دیں گے۔

ط بَاخِعٌ - اسم فاعل - واحد مذکر - بَخْعٌ مصدر باب فتح - اَلْبَخْعُ کے معنی غم سے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالنا کے ہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے ۔

اَلَا اَیُّھَا الْبَاخِعُ الْوَجْدِ نَفْسَہٗ ۔ اے غم کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے۔

عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ - اٰثَارٌ جمع اَثَرٌ واحد - اٰثَارِھِمْ مضاف مضاف الیہ - اَثَرٌ نشانی - علامت نشانِ قدم - جیسے فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا ط (۱۸:۶۴) پھر دونوں اپنے قدموں کے نشان پر الٹے چلے - یہاں عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ - کے معنی ہیں من بعد ھم ای من بعد تولیھم عن الایمان وتباعدھم منہ - یعنی ان کے ایمان سے اعراض کرنے پر اور اس سے بُعد پر۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ - لوگ امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے ایمان سے اعراض کے پیچھے غم سے اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے ۔

= اَلْحَدِیْثِ - ای القراٰن -

= اَسَفًا - مفعول لہٗ ہے بَاخِعٌ کا اَسَفٌ بمعنی افسوس کرنا، پچھتانا۔

اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ شرط - فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ جزاء

جزا لفظاً مقدم لائی گئی ہے لیکن معنیً مؤخر ہے - الفاء جواب شرط کا ہے ۔

۱۸ : ۷ لِنَبْلُوَھُمْ - میں لام تعلیل کا ہے - نَبْلُوَ - مضارع جمع متکلم - ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب - سُکَّانَ الْاَرْضِ - اہالیان ارض کے لئے ہے تاکہ ہم اہل زمین کو آزمائیں ۔

۱۸ : ۸ = صَعِیْدًا - زمین - خاک - صُعُوْدٌ مصدر جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں ۔

صَعِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= جُرُزًا - بنجر - چٹیل - جَرْزٌ سے جس کے معنی کاٹ دینے اور کھا کر صاف کر دینے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے - یعنی وہ زمین جس کے درخت اور گھاس چھانٹ دیئے گئے ہوں - چونکہ چٹیل میدان اور بنجر زمین درختوں اور گھاس سے خالی ہوتی ہے اس لئے جُرُزٌ کہلاتی ہے - یعنی ایک دن ہم اس سرسبز وشاداب زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے (یہ اپنی صنعتِ ایجاد کے بعد حکمت عدام کی طرف اشارہ ہے)

۱۸ : ۹ = اَمْ - اَمْ حرفِ عطف ہے اس کی دو قسمیں ہیں متصل ۔ منقطع ۔ متصل وہ ہے جس کے پہلے ہمزہ تسویہ (سَوَاءٌ کا ہمزہ) آئے جیسے سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (۲:۶) اس سے پہلے ہمزہ استفہام ایسا آئے جس کو اَمْ کے ساتھ ملانے سے تعیین وتخصیص مطلوب ہو مثلاً ۔ زَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو یا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ءٰٓالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ

(۱۴۳:۶) اس کو متصل اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہو
منقطعہ جو متصل کے خلاف ہو۔ جیسے اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَاءَ (۱۶:۱۳)۔ اَمْ منقطعہ کے وہ
جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوتے "اِضْرَابٌ" ہے (اِضْرَابٌ یعنی پہلی بات سے اعراض کرنا)
اَمْ۔ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً یا۔ خواہ۔ کیا۔ اور کبھی بمعنی بَلْ استعمال ہو
ہے۔ اور کبھی بَلْ اور ہمزہ استفہام کے لئے آتا ہے۔ جیسا جمہور کے قول کے مطابق آیہ ہذا میں
اس صورت میں اَمْ حَسِبْتَ ای بل أحسبت تو کیا توخیال کرتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے
اَمْ منقطعہ کی مستقل خصوصیت اضراب یعنی پہلی بات سے اعراض ہے۔

اوپر آیات ۷، ۸ میں زمین کو پیدا کرنے اور پھر روئے زمین پر زینت و آرائش کے مختلف سامانوں کے پید
کرنے اور پھر اس کائنات کی ساری رعنائیوں اور دلفریبیوں کو فنا کر کے بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں تبدیل
کرنے کا ذکر ہے اور آیۃ ۹ میں اصحاب کہف والرقیم کے قصہ کا ذکر ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جس ذات والاصفا
کے قبضۂ قدرت میں تخلیق ارض و سماوات بمعہ ان کے جملہ لوازمات ہے کیا اس کا اصحاب کہف کو کچھ مدت کے
لئے ان پر نیند طاری کر کے مرورِ وقت سے بیخبر رکھ کر دوبارہ اٹھا کر کھڑا کرنا تعجب کی بات ہے؟ ہرگز نہیں
بلکہ اس تخلیق کے مقابلہ میں یہ بات تو بالکل معمولی اور حقیر سی ہے۔

اَمْ۔ بعض دفعہ زائدہ بھی آتا ہے جیسے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَمْ اَنَا خَیْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) اس
عبارت کی تقدیر یوں ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَیْرٌ۔ (کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں بہتر ہوں)

لغتِ یمن میں اَمْ اَلْ کے بدل میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً لَیْسَ مِنْ امْبِرِّ امْصِیَامُ
فِیْ امْسَفَرِ۔ ای لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ (سفر میں روزہ رکھنا خاص نیکی نہیں)

= اَلْکَھْفِ۔ پہاڑ میں وسیع غار کو کہف کہتے ہیں۔ اس کی جمع کُھُوْفٌ ہے۔

= الرَّقِیْمِ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کے نزدیک اصحاب کہف کے کتے کو رقیم کہتے ہیں۔ جیسا کہ امیہ بن صلت کا قول ہے۔

۲۔ الرقیم۔ روم میں ایک قریہ کا نام ہے الضحاک۔

۳۔ یہ اس پہاڑی کا نام ہے جس میں الکہف ہے۔

۴۔ الرَّقِیْمُ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعولٌ ہے نوشتہ۔ تحریر۔ لکھی ہوئی عبارت۔ قرآن میں اور جگہ
آیا ہے کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ (۸۳: ۹، ۲۰) ایک لکھی ہوئی کتاب۔ لہٰذا الرقیم وہ لوح جس پر اصحاب
کہف کے نام۔ ان کا حسب و نسب۔ ان کا قصہ اور ان کے خروج کے اسباب تحریر ہیں اور جو ان کے
مدفن پر لگائی گئی ہے۔

بعض کے نزدیک اصحاب کہف اور اصحاب رقیم دو مختلف طائفہ ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ ایک ہی گروہ تھا۔ اور لفظ اصحاب کی اضافت دو اشیاء کی طرف کی گئی ہے کیونکہ قرآن میں صرف اصحاب کہف کا ہی تذکرہ ہے اصحاب الرقیم کا الگ کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

= عَجَبًا ۔ مصدر ہے بمعنی عَجِیْبٌ بطور صفت کے آیا ہے اور یہ عجیب سے زیادہ بلیغ ہے اس کا موصوف محذوف ہے۔ ای اٰیَۃً اَوْ شَیْئًا عَجَبًا ۔ تعجب خیز آیت یا شئے۔

اصحاب الکہف والرقیم۔ اسم کَانُوْا فعل ناقص۔ حَسِبْتَ عَجَبًا۔ کَانُوْا کی خبر۔ مِنْ اٰیٰتِنَا حال ہے ترجمہ یوں ہوگا۔ تو کیا تو خیال کرتا ہے کہ اصحاب الکہف والرقیم ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب خیز شے تھے۔

۱۸ : ۱۰ = اِذْ ۔ ای اذْکُرْ اِذْ ۔ یاد کر جب۔

= اَوٰی ۔ اُوِیٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اترا۔ وہ جا بیٹھا۔ اَلْمَاْوٰی ۔ کسی جگہ نزول کرنا یا پناہ حاصل کرنا۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱:۴۳) اس نے کہا کہ میں ابھی پہاڑ پر جا بیٹھوں گا۔ یا پہاڑ پر جا پناہ لوں گا۔

= اَلْفِتْیَۃُ ۔ فِتْیَۃٌ فَتًی ۔ کی جمع قلت ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے مراد اصحاب الکہف سے ہے۔ (جب ان جوانوں نے پناہ لی)

= مِنْ لَّدُنْکَ اپنی طرف سے۔

= ھَیِّئْ لَنَا ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ ھَیَّأَ یُھَیِّئُ تَھْیِئَۃٌ (باب تفعیل) کسی معاملہ کے لئے اسباب مہیا کرنا۔ ھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (آیہ ہذا) اور ہمارے کاموں میں درستی (کے سامان) مہیا کر۔ اور جگہ اس سورت میں آیا ہے۔ وَیُھَیِّئْ لَکُمْ مِّنْ اَمْرِکُمْ مِّرْفَقًا ۝ (۱۸:۱۶) اور تمہارے کاموں میں آسانی (کے سامان) مہیا کریگا۔

اَلْھَیْئَۃُ اصل میں کسی چیز کی حالت کو کہتے ہیں خواہ وہ محسوسہ ہو یا معقولہ، لیکن عام طور پر حالت محسوسہ یعنی شکل وصورت پر بولا جاتا ہے۔ عِلْمُ الْھَیْئَۃِ ۔ وہ علم جس میں اجرام سماویہ سے بحث ہو۔

= رَشَدًا ۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ راستی۔ بھلائی۔ نیکی۔ راہ یابی۔ راہِ راست پانا۔

۱۸ : ۱۱ = فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ ۔ اس میں مفعول محذوف ہے یعنی فَضَرَبْنَا حِجَابًا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ ۔ ہم نے ان کے کانوں پر پردہ ڈالے رکھا۔ یعنی ایسی گہری نیند طاری کر رکھی کہ وہ کوئی آواز سنتے ہی نہ تھے۔

= عَدَدًا۔ بمعنی مَعْدُوْدَۃً۔ مصدر بمعنی صفت آیا ہے اور سِنِیْنَ موصوف ہے ای سِنِیْنَ مَعْدُوْدَۃً۔ کچھ سال۔ گنتی کے کئی سال۔

۱۸: ۱۲ = بَعَثْنٰھُمْ۔ ہم نے ان کو اٹھا کھڑا کیا۔

= لِنَعْلَمَ۔ لام تعلیل کا ہے نَعْلَمَ مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام۔

= اَیُّ الْحِزْبَیْنِ۔ دونوں گروہوں میں سے کونسا گروہ۔ حِزْبَیْنِ تثنیہ حِزْبٌ واحد گروہ، جماعت۔ فرقہ۔ ان دو فرقوں سے کونسا فرقہ مراد ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ایک فرقہ اصحاب کہف کا دوسرا فرقہ اہل شہر کا جو اس زمانہ میں وہاں آباد تھے جب اصحاب کہف کو دوبارہ اٹھایا گیا تھا۔

۲۔ دونوں گروہ اہالیانِ شہر میں سے تھے۔ ایک مؤمنوں کا گروہ۔ دوسرا کافروں کا۔

۳۔ اس زمانہ کے مؤمنوں میں سے ہی دو گروہ تھے۔

۴۔ کافروں کے دو گروہ مراد ہیں۔ ایک گروہ یہود ایک گروہ نصاریٰ۔

۵۔ دونوں گروہ اصحاب کہف میں سے تھے۔ ایک گروہ جو کہتا تھا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ط (۱۸: ۱۹) اور دوسرا گروہ جو کہتا تھا کہ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (ایضاً)

= اَحْصٰی۔ خوب گننے والا۔ اِحْصَاءٌ (باب افعال) سے افعل التفضیل کا صیغہ۔ یا اَحْصٰی یُحْصِیْ اِحْصَاءٌ (افعالٌ) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے گنا۔ اس نے شمار کیا۔ حَصَاءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ عرب کنکریوں کو گنتی کے لئے استعمال کیا کرتے

= اَمَدًا۔ بلحاظ مدت کے۔ از روئے مدت۔ تمیز ہے اَحْصٰی کی۔ یا اَحْصٰی فعل ماضی کا مفعول ہے مدت۔

۱۸: ۱۳ = نَبَاَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خبر۔ ان کا قصہ۔

۱۸: ۱۴ = رَبَطْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے باندھا۔ ہم نے گرہ دی۔ رَبْطٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مضبوط باندھنا۔ رَبَطَ اللہُ عَلٰی قَلْبِہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا کیا وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ۔ اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت بخشی۔ اِرْتَبَطَ فَرَسًا۔ سرحد کی حفاظت کے لئے گھوڑا تیار کرنا۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا (۲۸: ۱۰) اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کئے رکھتے (تو عجب نہ تھا کہ وہ ہمارا سارا معاملہ ظاہر کر دیتیں)

= اِذْ قَامُوْا۔ یہ رَبَطْنَا سے متعلق ہے یعنی ہم نے ان کے دل (صبر و ثبات) سے مضبوط کر دیئے

جب وہ اٹھ کھڑے ہوتے (باطل کے مقابلہ میں یا جبار حاکم کے روبرو یا اپنی بُت پرست قوم کے سامنے) فَقَالُوْا۔ تو وہ بولے آپس میں۔ بادشاہ کے روبرو یا اپنی قوم سے) اِذْ تعلیل کے لئے ہے۔ یعنی چونکہ، جبکہ۔ جیسے وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۴۳: ۳۹) اب جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تم کو آج کے دن کوئی فائدہ نہیں۔

= لَنْ نَّدْعُوَا مضارع نفی تاکید بلن بوجہ عمل لَنْ مضارع منصوب ہوا اور نون اعرابی گر گیا۔

ہم ہرگز نہیں پکاریں گے، ہم ہرگز عبادت نہیں کریں گے۔ دُعَاءٌ۔ دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر)

= لَقَدْ قُلْنَا۔ ای لئن سمینا ھم الٰھۃ لقد قلنا اذًا شططا۔ یعنی اگر ہم نے رب السمٰوٰت والارض کے علاوہ کسی دوسرے کو الٰہ یا معبود قرار دیا تو ہم نے حق سے دُور کی بات کہی۔

= شَطَطًا۔ ای قَوْلًا شَطَطًا۔ ای قولًا ذا شطط۔ حق سے دور کی بات۔

شَطَطٌ کے معنی حد سے زیادہ تجاوز کرنے کے ہیں (باب نصر، ضرب) چونکہ حد سے بڑھنا جور و ستم ہوتا ہے اس لئے ان معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ شَطُّ النَّھْرِ۔ دریا کا کنارہ جہاں سے پانی دور ہو۔

اور جگہ قرآن میں ہے وَاَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ سَفِیْھُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا (۷۲: ۴) اور ہم میں سے جو احمق ہوتے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں (حق سے دور کی) باتیں کہتے ہیں۔ یا فَاحْکُمْ بَیْنَنَا وَلَا تُشْطِطْ (۳۸: ۲۲) سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے

۱۸: ۱۵ = ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا۔ ھٰٓؤُلَآءِ مبتدا۔ قَوْمُنَا عطف بیان اتَّخَذُوْا خبر۔

= عَلَیْھِمْ۔ ای علی عبادتھم (ان کی عبادت کے متعلق) مضاف کو حذف کر دیا گیا۔ اوعلی الوھیتھم ان کی الوہیت پر۔

= سُلْطٰنٌ۔ بَیِّنٌ۔ کھلی دلیل۔

= فَمَنْ۔ میں مَنْ استفہامیہ ہے کون۔ کس نے۔ مثلاً قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶: ۵۲) کہیں گے ہائے ہماری کم بختی کس نے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے اٹھایا؟

۱۸: ۱۶ = اِعْتَزَلْتُمُوْھُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کا ہے اِعْتِزَالٌ مصدر۔ تم نے ان سے کنارہ کر لیا۔ (اور جب) تم نے (ان مشرکوں سے اور جن کی یہ خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں) ان سے کنارہ کر لیا۔ قرآن مجید میں ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ۔ (۲: ۲۲۲) عورتوں سے کنارہ کش رہو اسی سے ہے مُعْتَزِلَۃٌ عقل پرست فرقہ جو اہل سنت سے الگ ہو گیا تھا۔

خواجہ حسن بصریؒ ایک دن کسی مسئلہ پر دلائل دے رہے تھے کہ ان کا ایک شاگرد واصل بن عطاء

اختلاف رائے کی بنا پر الگ ہوکر ایک گروہ سے اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے لگا. خواجہ حسن بصری نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا. وہ ہم سے کنارہ کش ہوگیا۔ اسی بناء پر واصل بن عطار کے پیرو کار معتزلہ مشہور ہوگئے۔

= وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ. سے اخیر آیہ ہذا تک کلام ان توحید پرست نوجوانوں کا آپس میں بطور مشورہ کے ہے

= وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ. میں مَا موصولہ ہے۔ ای واذ اعتزلتموهم واعتزلتم الذین یعبدونہم اور اِلَّا اللّٰهَ استثناء متصل ہے۔ بنابریں کہ وہ ان نوجوانوں کی قوم، اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور بتوں کی بھی۔

یا وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ جملہ معترضہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ معترضہ اللہ کی جانب سے ہے کہ یہ نوجوان سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اس صورت میں مَا نافیہ ہوگا۔

= فَاْوٗا۔ تم جا بیٹھو۔ تم فروکش ہوجاؤ۔ اِيْوَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اٰوٰى. يُؤْوِيْ.

= يَنْشُرْ. مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جوابِ امر۔ اَلنَّشْرُ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے صحیفے کے پھیلانے، بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کو مشہور کر دینے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (٨١ : ١٠) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔ اور وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (٤٢ : ٢٨) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت عام کردے گا۔

= يُهَيِّئْ. مضارع مجزوم واحد مذکر غائب تَهْيِئَةٌ وتَهْيِيْءٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ فراہم کر دیگا وہ تیار کر دیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ١٨ : ١٠)

= مِرْفَقًا۔ رَفَقَ يَرْفُقُ (نصر) رَفُقَ يَرْفُقُ (کرم)، ورَفِقَ يَرْفَقُ (سمع) رِفْقًا. مَرْفِقًا ومِرْفَقًا۔ بِهٖ۔ لَهٗ۔ عَلَيْهِ۔ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا۔ یہاں اس کا معنی ہے مَا يَرْتَفِقُ اي يُنْتَفَعُ بِهٖ۔ جس سے فائدہ اور نفع حاصل کیا جائے۔ فائدے اور نفع کا سامان۔

یہاں مِرْفَقًا مفعول ہے يُهَيِّئْ کا۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ اور مہیا کر دیگا تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی۔

١٨ : ١٧ = تَزٰوَرُ. مضارع واحد مؤنث غائب اَلزَّوْرُ کے معنی ملاقات کرنا۔ زیارت کرنا باب تفاعل سے باہم ایک دوسرے کی زیارت کرنا۔

اَلزَّوَرُ کے معنی سینے کے ایک طرف جھکا ہونے کے بھی ہیں۔ اسی لئے جس کے سینے میں ٹیڑھا

پن ہوا ہے اَلْاِزْوِرَارُ کہتے ہیں جب تَزَاوَرُ کے صلہ میں عَنْ آئے تو رُخ بچانے، سینہ موڑنے، بچ کر نکلنے اور کترانے کے معنی ہوتے ہیں لہٰذا تَزَاوَرَ عَنْہُ اس نے اس سے پہلوتہی کی۔ اس سے ایک جانب ہٹ گیا۔ یہاں اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں۔ تَزَاوَرُ اصل میں تَتَزَاوَرُ تھا تخفیف کے لئے ایک ت کو حذف کیا گیا۔

تَزَاوَرُ عَنْ کَہْفِہِمْ کے معنی ہیں کہ سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے

= تَقْرِضُہُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان سے کترا جاتی ہے قَرْضٌ کے معنی کترنا اور قطع کرنے کے ہیں۔ اس سے مقراض بمعنی قینچی قَرْضَۃٌ ومقروض ہیں = فَجْوَۃٍ۔ اَلْفَجْوَۃُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔ کھلی جگہ، وسیع میدان

= مِنْہُ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کہف کے لئے ہے۔

۱۸:۱۸ = تَحْسَبُہُمْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو خیال کرتا ہے یا کرے گا۔ اس سے قبل لَوْرَأَیْتَہُمْ محذوف ہے تقدیر کلام ہے وَلَوْ رَأَیْتَہُمْ تَحْسَبُہُمْ اَیْقَاظًا اور اگر تو ان کو دیکھے تو تُو ان کو بیدار خیال کرے گا۔

= اَیْقَاظًا۔ یَقِظٌ کی جمع جیسے نَکِدٌ۔ درشت خو، کم داد و دہش والا کی جمع اَنْکَادٌ ہے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَیْقَاظًا بمعنی جاگنے والے۔

= رُقُوْدٌ۔ رَاقِدٌ کی جمع۔ سوئے ہوئے، سونے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر مَرْقَدٌ (ظرف مکان) خواب گاہ۔

= نُقَلِّبُہُمْ۔ ہم ان کو کروٹ دیتے ہیں۔ ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تَقْلِیْبٌ مصدر۔

= ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ۔ دائیں جانب۔ بائیں جانب۔

= بَاسِطٌ۔ دراز کرنیوالا۔ کھولنے والا۔ پھیلانے والا۔ بَسْطٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= ذِرَاعَیْہِ۔ اس نے دونوں ہاتھ۔ اس کے دونوں بازو، ذِرَاعَیْ۔ ذِرَاعٌ کا تثنیہ ہے۔ مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ کا حذف ہوگیا ہے ذِرَاعَیْ منصوب بوجہ بَاسِطٌ کے مفعول ہونے کے ہے بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ اپنے دونوں بازو پھیلانے والا (اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے)

= اَلْوَصِیْدِ۔ اسم۔ گھر کی دہلیز۔ گھر کا صحن۔ یہاں مراد غار کی دہلیز یا غار کا صحن ہے۔ اَلْوَصِیْدُ اصل میں اس احاطہ کو کہتے ہیں جو مویشیوں کے لئے پہاڑیں بنایا جائے۔ اسی سے ہے اَوْصَدْتُ الْبَابَ

میں نے دروازہ کو بند کردیا۔ اور قرآن مجید میں آیا ہے عَلَیۡھِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَۃٌ ان پر بند کی گئی آگ محیط ہوگی

= لَوِاطَّلَعۡتَ عَلَیۡہِمۡ۔ لَوۡ حرف شرط۔ اِطَّلَعۡتَ ماضی واحد مذکر حاضر (باب افتعال) تو نے جھانک کر دیکھا۔ اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے۔ اِطَّلَعَ عَلٰی۔ ای الوقوف علی الشیٔ بالمعاینۃ۔ کسی شے کو سامنے کھڑا ہو کر اوپر سے نیچے کی طرف اس پر جھانکنا یا دیکھنا۔

= لَوَلَّیۡتَ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ وَلَّیۡتَ۔ تَوۡلِیَۃٌ سے تو منہ پھیر لیتا۔

= فِرَارًا۔ مصدر حالت نصب۔ ڈر کر بھاگنا۔ لَوَلَّیۡتَ مِنۡھُمۡ فِرَارًا۔ تو تُو منہ پھیر کر خوف کے مارے ان سے بھاگ جاتا۔

= مُلِئۡتَ ماضی مجہول، واحد مذکر غائب۔ تو بھر گیا۔ تو بھر جاتا۔ مَلۡاٌ۔ مَلَاءَۃٌ۔ مِلَاءَۃٌ مصدر بھرنا۔ مَالِئٌ بھرنے والا۔ مَمۡلُوۡءٌ بھرا ہوا۔ مَلَاٌ۔ صاحب الرائے۔ گروہ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے۔

۱۸:۱۹ = وَکَذٰلِکَ بَعَثۡنٰھُمۡ۔ یعنی کما انمناھم فی الکھف وحفظنا ھم من البلاء علی طول الزمان بعثنا ھم من النومۃ التی تشبہ الموت۔ یعنی جس طرح ہم نے ان کو غار (کہف) میں سُلا دیا تھا اور طویل مدت تک ان کی ہر بلا سے حفاظت کر رکھی تھی اسی طرح ہم نے ان کو اس نیند سے جو مشابہ موت کے تھی پھر اٹھا کھڑا کیا۔

= لَبِثۡتُمۡ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم رہے (باب سمع) فَلَبِثَ فِیۡھِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ (۲۹:۱۴) تو وہ ان میں ہزار برس رہے۔

= اِبۡعَثُوۡا۔ بَعۡثٌ سے۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بھیجو۔

= وَرِقِکُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا ورق۔ بمعنی چاندی کا سکہ

= فَلۡیَنۡظُرۡ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پس چاہیئے کہ وہ دیکھے (یعنی وہ آدمی جس کو بھیجا جائے۔ وہ دیکھے)

= اَیُّھَا۔ ای اَیُّ اَھۡلِھَا۔ اس کے (یعنی شہر کے) اہالیان میں سے کونسا۔

= اَزۡکٰی طَعَامًا۔ اَزۡکٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ای اَطۡیَبُ۔ زیادہ پاک و ستھرا و پاکیزہ، اَیُّھَا اَزۡکٰی طَعَامًا۔ کہ اہل شہر میں سے کون زیادہ پاکیزہ و ستھرا کھانا مہیا کرتا ہے۔

= وَلۡیَتَلَطَّفۡ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفعّل) تَلَطُّفٌ سے۔ اسے چاہیئے کہ خوش خلقی اور حسنِ تدبیر سے کام لے۔ اس کا عطف فَلۡیَنۡظُرۡ پر ہے۔

= لَا یُشۡعِرَنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔ اِشۡعَارٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ اس کا

عطف بھی فَلْيَنْظُرْ پر ہے۔ اور وہ (کسی کو تمہاری) خبر نہ ہونے دے۔

۱۸:۲۰ = اِنَّهُمْ ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب اہل شہر کے لئے ہے۔

= اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ ۔ اگر وہ تمہاری خبر پالیں گے۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے۔

ظَهَرَ بالمقابل بَطَنَ کے ہو تو بمعنی ظاہر ہونا۔ نمایاں ہونا جیسے مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ (۶:۱۵۱) ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ ظَهَرَ بمعنی زیادہ ہونا اور پھیل جانا کے بھی آیا ہے۔ مثلاً ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (۳۰:۴۱) خشکی اور تری میں (لوگوں کے اعمال کے سبب) فساد پھیل گیا۔

ظَهَرَ جب بصلہ عَلٰی آئے تو بمعنی غلبہ پانا کے ہوتا ہے۔ جیسے آیۃ ہذا میں۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے

= يَرْجُمُوْكُمْ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب شرط كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو سنگسار کر دیں گے وہ تم کو پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔

= يُعِيْدُوْكُمْ ۔ اِعَادَةٌ مصدر۔ وہ دوبارہ تم کو (اپنے طریقہ میں) لوٹا دیں گے۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔

= لَنْ تُفْلِحُوْا ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی۔ بوجہ عمل لَنْ گر گیا۔ تم فلاح نہیں پاؤ گے۔

۱۸:۲۱ = وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ ۔ اَعْثَرَ يُعْثِرُ اِعْثَارٌ (باب افعال) ہم نے مطلع کر دیا اَعْثَرَهٗ عَلٰی كَذَا ۔ اس نے فلاں کو اس چیز سے باخبر کر دیا۔ وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے (لوگوں کے قصد کئے بغیر ہی) باخبر کر دیا۔ عَثَرَ يَعْثُرُ (نصر) کے معنی پھسل جانے اور گر پڑنے کے ہیں مجازاً عَثَرَ عَلٰی كَذَا کے معنی کسی بات پر بغیر قصد کے مطلع ہو جانا بھی آتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے فَاِنْ عُثِرَ عَلٰی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا (۵:۱۰۷) پھر اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

كَذٰلِكَ کا اشارہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص کا کھانا لانے کے لئے جانا ہے پرانا سکہ کھانا خریدنے کے لئے پیش کرنا۔ اس کا پرانا اپنے زمانہ کا لباس اس کی سج دھج اس کی زبان وغیرہ تھے۔ جس سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو پھر اپنی کہانی بتانا پڑی۔

= وَعْدَ اللّٰهِ ۔ اللہ کا وعدہ۔ یعنی وعدۂ حشر و نشر۔

= يَتَنَازَعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَنَازُعٌ (تفاعل) سے۔ تنازعہ کر رہے تھے۔ باہم جھگڑ رہے تھے۔ باہم اختلاف کر رہے تھے۔

= اَمْرَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا معاملہ، ان کا کام، ان کا حکم۔ ضمیر هُمْ کا مرجع اصحاب کہف ہیں

اَمْرَھُمْ۔ منصوب بوجہ یَتَنَازَعُوْنَ کے مفعول ہونے کے۔ ھُمْ کا مرجع جھگڑا کرنے والے لوگ بھی ہو سکتے ہیں یعنی جب وہ اپنی بات پر جھگڑ رہے تھے۔

یہ امر کیا تھا جس پر وہ تنازعہ کر رہے تھے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ تنازعہ عمارت بنانے کے متعلق تھا۔ مومن اس جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور کافر کوئی دوسری عمارت کھڑی کرنا چاہتے تھے۔

۲۔ عکرمہ کے نزدیک یہ اختلاف حشر اور بعث بعد الموت کے متعلق تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ یہ بعث روحانی اور جسمانی دونوں طور پر ہوگا۔ جب کہ دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ بعث صرف روحانی ہوگا۔

۳۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نزاع اصحاب کہف کی تعداد یا غار میں سوتے رہنے کے متعلق تھا۔

= فَقَالُوْا۔ ای قالوا حین توفی اللہ اصحاب الکھف یعنی جب اصحاب کہف بیدار ہونے کے بعد دوبارہ طبعی موت مر گئے۔ تو لوگوں نے کہا۔

= اُبْنُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر بِنَاءٌ۔ مصدر۔ تم بناؤ۔

= رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ۔ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے۔ یا تو متنازعین کا کلام ہے کہ جب وہ اصحاب کہف کی مدتِ نوم۔ تعداد افراد۔ ان کے انساب و احوال وغیرہ کے متعلق کسی متفقہ نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو کہنے لگے کہ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے ھُمْ۔ ھِمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف ہیں۔

یا یہ کلام باری تعالیٰ ہے۔ اور یہ ان متنازعین کے فضول بحث و تمحیص کے رد میں ارشاد فرمایا کہ ان کی یہ قیل و قال بے فائدہ ہے صحیح حقیقت حال کو ان (اصحاب کہف) کا رب ہی بہتر جانتا ہے۔

= اَلَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِھِمْ۔ وہ لوگ جو اپنی بات پر غالب تھے یا اپنے کام پر غالب تھے۔ یعنی حکام وقت، رؤسائے شہر۔

= عَلَیْھِمْ سے مراد غار کے اوپر۔ غار کے دہانہ پر۔ ای علیٰ باب الکھف۔

= لَنَتَّخِذَنَّ۔ لام تاکید۔ نَتَّخِذَنَّ۔ مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے ہم ضرور بنائیں گے۔ ہم ضرور تعمیر کریں گے۔

۱۸: ۲۲ = سَیَقُوْلُوْنَ ابھی (کچھ لوگ) کہیں گے۔ ان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اصحاب کہف کا قصہ چھیڑا تھا۔

= رَجْمًا بِالْغَیْبِ۔ اٹکل پچو۔ غیب کے متعلق محض قیاس آرائی۔ رَجْمًا منصوب بوجہ مصدر کے ہے ای یرجمون رجمًا بالخبر الغائب عنھم۔ اَلرَّجْمُ کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں لیکن استعارہ کے طور پر رجم کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم۔ سب و شتم۔ اور کسی کو دھتکارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

= عِدَّتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی تعداد
= لَا تُمَارِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو جھگڑا نہ کر۔ تو بحث نہ کر۔ مُمَارَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے جس کا معنی کسی ایسی بات پر جھگڑا کرنا اور گفتگو کرنے کے ہیں کہ جس میں شبہ اور تردد ہو۔ مَرْیٌ مادہ
= مِرَاءً۔ مصدر۔ گفتگو جو کسی مشکوک امر کے متعلق ہو۔ مِرَاءً ظَاهِرًا سرسری سی گفتگو۔
= لَا تَسْتَفْتِ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو سوال نہ کر۔ تو دریافت نہ کر۔ تو نہ پوچھ۔ تو تحقیق نہ کر۔ اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) مصدر سے جس کے معنی ہیں فتویٰ طلب کرنا۔ اَفْتَاهُ (افعال) فتویٰ دینا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ (۴: ۱۲۷) لوگ تجھ سے (یتیم) عورتوں کے بارہ میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ فتی مادہ۔
وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا۔ اور نہ پوچھو ان (اصحاب کہف) کے متعلق ان میں سے (جو آپ سے اصحاب کہف کے بارہ میں پوچھ رہے ہیں) کسی سے
۱۸: ۲۳ = غَدًا۔ کل آئندہ۔ فردا۔ مستقبل کا کوئی زمانہ۔
۱۸-۲۴ = اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ میں اِلَّا حرف استثناء ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ اِلَّا اَنْ تَقُوْلَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ الا۔ تو یہ بھی کہے کہ اگر اللہ نے چاہا۔
= نَسِيْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ نِسْيَانٌ مصدر۔ تو بھول جاوے (یعنی انشاء اللہ کہنا بھول جاوے۔ یا اللہ کا نام لینا بھول جاوے)
= عَسٰى اَنْ يَّهْدِيَنِ عَسٰى افعال مقارب میں سے ہے۔ عنقریب ہے، ممکن ہے، توقع ہے۔ اَنْ حرف ناصب فعل مستقبل يَهْدِيَنِ مضارع منصوب۔ بوجہ عمل اَنْ۔ هِدَايَةٌ سے۔ نْ وقایہ اور یْ متکلم محذوف کہ وہ مجھے ہدایت کردے میری رہنمائی کردے
= لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا۔ اس سے بھی قریب تر۔ اَقْرَبُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے هٰذَا کا اشارہ اصحاب کہف کے قصہ کی طرف ہے یا اس کا اس بات کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق انشاء اللہ کہنا بھول جائے۔
= رَشَدًا۔ باعتبار رشد و ہدایت کے۔
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا اگر تم زبان سے (انشاء اللہ کہنا) بھول جاؤ یا تم بھولے سے ایسی بات زبان سے نکالو یعنی بغیر انشاء اللہ کہے ۲ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا کہہ دو تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو (یعنی انشاء اللہ کہو اور لفظ یہ بھی) کہو کہ امید ہے کہ میرا رب میری رہنمائی فرمائیگا ایسی بات کی طرف جو اس موجودہ معاملہ میں رشد سے

قریب تر ہو۔

اس صورت میں آیات ۲۳ اور ۲۴ بطور جملہ معترضہ ہیں اور اصحاب کہف کا ذکر آیت ۲۴ سے آگے ۲۵ میں جاری ہے۔ (تفہیم القرآن)

صاحب بیان القرآن رقمطراز ہیں:۔

اور جب آپ (اتفاقاً ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا) بھول جاویں اور پھر کبھی یاد آوے تو اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر) اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے (یعنی جب یاد آوے کہہ لیا کیجئے اور یہ حکم افادہ برکت کے اعتبار سے ہے جو کہ وعدوں میں مقصود ہے تعلیق وابطالِ اثر کے لحاظ سے نہیں ہے جو کہ طلاق وعتاق ویمین وغیرہ میں مقصود ہے، پس اس میں متصل کہنا ابطال اثر میں مفید ہو گا اور منفصل کہنا مفید نہ ہو گا) اور (ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ (تم نے جو امتحانِ نبوت کے لئے اصحابِ کہف کا قصہ مجھ سے پوچھا تھا جس کا جواب دینا میری نبوت کے دلائل میں سے ہے سو یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے نزدیک اس سوال کا جواب دینا اعظم الدلائل اور سرمایہ نازو افتخار ہے جیسا کہ تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے اور اس کے جواب کو اعظم الدلائل سمجھتے ہو سو چونکہ یہ قصہ اعجب الآیات نہیں جیسا کہ تمہید قصہ میں بھی فرمایا گیا ہے اَمۡ حَسِبۡتَ ...... الخ (آیت ۹) اس لئے میرے نزدیک دلالۃ علی النبوۃ میں سب سے اعظم و اقرب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق و متیقن ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے بعض دلائل تو وقتاً فوقتاً تمہارے روبرو پیش کر چکا ہوں مثل اعجاز قرآن وغیرہ کے جو یقیناً اس سوال کے جواب سے دلالت علی المدعا میں فائق تر ہے کہ کوئی شخص کسی طریق سے اس پر قادر نہیں۔ بخلاف جواب وسوال کے کہ گو میرے اعتبار سے وہ معجزہ ہے لیکن عالم بالنقل بھی ایسے سوالات کا جواب دے سکتا ہے اور بعضے ایسے دلائل کی نسبت، مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوۃ) کی دلیل بننے کے اعتبار سے اس (قصہ) سے بھی نزدیک تر بات تبلا دے (چنانچہ اصحاب کہف سے بھی زیادہ جن کا زمانہ قدیم تھا۔ اور جن کے اخبار کا پتہ نہ چل سکتا تھا وہ وحی سے تبلائے گئے کہ وہ یقیناً اس قصہ کے جواب سے اخبار عن الغیب میں زیادہ عجیب وغریب ہیں۔

۱۸:۲۶ — اَبۡصِرۡ بِهٖ وَاَسۡمِعۡ ۔ (اَسۡمِعۡ کے بعد بِهٖ محذوف ہے) ہر دو افعال تعجب ہیں۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں مَا اَفۡعَلَهٗ وَاَفۡعِلۡ بِهٖ جیسے مَا اَحۡسَنَ زَيۡدًا زید کیا ہی اچھا ہے اور اَحۡسِنۡ بِزَيۡدٍ زید کیا ہی اچھا ہے۔

اَبۡصِرۡ بِهٖ وہ (یعنی اللہ) کیا ہی خوب دیکھنے والا ہے اور اَسۡمِعۡ بِهٖ وہ کیا ہی خوب سننے والا ہے — لَهُمۡ ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب اَهۡلُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کے لئے ہے۔

= وَلِيٍّ ۔ کارساز۔ ناصر، حامی۔ مددگار

= لَا یُشْرِكُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ کسی کو شریک نہیں کرتا۔
۱۸ : ۲۷ = اُتْلُ ۔ تِلَاوَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔
= اُوْحِيَ ۔ ماضی مجہول۔ وحی کی گئی۔ حکم بھیجا گیا۔ صیغہ واحد مذکر غائب
= مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ای من القران
= مُبَدِّلَ ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ تَبْدِيْلٌ مصدر۔ بدلنے والا۔ منصوب بوجہ عمل لَا کے ہے
= مُلْتَحَدًا ۔ اسم ظرف۔ بروزن اسم مفعول اِلْتِحَادٌ (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا باب افتعال سے مصدر میمی ہے۔ بمعنی پناہ۔

اَللَّحْدُ ۔ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں کہ جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ اَلْحَدَ اِلٰی۔ کسی کی طرف مائل ہونا۔ کسی کی طرف نسبت کرنا۔ جیسے لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ (۱۶ : ۱۰۳) اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں (عجمی ہے) اَلْحَدَ عَنْ۔ پھرنا۔ مثلاً اَلْحَدَ عَنِ الدِّیْنِ وہ دین سے پھر گیا۔ اسی سے مُلْحِدٌ جو دین سے پھر گیا ہو۔ اور اِلْحَادٌ (باب افعال) دین سے پھر جانا ہے۔

۱۸ : ۲۸ = اِصْبِرْ نَفْسَكَ ۔ اِحْبِسْهَا ۔ تو اس کو روک۔ یعنی تو اپنے نفس کو روک۔ استقلال سے رہ۔ صَبْرٌ سے حبس کے معنی نفس کو عقل و شرع کے مطابق روکے رکھنے کے ہیں۔
= لَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ پھیر۔ عَدْوٌ (باب نصر) سے جس کے معنی پھرنے، دوڑنے، کسی چیز سے تجاوز کرنے اور گزرنے کے ہیں۔

اَلْعَدْوُ کے معنی حد سے بڑھنے اور باہم ہم آہنگی نہ ہونے کے ہیں اگر اس کا تعلق دل کی کیفیت سے ہو تو عداوت کہلاتی ہے۔ رفتار سے تعلق ہو تو عَدْوٌ کہا جاتا ہے۔ عدل و انصاف میں خلل اندازی کی صورت میں عُدْوَانٌ وعَدْوٌ کہا جاتا ہے۔ مُعَادَاةٌ سے اشتقاق کے ساتھ رَجُلٌ عَدُوٌّ ۔ و قَوْمٌ عَدُوٌّ ۔ بمعنی دشمن۔

= تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ الحیوٰۃ الدنیا موصوف صفت دونوں مل کر مضاف الیہ زینۃ مضاف۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ تُرِيْدُ فعل بافاعل یہ سارا جملہ ضمیر لَا تَعْدُ سے حال ہے۔ دنیوی زندگی کی رونق کا خیال کرتے ہوئے۔
= لَا تُطِعْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر، تو کہا نہ مان۔ تو اطاعت نہ کر۔
= اَمْرُهٗ ۔ مضاف مضاف الیہ اس کا معاملہ
= فُرُطًا ۔ حد سے بڑھا ہوا۔ فَرَطَ يَفْرُطُ (نصر) آگے بڑھنا۔ مقدم ہونا۔ اِفْرَاطٌ (افعال)

حد سے بڑھ جانا تَفْرِیْطٌ (تفعیل) ضائع کرنا۔ کوتاہی کرنا۔ فُرُطًا افراط و تفریط میں حد سے بڑھا ہوا

۱۸ : ۲۹ = قُلْ۔ تو کہہ۔ یعنی ان لوگوں سے کہہ دے جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

= اَلْحَقُّ خبر۔ جس کا مبتدا۔ ھٰذَا الَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیَّ (یہ کلام جو میری طرف وحی کیا گیا ہے) محذوف ہے۔ مِنْ رَّبِّکُمْ حال مؤکدہ ہے۔

= اَحَاطَ بِھِمْ۔ اس نے ان کو (یعنی ظالمین کو) گھیر رکھا ہوگا۔ (ماضی بمعنی مضارع مستقبل)

= سُرَادِقُھَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب نَارًا کے لئے ہے۔ سُرَادِقٌ فارسی سے معرّب ہے اس کا اصل سَرَادَرْ یعنی دہلیز تھی یا بقول ایک اور عالم کے سُرَادِقٌ فارسی لفظ سراپردہ سے ہے جس کے معنی ہیں گھر کے آگے پڑا ہوا پردہ۔ سُرَادِقٌ کی جمع سُرَادِقَاتٌ ہے سُرادق ہر وہ چیز جو کسی کو اپنے گھیرے میں لے لے۔ جیسے دیوار، خیمہ وغیرہ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کہ اس سے مراد آگ کی چار دیواریں ہیں۔ س ر دق حروف مادہ۔ نیز بمعنی شعلہ۔ دھواں

= یَسْتَغِیْثُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ شرطیہ۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ استغاثۃ (باب استفعال) سے مصدر۔ (اگر) وہ پانی مانگیں گے غَیْثٌ جس کے معنی بارش کے ہیں۔ یہ اجوف یائی ہے۔ اس کے متشابہ غَوْثٌ اجوف واوی ہے۔ اَغَاثَ یُغِیْثُ (باب افعال) اس نے مدد کی۔ باب استفعال میں پہنچ کر غیث اور غوث دونوں کی شکل ظاہری ایک طرح کی ہو جاتی ہے۔

استغاث یستغیث اجوف یائی کی صورت میں اس کے معنی پانی مانگنا۔ بارش کے لئے استدعا کرنا اور اجوف واوی کی صورت میں مدد طلب کرنا فریاد کرنا کے ہوں گے۔

= یُغَاثُوْا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اِغَاثَۃٌ (باب افعال) سے ان کی فریاد رسی کی جائیگی

= مُھْلِ۔ پیپ اور خون (مجاہدؒ) تیل کا سیاہ تلچھٹ۔ جو نیچے جم جاتا ہے (ابن عباسؓ) پگھلا ہوا تانبا (راغبؒ) اسی مادہ سے اَلْمَھْلُ ہے۔ جس کے معنی حلم اور سکون کے ہیں اسی سے ہے فَمَھِّلِ الْکَافِرِیْنَ (۸۶ : ۱۷) تو کافروں کو مہلت دے۔

= یَشْوِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ شَیٌّ مصدر (باب ضرب) وہ بھون ڈالے گا۔ شَوَی اللَّحْمَ۔ اس نے گوشت کو بھونا۔ شَوَی الْمَاءَ اس نے پانی کو اُبالا۔

= سَاءَتْ۔ سَاءَ یَسُوْءُ سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ بُری ہے۔

= مُرْتَفَقًا۔ قرار گاہ۔ آرام گاہ۔ تکیہ لگانے کی جگہ (سَاءَتْ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی برا ہوگا ان کا ٹھکانہ

اس کے بالمقابل آیت (۳۱) میں آیا ہے۔ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی عمدہ ہوگی ان کی آرام گاہ۔

۱۸: ۳۱ = یُحَلَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَحْلِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حَلِیٌّ زیور۔ گہنا۔ حُلِیٌّ جمع۔

= اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن۔ پہنچیاں۔

= سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم۔ باریک دیبا۔ معرّب ہے فارسی سے فارسی میں سُنْدُس باریک ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔

= اِسْتَبْرَقٍ۔ معرّب ہے۔ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔

= مُتَّکِئِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُتَّکِئٌ واحد اِتِّکَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔

= اَلْاَرَآئِکِ اَرِیْکَۃٌ کی جمع۔ وہ تخت جو مزیّن ہو اور اس پر پردہ پڑا ہوا ہو

= نِعْمَ الثَّوَابُ۔ کتنا اچھا ہے صلہ۔ کتنا اچھا ہے یہ اجر۔

= مُرْتَفَقًا۔ اوپر آیت ۱۸: ۳۰ ملاحظہ ہو۔

۱۸: ۳۲ = حَفَفْنٰھُمَا۔ حَفَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب۔ اَلْحَفُّ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کو دونوں جانب سے گھیرنے یا احاطہ کر لینے کے ہیں حَفٌّ مادہ ہم نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ ہم نے ان دونوں کے گرداگرد بیدا کر دیا۔ حَفَفْنٰھُمَا بِنَخْلٍ ہم نے ان دونوں کے گرد کھجور کے درخت اگا رکھے تھے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (۳۹: ۷۵) اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں یعنی اس کے دونوں جانب کو گھیرے ہوتے ہیں۔

۱۸: ۳۳ = کِلْتَا۔ تاکید تثنیہ مؤنث کے لئے آتا ہے اس کا استعمال تثنیہ مذکر کِلَا کی طرح ہے ہر دو۔ دونوں۔ دونوں میں سے ہر ایک۔

= اُکُلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب دونوں جنتوں میں سے ہر ایک جنت کے لئے ہے۔

کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَھَا۔ یہ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے

= لَمْ تَظْلِمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نفی جحد بلَمْ۔ اس نے نہ گھٹایا۔ اس نے نہ کم کیا۔ اس نے ظلم نہ کیا۔ یہاں ظلم کے معنی گھٹانے کے ہیں۔ اور کم کرنے کے ہیں۔ لَمْ کے استعمال سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا ہے۔ ضمیر فاعل ہر دو جنتوں میں سے ہر جنت کے لئے ہے یعنی دونوں باغوں میں

سے کسی باغ نے بھی پھل لانے میں کوئی کمی نہ کی۔ (یعنی ہر دو باغ پورا پورا پھل لائے تھے اور کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی)

= مِنْهُ میں ضمیرہٗ واحد مذکر غائب اُكُلَ (ثمر، پھل) کے لئے ہے۔

= شَيْئًا۔ مفعول کی وجہ سے منصوب ہے۔

= فَجَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْجِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے بہایا۔ ہم نے پھاڑ کر بہایا۔ ہم نے پھاڑا۔ یعنی ہم نے جاری کر رکھی تھی (ایک نہر) دونوں کے درمیان۔ یا ہم نے دونوں باغوں میں نہریں بہا رکھی تھیں۔ (انہار متفرقۃ ھنا و ھنا)

= خِلٰلَهُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ خِلٰلَ۔ درمیان۔ وسط۔ بیچ۔ خَلَلٌ کی جمع ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔

۱۸: ۳۴ = ثَمَرٌ۔ بمعنی مال و دولت۔ (انواع و اقسام کا دیگر مال)

= يُحَاوِرُهٗ۔ حَاوَرَ يُحَاوِرُ مُحَاوَرَةٌ (مفاعلۃ) وہ گفتگو کر رہا تھا۔ وہ جواب دے رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

= اَعَزُّ۔ زیادہ زوروالا۔ زیادہ عزت والا۔ عِزٌّ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= نَفَرًا۔ اسم جمع منصوب۔ جماعت۔ کنبہ۔ خاندان۔ کثرت انصار و اولاد نفری کے لحاظ سے مَالًا و نَفَرًا تمیز ہیں اَكْثَرُ اور اَعَزُّ کی

۱۸: ۳۵ = تَبِيْدَ۔ بَادَ يَبِيْدُ (ضَرَبَ) بَيَادٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب وہ ہلاک ہوگی۔ وہ برباد ہوگی۔ وہ تباہ ہوگی۔ وہ خراب ہوگی۔ بَادَ کے اصل معنی بَيْدَاءُ یعنی بیابان میں کسی چیز کے متفرق اور پراگندہ ہونے کے ہیں اور اسی اعتبار سے کامل تباہی اور بربادی کے متعلق استعمال ہوتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ: میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو۔

۱۸: ۳۶ = وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ۔ ماضی مجہول واحد متکلم اور اگر میں لوٹایا گیا۔ یعنی اگر قیامت آ بھی گئی اور میں اپنے رب کے حضور لایا گیا۔ رَدَّ يَرُدُّ (نصر) لوٹانا۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔

= لَاَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد متکلم۔ وُجُوْدٌ مصدر۔ میں ضرور پاؤں گا۔ وَجَدَ يَجِدُ (ضَرَبَ) سے۔

= مِنْهَا۔ ای من ھٰذہ الجنۃ اس باغ سے بہتر باغ مجھے ملیگا)

= مُنْقَلَبًا۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا۔ تو میں یقینًا اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

۱۸: ۳۷ = سَوّٰىكَ۔ اس نے تجھ کو پورا پورا بنا دیا۔ اس نے تجھ کو برابر کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ سَوّٰى يُسَوِّىْ تَسْوِيَةٌ (تفعیل) پورا پورا بنانا۔ برابر کرنا۔ کسی چیز کو ہموار کرنا۔ خدا کا کسی چیز کو اپنی حکمت کی اقتضار کے مطابق بنانا۔ قرآن مجید میں ہے عَلٰى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ہم قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

۱۸: ۳۸ = لٰكِنَّا۔ اصل میں لٰكِنَّ اَنَا ہے۔ عبارت یوں ہے لٰكِنَّ اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ۔ اس کی ترکیب یہ ہے اَنَا مبتدا اول هُوَ مبتدا ثانی۔ اَللّٰهُ مبتدا ثالث۔ رَبِّيْ مبتدا ثالث کی خبر۔ دونوں مل کر مبتدا ثانی کی خبر یا اپنی خبر سے مل کر اَنَا مبتدا اول کی خبر۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میرا تو عقیدہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو میرا رب ہے۔ هُوَ ضمیر شان ہے اللہ کے لئے۔

۱۸: ۳۹ = اِنْ تَرَنِ۔ اِنْ شرطیہ تَرَنِ مضارع واحد مذکر حاضر رَأْىٌ يَرٰى رَأْىٌ رُؤْيَةٌ سے دیکھنا اصل میں تَرَاىِ نِىْ تھا۔ اِنْ کے آنے سے ىٰ جو کہ حرف علت ہے ساقط ہو گئی نَ وقایہ ہے آخر میں ىْ ضمیر واحد متکلم محذوف ہے، اِنْ تَرَنِ اگر تو مجھے دیکھتا ہے۔

= اَقَلَّ مِنْكَ۔ اَقَلَّ قِلَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی زیادہ کم۔

= مَالًا وَّوَلَدًا۔ تمیز ہے۔

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ط اَنَا۔ تاکید ضمیر واحد متکلم ى کے لئے آیا ہے اگر تو مال و اولاد میں مجھے اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔

= فَعَسٰى رَبِّيْ ..... جَنَّتِكَ۔ جملہ اِنْ تَرَنِ ..... وَلَدًا شرطیہ ہے اور جملہ فَعَسٰى .... جَنَّتِكَ قائم مقام جواب شرط ہے ہر دو جملوں کے درمیان فَلَا بَاْسَ مقدر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے ان ترن انا اقل منك مالا وولدا فلا باس عسى ربي ان يؤتين خيرا من جنتك اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار تیرے باغ سے کوئی بہتر چیز عطا فرما دے۔

۱۸: ۴۰ = يُؤْتِيَنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ سے نَ وقایہ ى ضمیر واحد متکلم محذوف ہے، کہ وہ مجھے دیدے۔ مجھے عطا کر دے۔

= يُرْسِلَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ جواب شرط۔

= عَلَيْهَا۔ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنَّةٌ کے لئے ہے۔

= حُسْبَانًا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ حُسْبَانٌ، حُسْبَانَةٌ کی جمع ہے اس کا معنی بجلی کی کڑک ہے بروزن بُطْلَانٌ دُغْفَرَانٌ حَسَبَ يَحْسُبُ کا مصدر ہے بمعنی حساب، شمار۔ قرآن حکیم

میں اور جگہ آیا ہے وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۵ (۶ : ۹۶) اور اسی نے رات کو موجب آرام (ٹھہرایا) اور سورج اور چاند کو (ذریعہ) شمار بنایا ہے۔

موجودہ آیت میں حُسْبَانًا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک آگ یا بھبوکا۔ دوسرے عذاب، حقیقت میں حساب کے مطابق سزا مراد ہے۔

یعنی عَسٰی اَنْ یُّرْسِلَ ......الخ ہو سکتا ہے کہ بھیج دے اس باغ پر کوئی آسمانی عذاب

= فَتُصْبِحَ۔ میں فَ نتیجہ کے لئے ہے۔ فَتُصْبِحَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پس ہو جائے وہ۔

= صَعِیْدًا زَلَقًا۔ موصوف صفت، ایسی زمین جس پر کوئی روئیدگی نہ ہو۔

صَعِیْدٌ۔ زمین۔ خاک۔ زَلَقًا۔ زَلَقَ یَزْلِقُ سے مصدر، بمعنی ایسا صاف کہ جس پر پاؤں پھسلنے لگ

۱۸ : ۴۱ = غَوْرًا۔ غَارَ یَغُوْرُ سے مصدر ہے پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ نشیبی جگہ۔ گڑھا۔ غَارَتْ عَیْنُہٗ۔ اس کی آنکھ اندر کو گھس گئی۔ غِیَارٌ بھی مصدری معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی سورج کا غروب ہونا۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ھَلِ الدَّھْرُ اِلَّا لَیْلَۃٌ وَنَھَارُھَا۔ وَاِلَّا طُلُوْعُ الشَّمْسِ ثُمَّ غِیَارُھَا۔

(زمانہ نام ہے صرف رات دن اور آفتاب کے طلوع وغروب کا)

آیت ہٰذا میں مصدر بمعنی اسم فاعل استعمال ہوا ہے یعنی زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (۶۷ : ۳۰) اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے۔ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُھَا غَوْرًا یا اس کا پانی بالکل زمین کے اندر اتر جائے۔

= لَنْ تَسْتَطِیْعَ۔ اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) سے مضارع نفی جحد بلن صیغہ واحد مذکر حاضر تو نہ کر سکیگا لَنْ تَسْتَطِیْعَ لَہٗ طَلَبًا۔ جس کو تو طلب کرے تو بھی نہ پا سکے۔

۱۸ : ۴۲ = اُحِیْطَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحَاطَۃٌ مصدر (باب افعال) اسے گھیر لیا گیا۔ اِحَاطَۃٌ کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا۔ گھیر لینا یا قابو میں لانا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ یہ اَحَاطَ بِہِ الْعَدُوُّ (دشمن نے اس کو گھیرے میں لے لیا) سے ہے۔ جب دشمن گھیرے میں لے لیتا ہے تو اپنے مخالف پر پوری طرح قابو پا لیتا ہے۔ پھر اس کا استعمال ہر اہلاک پر ہونے لگا۔ یہاں پر اُحِیْطَ بِثَمَرِہٖ بمعنی اَحَاطَ الْعَذَابُ بِثَمَرِ جَنَّتِہٖ آفت نے اس کے باغ کے پھل کو تباہ کر دیا یا اگر ثمر سے مراد باغ کا پھل اور دیگر مال ومتاع لیا جائے تو اَھْلَکَ مَالَہٗ کُلَّہٗ عذاب یا آفت

نے اس کا تمام مال ومتاع برباد کردیا۔
= اَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْہِ ۔ وہ کفِ افسوس ملنے لگا۔
= فِیْھَا ۔ ھِیَ ۔ عُرُوْشِھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کے لئے ہے ۔
= اَنْفَقَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اس نے خرچ کیا
= خَاوِیَۃٌ ۔ افتادہ ۔ گری ہوئی ۔ کھوکھلی، خَوَاءٌ مصدر ۔ اسم فاعل واحد مؤنث اس کے معنی خالی ہونے کے ہیں ۔ کہا جاتا ہے خَوٰی بَطْنُہٗ مِنَ الطَّعَامِ ۔ اس کا پیٹ طعام سے خالی ہوگیا ۔ خَوَی الْبَیْتُ گھر گر پڑا ۔ منہدم ہوگیا ۔ خَوَی النُّجُوْمُ ستاروں کا غروب کے لئے جھکنا ۔ خوی مادہ ۔
= عُرُوْشِھَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں ۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے عَرْشُ الْبَیْتِ گھر کی چھت عُرُوْشِھَا اس کی چھتیں ۔ اس کی چھتریاں ۔ اس کی ٹٹیاں ۔ بیل کے چڑھانے کے لئے جو چھتری (ٹٹی) کھڑی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں ۔
= یٰلَیْتَنِیْ ۔ یَا ۔ حرف ندا ۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل نِیْ اسم اے کاش میں
= اَحَدًا ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے ۔
۱۸: ۴۳ فِئَۃٌ ۔ گروہ ۔ بقول راغب وہ گروہ جو باہم مددگار ہو ۔ اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے لوٹے ۔ اَلْفَیْئُ اَلْفِیْئَۃُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فَاِنْ فَآءُوْا (۲ : ۲۲۶) اگر وہ لوٹ آئیں ۔ رجوع کرلیں ۔
= یَنْصُرُوْنَہٗ کہ وہ اس کی مدد کریں (نَصَرَ یَنْصُرُ) سے جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ فعل جمع مذکر غائب اس لئے لایا گیا ہے کہ فِئَۃٌ میں جمعیت کے معنی پائے جاتے ہیں
= مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ اللہ کو چھوڑ کر ۔ اللہ کے ورے ۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔ اللہ کے مقابلہ میں
= مُنْتَصِرًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر ۔ بدلہ لینے والا یعنی نہ ہی وہ بدلہ لینے کے قابل تھا ۔ اِنْتَصَرَ ۔ بمعنی غالب آنا ۔ بدلہ لینا ۔ انتقام لینا ۔
قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ (۴۲ : ۳۹) اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم وتعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں ۔
= اِنْتَصَرَ ۔ ظالم سے بچنا ۔ انتصر: امتنع من ظالمہ (المعجم الوسیط) وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا ۔ الخازن لکھتے ہیں ۔ ای ممتنعا لا یقدر علی الانتصار لنفسہ نہ ہی اس کو اپنے آپ کو اس (نقصان) سے بچنے کی قدرت ہوئی (نہ بچا سکا) (الخازن)
صاحب تفہیم القرآن اور عبداللہ یوسف علی نے بھی انہی معنوں میں ترجمہ کیا ہے ۔ تفہیم القرآن میں ہے

اور نہ کر سکا وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ ۔ نہ ہی وہ اپنے آپ کو بچا سکا۔ عبداللہ یوسف علی۔
انہی معنوں میں اور جگہ آیا ہے یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ (۵۵ : ۳۵)
تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا سو تم نہ ہٹا سکو گے (یعنی تم اس سے بچ نہ سکو گے یا اپنے آپ کو بچا نہ سکو گے)
سورۃ القمر میں ہے فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴ : ۱۰) اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں تو بدلہ لے لے (تفسیر ماجدی) میں مغلوب ہوں سو تو میری مدد کر (عبداللہ یوسف علی)
اِنْتَصَرَ بمعنی اِنْتَقَمَ وَ اِمْتَنَعَ ہر دو صورت میں مستعمل ہے۔
۱۸ : ۴۴ = هُنَالِكَ ۔ ایسے موقعہ پر۔ ایسے وقت میں ۔ ای فی ذٰلک المقام اوفی تلک الحال (یعنی جب کوئی مصیبت آپڑے)
= اَلْوَلَایَةُ ۔ نصرت، مدد۔ وَلِیَ یَلِیْ ۔ حَسِبَ یَحْسِبُ (لفیف مفروق) وَلَایَةٌ وِلَایَةٌ مدد کرنا المفردات میں ہے ۔ اَلْوَلَایَةُ (بفتح الواو) بمعنی نصرت اور اَلْوِلَایَةُ (بکسر الواو) بمعنی کسی کام کا متولی ہونا ہے ۔ آیۃ ہذا میں بمعنی نصرت و مدد ہی ہے۔
= لِلّٰهِ الْحَقِّ ۔ لام حرف جار اللہ ۔ الحق ۔ موصوف وصفت ہوکر مجرور۔
هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۔ ایسے وقت میں مدد و کارسازی اللہ برحق ہی کا کام ہے۔
= خَیْرٌ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ۔ اصل میں اَخْیَرٌ تھا۔ ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے۔
= ثَوَابًا وَّ عُقْبًا ۔ بلطور ثواب دینے جزا دینے کے۔ عُقْبًا بطور جزا و ثواب کے یا بطور انجام کے۔ ہر دو منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہیں ۔
۱۸ : ۴۵ = اِضْرِبْ ۔ تو بیان کر۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے ۔
اَلضَّرْبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا واقع کرنا کے ہیں ۔ مختلف محل پر اس کے مختلف معانی آتے ہیں ۔ لیکن ہر جگہ اصلی معانی مارنا ضرب لگانا کا مفہوم ضرور پایا جاتا ہے ۔ مثلاً مارنا — فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (۸ : ۱۲) ان کے سر مار کر اڑا دو۔ یا اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲ : ۶۱) اپنی لاٹھی پتھر پر مارو ۔ سفر کرنا۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (۴ : ۱۰۱) اور جب سفر کو جاؤ۔ (یہاں بھی تو پاؤں زمین پر مار کر ہی سفر کیا جاتا ہے۔ بنانا فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ ۔ پھر سمندر میں ان کے لئے عصا مار کر خشک راستہ بنا لینا۔
لپیٹ دینا۔ چمٹا دینا۔ جیسے ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ (۲ : ۶۱) اور (آخر کار) ذلت ان سے

چمٹادی گئی۔ یہ ضَرْبُ الْخَیْمَۃِ (خیمہ لگانا۔ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے سے ٹھونکا جاتا ہے) سے لیا گیا ہے۔ یعنی ذلت نے انہیں ایسی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسے کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے۔

ضرب المثل۔ یعنی ایک بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو (ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنا۔ وغیرہ۔

= واضْرِبْ لَهُمْ...... مَثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ آپ ان سے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجئے۔

= کَمَآءٍ۔ سے قبل ھِیَ محذوف ہے جس کا مشار الیہ الحیٰوۃ الدُّنیا ہے۔ کَ حرف تشبیہ ہے اس کا تعلق محض مَاءٍ سے نہیں ہے بلکہ آگے کی پوری عبارت سے ہے۔

= اَنْزَلْنٰهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَآءٍ کے لئے ہے۔

= فَاخْتَلَطَ۔ اِخْتَلَطَ۔ اِخْتِلَاطٌ (افتعال) سے ہے الْخَلْطُ (باب نصر) کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے اجزاء کو جمع کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔ آیہ ہذا فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پھر اس (پانی) کے ساتھ سبزہ مل کر نکلا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ (۹: ۱۰۲) انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا۔

= ھَشِیْمًا۔ صفت مشبہ منصوب بمعنی اسم مفعول شکستہ۔ ریزہ ریزہ۔ بھوسہ۔ خشک بوسیدہ گھاس۔ ھَشْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی ہڈی۔ سوکھی روٹی۔ ہر خشک چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔ کسی کی عزت وتعظیم کرنا (باب تفعیل) سے جاہ وہشم۔ تعظیم وتکریم۔

= تَذْرُوْهُ۔ ذَرْوٌ مصدر (باب نصر) وہ اس کو بلند اڑاتی ہے۔ مضارع واحد مؤنث غائب (ہوائیں) جسے اڑائے پھریں۔

= مُقْتَدِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِقْتِدَارٌ (افتعال) مصدر۔ با اقتدار ہر طرح کی قدرت والا۔ کامل القدرت۔

۱۸: ۴۶ = اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔ باقی رہ جانے والے اعمالِ صالحہ۔ ہر وہ عمل یا قول جو معرفتِ الٰہی محبتِ الٰہی یا طاعتِ الٰہی۔ کی طرف لیجانے والا ہو باقیات الصالحات میں داخل ہے۔

= اَمَلًا۔ بلحاظ توقع یا امید کے۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔

نیز ملاحظہ ہو وَّخَیْرٌ عُقْبًا۔ (۱۸: ۴۴) سورۃ ہذا۔ یعنی جن سے بہتر نتائج اور بہتر جزا کی امیدیں کیجا سکتی ہیں۔ اَمَلٌ امید۔ توقع۔ اٰمَالٌ جمع۔

۱۸: ۴۷ = یَوْمَ۔ منصوب ہے بوجہ اپنے فعل کے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ

اور یاد کرو وہ دن......

= نُسَیِّرُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْیِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم چلائیں گے۔

تَسْیِیْرٌ۔ کسی کو مجبور کرکے چلانا کہ چلنے والے کو چلنے کی قدرت ہی نہ ہو نہ وہ صاحب ارادہ ہو جیسے پہاڑوں کو چلانا۔ یا کسی ایسے کو چلنے کا حکم دینا کہ چلنے والا حکم کو مان کر خود چلے اور چلنے کی اس کو قدرت بھی ہو جیسے آدمی کو چلانا۔ اول تسییر تسخیری ہے دوسری اختیاری۔ آیت میں تسخیری تسییر مراد ہے۔

= بَارِزَۃً۔ بَرَزَ یَبْرُزُ (نصر) بُرُوْزٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ کھلی ہوئی۔ یعنی کھلا میدان

= حَشَرْنٰھُمْ۔ حَشَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ماضی بمعنی مستقبل ہم اکٹھا کریں گے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جو تمام مُردوں کے لئے ہے۔ یعنی ہم تمام مردوں کو اکٹھا کر دیں گے۔

= لَمْ نُغَادِرْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع متکلم۔ مجزوم بوجہ لَمْ۔ غَادَرَ یُغَادِرُ مُغَادَرَۃً۔ مُفَاعَلَۃٌ۔ ہم نہیں چھوڑیں گے۔ غَدْرٌ بے وفائی۔ غَدَّارٌ سخت بے وفا۔

۱۸ : ۴۸ = عُرِضُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ عَرْضٌ مصدر (باب ضرب) وہ پیش کئے گئے۔ وہ روبرو کئے گئے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ وہ پیش کئے جائیں گے۔ عُرِضَ عَلٰی وہ سامنے پیش کئے جائیں گے۔

= صَفًّا۔ صفوں میں۔ صفیں باندھے ہوئے۔

= لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا۔ سے قبل نَقُوْلُ لَھُمْ یا یُقَالُ لَھُمْ۔ محذوف ہے۔ ای عرضوا علی ربک صفًّا ویقال لھم۔ وہ تمہارے پروردگار کے سامنے صف در صف پیش کئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائیگا۔ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا۔ تم ہمارے پاس اُسی حالت میں آئے ہو۔

= کَمَا۔ جیسے۔ جیسا۔

= بَلْ۔ بلکہ۔ نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۱۳۵) بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم تو خیال کر رہے تھے۔

= اَلَّنْ۔ اَنْ لَّنْ۔

= مَوْعِدًا۔ اسم ظرف زمان۔ وقت۔ وعدہ۔ وعدہ کا وقت۔

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَکُمْ مَّوْعِدًا۔ بلکہ تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہارے لئے وعدہ کا کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔ وعدہ سے مراد بعث بعد الموت ہے۔ جو انبیاء کی زبانی لوگوں کو مطلع کیا گیا تھا۔

۱۸ : ۴۹ = وَوُضِعَ الْکِتٰبُ۔ اس کا عطف عُرِضُوْا پر ہے۔ اور الکتٰبُ سے مراد ہر ایک کا نامۂ اعمال ہے۔

= مُشۡفِقِیۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ منصوب نصب بوجہ المُجۡرِمُوۡنَ کا حال ہونے کے ہے۔ ڈرنے والے۔ خائفین ۔ اشفاق مصدر۔ شفق سے مشتق ہے جس کے معنی غروب آفتاب کے وقت روشنی اور تاریکی کا اختلاط ہے۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اسے شفقت کہتے ہیں

= یٰوَیۡلَتَنَا ۔ یا حرف ندا۔ وَیۡلَتَنَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَیۡلٌ ۔ ہلاکت ، کم بختی ، بدبختی بربادی۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہائے ہماری بربادی۔ وَیۡلَۃٌ اس جگہ کلمہ ندامت وحسرت ہے۔

= مَالِ ھٰذَا الۡکِتٰبِ ۔ مَا استفہامیہ ہے ، لِ حرفِ جار۔ اس کتاب کو کیا ہے۔ اس نوشتہ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ نامۂ اعمال کیسا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَالِ ھٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَیَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ ؕ (۲۵ : ۷) کیا ہوا اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیسا ہے یہ رسُول ..... الخ

= لَا یُغَادِرُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ نہیں چھوڑتا ہے۔ نیز دیکھو ۱۸ : ۴۷۔

= اَحۡصٰھَا ۔ ماضی واحد مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب صَغِیۡرَۃً کَبِیۡرَۃً کے لئے ہے۔ اس نے اس کو گن لیا ہے۔ گن رکھا ہے۔ اِحۡصَاءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر حِصَاءٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کیا کرتے تھے!

۱۸ : ۵۰ = فَسَقَ ۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی دائرہ شریعت سے کسی شخص کے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ عَنۡ قِشۡرِہٖ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پکی ہوئی کھجور کا اپنے چھلکے سے باہر آنے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔ فَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہٖ ۔ وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔

= اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ ۔ اَ ہمزہ استفہام تَتَّخِذُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب (باب افتعال) تم اس کو پکڑتے ہو۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ تم اس کو بناتے ہو۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب برائے ابلیس۔

= وَھُمۡ ۔ ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب ، ابلیس اور اس کی ذرّیت کے لئے ہے۔

= بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ؕ ۔ الظلمین ۔ ای الواضعین للشیٔ فی غیر موضعہٖ کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام سے ہٹا کر رکھنا۔ بَدَلًا ۔ تمیز کی رو سے منصوب ہے۔

اس جملہ کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اگر بدل کے معنی عوض کے لئے جاویں تو اس کا مطلب ہو گا: ان ظالموں یعنی کافروں اور منکروں

کو معاوضے کیسے بُرے بُرے ملیں گے۔

۲۔ اور اگر بدل کو متبادل کے معنی میں لیا جاوے تو مطلب ہوگا کہ حق تعالیٰ کو چھوڑ کر ابلیس اور اس کی ذریّت کو جو اصل دشمن ہیں اپنا دوست بنا لینا کیسا بُرا متبادل راستہ ان ظالموں نے اختیار کیا ہے یعنی یہ ظالم خدا ناشناس کیسے احمق ہیں کہ دوست اور کارساز تو حق تعالیٰ کو سمجھتے اور یہ بجائے اس کے ابلیس اور اس کی ذریّت کو دوست اور کارساز بنائے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں التفات ضمائر ہے صیغہ مخاطب سے یک لخت صیغہ غائب کی طرف التفات خداوند تعالیٰ کی سخت ناراضگی اور ناخوشگواری کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظالموں کے ظلم قبیح پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

۱۸: ۵۱ = مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ مَا نفی کے لئے ہے۔ اَشْهَدْتُّ ماضی واحد متکلم میں نے شاہد بنایا۔ میں نے دکھلایا۔ اِشْهَادٌ (افعال) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ابلیس اور اس کی ذریّت کے لئے ہے۔ میں نے ان کو شاہد نہیں بنایا۔ یعنی وہ موجود نہ تھے اور نہ دیکھنے کے لئے میں نے ان کو بلایا تھا۔ اس صورت میں خلق السمٰوٰت والارض اور خلق انفسھم ہر دو فعل اَشْهَدْتُّ کے مفعول ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے خَلْقَ منصوب آیا ہے۔

= مُتَّخِذَ اسم فاعل۔ واحد مذکر منصوب۔ مضاف المُضِلِّيْنَ مضاف الیہ اِتِّخَاذٌ مصدر۔ (باب افتعال) اَخْذٌ مادہ۔ بنانے والا۔ اختیار کرنے والا۔ اَخْذٌ کا مفہوم ہے کسی چیز کو اپنے تصرف اور تسلط میں داخل کرنا۔ باب افتعال میں اس کا مطلب بنانا اور اختیار کرنا ہے۔ یہاں دو مفعول ہوں گے۔ مثلاً لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰىۤ اَوْلِيَآءَ (۵: ۵۱) یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔

= الْمُضِلِّيْنَ۔ مُضِلٌّ کی جمع۔ گمراہ کرنے والے، مُتَّخِذَ کا مضاف الیہ ہے، اختیار کرنے والا گمراہ کرنے والوں کو۔

= عَضُدًا۔ مددگار۔ قوتِ بازو۔ بازو۔ عَضُدٌ کہنی سے لے کر کندھے تک کا درمیانی حصّہ ہے۔ لیکن بطور استعارہ معین و مددگار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں عَضُدٌ (واحد) بمعنی اَعْضَادٌ (جمع) استعمال ہوا ہے۔

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا اور میں ایسا نہیں تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔ اپنا معین بناتا۔

۱۸: ۵۲ = يَوْمَ۔ ای اُذْكُرْ يَوْمَ۔

= یَقُوْلُ۔ ای یقول اللّٰہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔
= نَادُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ نِدَاءٌ مصدر۔ (مفاعلہ) ن۔د۔ی مادّہ۔ تم پکارو۔ تم بلاؤ
= زَعَمْتُمْ۔ ای زعمتم انہم شرکائی یا نادوا الذین زعمتم شرکائی۔ جن کو تم میرے شریک خیال کرتے تھے۔
= فَدَعَوْھُمْ۔ پس وہ انہیں پکاریں گے۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب مشرکین و کافرین کے لئے ہے۔ اور ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب شرکاء کے لئے ہے۔
= مَوْبِقًا۔ وَبَقَ یَبِقُ (ضرب) وَبِقَ یَبَقُ (سمع) وُبُوْقٌ مَوْبِقٌ۔ وُبُوْقٌ ہلاک ہونا۔ مَوْبِقٌ ہلاکت کی جگہ۔ قید خانہ۔ دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز۔ یہاں مراد جہنم کا خاص درجہ ہے۔ وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمْ مَوْبِقًا۔ اور ہم مشرکوں اور ان کے باطل معبودوں کے درمیان ایک آڑ حائل کردیں گے۔ (آڑ سے یہاں مراد جہنم ہے)
اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ یُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا (۴۲:۳۴) یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کردے۔
= مُوَاقِعُوْھَا۔ مواقعو۔ مضاف ھا مضاف الیہ۔ مُوَاقِعُوْا اصل میں مُوَاقِعُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا۔ مُوَاقِعَۃٌ (مُفاعلۃ) مصدر۔ گرنے والے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب النَّارَ کے لئے ہے۔ (وہ خیال کریں گے کہ) وہ اس (آگ) میں گرنے والے ہیں۔
= مَصْرِفًا۔ اسم ظرف۔ صَرَفَ یَصْرِفُ (ضرب) کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹا دینا۔ یا ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل دینا۔ مَصْرِفٌ لوٹنے کی جگہ، بچنے کا راستہ، نجات کی جگہ۔
اس سے باب تفعیل سے تَصْرِیْفٌ بھی بمعنی صَرْفٌ کے ہے لیکن اس میں تکثیر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ (۲:۱۶۴) ہواؤں کے رخ کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیر دینا اور وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ (۴۶:۲۷) اور آیات کو ہم نے لوٹا لوٹا کر بیان کردیا۔
= وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ۔ ای ولقد صرفنا من کل مثل للناس فی ھذا القراٰن۔ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں۔
= جَدَلًا۔ باب سمع سے مصدر ہے۔ جس کے معنی سخت جھگڑنے کے ہیں۔ جَدَلٌ اسم بھی ہے سخت جھگڑا۔ باب مفاعلۃ سے بمعنی جھگڑنا۔ بحث کرنا۔ جس میں فریقین ایک دوسرے پر غلبہ

حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط (۱۶ : ۲۵) اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ اور اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ (۴۰ : ۳۵) جو لوگ خدا کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔

آیت ہذا میں الانسان سے مراد نافرمان اور سرکش انسان ہے۔

= اَکْثَرَ۔ بہت زیادہ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی دوسری چیزوں سے ای ان جدل الانسان اکثر من جدل کل شیئ ٍ یعنی انسان ہر چیز سے بڑھکر جھگڑالو ہے۔

۱۸ : ۵۵ = مَا مَنَعَ النَّاسَ۔ میں مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی تھی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے کوئی امر مانع نہیں رہا تھا مگر بجز اس کے (ان کو اس کا انتظار ہو کہ) انہیں بھی اگلوں کا سا معاملہ پیش آئے یا یہ کہ عذاب در عذاب ان پر نازل ہو۔ (تفسیر ماجدی)

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لے آئیں جب آگئی ان کے پاس ہدایت (کی روشنی) اور مغفرت طلب کریں اپنے رب سے مگر یہ کہ (وہ منتظر ہیں) آئے ان کے اگلوں کا دستور یا آئے ان کے پاس طرح طرح کا عذاب (ضیاء القرآن)

= قُبُلًا۔ قَبِیْل کی جمع ہے جیسے سُبُلٌ سَبِیْلٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنی طرح طرح کا عذاب یا عذاب پر عذاب۔ قُبُلًا منصوب بوجہ حال ہونے کے ہے۔

۱۸ : ۵۶ = لِیُدْحِضُوْا۔ لام تعلیل کا۔ یُدْحِضُوْا مضارع۔ جمع مذکر منصوب۔ بوجہ عمل لام۔ بمعنی لیزیلوا و یُبْطِلُوْا کہ وہ زائل کر دیں یا باطل کر دیں۔ اِدْحَاضٌ (افعال) سے مصدر باطل کرنا۔ یا زائل کرنا۔

= بِہٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کافرین کے مجادلہ کے لئے ہے۔ ای بالجدال

= الحقَّ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔ کہ اپنی کٹ حجتی سے حق کو باطل کر دیں۔

= وَمَآ اُنْذِرُوْا۔ میں بِہٖ مضمر ہے عبارت یوں ہے وَمَآ اُنْذِرُوْا بِہٖ ای القرآن۔ جس سے ان کو ان کے اعمالِ بد کے انجامِ بد سے ڈرایا گیا ہے۔

اُنْذِرُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو ڈرایا گیا۔ یا وہ ڈرائے گئے۔ اِنْذَارٌ مصدر۔

= ھُزُوًا۔ مصدر۔ بمعنی اسم مفعول۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ ھَزْءٌ مذاق۔ دل لگی۔ ھزء مادہ۔ اَلْھُزْءُ کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح گفتگو پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ قصدًا مذاق اڑانے کے معنی میں آیا ہے اِتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا (۵ : ۵۸) یہ اسے بھی

ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔

باب استفعال سے اِسْتِہْزَاءُ کے معنی اصل میں طلب ھزء کو کہتے ہیں لیکن اس کے معنی مذاق اڑانا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی اکثر مثالیں ہیں۔

۱۸: ۵۷ = اَکِنَّۃً ۔ جمع کِنَانٌ واحد۔ پردے۔ غلاف۔ اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ کیا جائے کَنَنْتُ الشَّیْءَ کَنًّا کسی چیز کو کِنّ میں محفوظ کر دیا۔ کَنَنْتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادی شے کو گھر یا کپڑے میں چھپانے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں آتا ہے کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ (۳۷: ۴۹) گویا وہ چھپائے ہوئے محفوظ انڈے ہیں۔

باب افعال سے کسی بات کو دل میں چھپانے پر بولا جاتا ہے مثلاً اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْ اَنْفُسِکُمْ (۲: ۲۳۵) یا (نکاح کی خواہش کو) اپنے دلوں میں مخفی رکھو۔ ک ن ن مادّہ۔

= اَنْ یَّفْقَھُوْہُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب القراٰن کے لئے ہے۔ کہ اسے سمجھ سکیں۔ مراد اس سے یہ ہے لئلا یفقھوہ کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں۔

= فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا ۔ ای وجعلنا فی اذانھم وقرا۔ اور ہم نے ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے۔ یا گرانی پیدا کر رکھی ہے۔ وَقْرًا ۔ اسم مصدر منصوب۔ بمعنی ثقل۔ گرانی، بہرہ پن۔ وِقَارٌ (باب کرم) عزت و عظمت

= لَنْ یَّھْتَدُوْٓا ۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ جمع مذکر غائب وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے

۱۸: ۵۸ = مَوْعِدٌ ۔ اسم ظرف زمان۔ وعدہ کا وقت

= مَوْئِلًا ۔ اسم ظرف مکان۔ و أل مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

وَأَلَ یَئِلُ (ضرب) وَأْلٌ وُءُوْلٌ مصدر وَأَلَ فُلَانًا کسی سے پناہ لینا۔ وَأَلَ اِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ اَلْوَاْلُ اَلْمَوْئِلُ پناہ کی جگہ۔

۱۸: ۵۹ = تِلْکَ الْقُرٰی ۔ یہ بستیاں۔ مراد ان بستیوں کے باشندگان۔ اشارہ ان سرکش اور نافرمان قوموں کی طرف ہے جن کی ہلاکت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ مثلاً قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم لوط وغیرہ۔

= مَھْلِکِھِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ہلاک ہونا۔ مَھْلِکٌ مصدر میمی ہے۔

= مَوْعِدًا ۔ وعدہ کا وقت۔ اسم ظرف زمان۔

۱۸: ۶۰ = فَتٰىہُ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا نوجوان۔ اس کا خادم۔ فَتٰی کے معنی نوجوان کے ہیں مجازاً غلام یا خادم کو بھی کہتے ہیں۔

= لَآ اَبْرَحُ۔ بَرِحَ یَبْرَحُ (سمع) بَرَاحٌ و بَرَحٌ مصدر۔
.........المکان او من المکان کسی جگہ سے ہٹنا۔ رکنا زائل ہونا۔
لَآ اَبْرَحُ۔ مضارع منفی واحد متکلم۔ افعال ناقصہ میں سے ہے مَا بَرِحَ غَنِیًّا۔ وہ دولت مند رہا۔ وہ اب تک دولت مند ہے۔ لَآ اَبْرَحُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ میں یہ کام برابر کرتا رہوں گا۔ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ میں برابر چلتا رہوں گا تا آنکہ پہنچ جاؤں۔
= اَمْضِیَ حُقُبًا۔ مضارع واحد متکلم مُضِیٌّ مصدر۔ (باب نصر، ضرب) میں چلتا جاؤں گا۔ اس کا عطف اَبْلُغَ پر ہے۔
= حُقُبًا۔ حُقُبٌ زمانے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَحْقَابٌ ہے۔ لٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا (۷۸: ۲۳) اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔
اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ یا میں مدتوں چلتا رہوں گا۔
۱۸: ۶۱ = مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا۔ ان دونوں کا جائے اجتماع۔ ان دونوں کا سنگھم۔ ان دونوں دریاؤں کے اتصال کی جگہ۔ ھِمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب اَلْبَحْرَیْنِ کے لئے ہے۔
= حُوْتَهُمَا۔ میں ضمیر تثنیہ مؤنث حضرت موسیٰؑ اور ان کے خادم کے لئے ہے۔ ان دونوں کی مچھلی
= سَرَبًا۔ اَلسَّرْبُ۔ (نَصَرَ) اس کے اصل معنی نشیب کی طرف جانے کے ہیں (اور اسم کے طور پر) نشیبی جگہ کو بھی سَرَبٌ کہتے ہیں۔ سَرَبَ (نَصَرَ) اِنْسِرَابٌ (انفعال) ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ اور بولتے ہیں اِنْسَرَبَتِ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِھَا سانپ اپنے بل میں اتر گیا۔
فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا۔ اس نے سرنگ بناتے ہوئے دریا میں اپنی راہ پکڑی۔ یعنی وہ دریا میں اتر گئی جیسے کوئی جانور سرنگ میں نیچے کو جا گھستا ہے۔
سَرَبًا بوجہ اِتَّخَذَ کے مفعول ثانی ہونے کے منصوب ہے۔ **مفعول اوّل** سَبِیْلَ ہے۔
اسی سے سَارِبٌ (اپنی مرضی سے) کسی راستے پر چلا جانیوالا ہے۔ جیسے سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ (۱۳: ۱۰) دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلنے پھرنے والا۔ سَرَابٌ۔ شدتِ گرما میں دوپہر کے وقت بیابان میں جو پانی کی طرح چمکتی ہوئی ریت نظر آتی ہے اسے سَرَابٌ کہا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (۲۴: ۳۹) جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔ سَرَبًا اَلْمَسْلَكُ فِیْ خُفْیَةٍ۔ سرنگ۔ وحشی جانوروں کی بل۔
۱۸: ۶۲ = جَاوَزَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں آگے چلے۔ وہ دونوں گذرے۔ مُجَاوَزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر جس کے معنی کسی چیز سے گذر جانے۔ اس کو پار کرنے اور آگے بڑھنے کے ہیں۔ یعنی

جب وہ مجمع البحرین سے آگے بڑھ گئے۔

= غَدَاءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا ناشتہ۔ ہمارا صبح کے وقت کا کھانا۔ دن کے ابتدائی حصہ کے کھانے کو غَدَاء کہتے ہیں۔ ناشتہ سے یہاں مراد وہ مچھلی ہے جو وہ بھون کر کھانے کے طور پر ہمراہ لائے تھے۔

= نَصَبًا۔ تھکان۔ مشقت، تھکاوٹ، تکلیف۔

۱۸: ۶۳ = اَرَأَیْتَ۔ کیا تو نے دیکھا۔ محاورہ میں بطور کلمہ تعجب کے استعمال ہوتا ہے۔ اور معنی یہ لیجئے ملاحظہ ہو۔ دیکھو تو۔

= اَوَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم اُوِیٌّ مصدر اوٰی یَأْوِیْ (ضَرَبَ) ہم اترے۔ ہم فروکش ہوئے۔ ہم ٹھہرے۔ اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَہْفِ (۱۸: ۱۰) جب ان نوجوانوں نے غار میں جاکر پناہ لی یا غار میں جاکر فروکش ہوئے۔

= الصَّخْرَۃِ۔ بڑا اور سخت پتھر۔ واحد۔ اس کی جمع صَخْرٌ و صُخُوْرٌ ہے۔

= فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ۔ ای نسیت ذکرہ بما رأیت منہ یعنی مچھلی کو جس حالت میں دریا میں جاتے دیکھا تو اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔

آیت ۶۱ میں ہے نَسِیَا حُوْتَہُمَا (وہ دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے۔

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ یہ کہ یہ بھول تو صرف حضرت موسیٰؑ کے خادم کی تھی لیکن اس کو دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا سورۃ الرحمٰن میں ہے یَخْرُجُ مِنْہُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۵۵: ۲۲) آیا ہے کہ ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لؤلؤ اور مرجان صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں۔ یعنی اول الذکر میں نسیان کی اور مؤخر الذکر میں اخراج لؤلؤ و مرجان کی تخصیص ضروری نہیں سمجھی گئی۔

دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے متعلق خادم کو یاد دلانا بھول گئے اور خادم حضرت موسیٰ کو یہ بتانا بھول گیا کہ مچھلی عجیب و غریب طریقہ سے دریا میں اتر گئی۔

= مَآ اَنْسٰنِیْہُ۔ مَآ اَنْسَانِیْ نہیں بھول میں ڈالا اس نے مجھے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ن وقایہ ی واحد متکلم۔ مفعول۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ثانی۔ مبدل منہ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔ ہٗ ضمیر کا بدل اشتمال مَآ اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔ ای ما انسانی ذکرہ الا الشیطان۔ یعنی شیطان نے اس کا ذکر کرنا مجھے بھلا دیا۔

اَنْسَانِیْ۔ نَسِیَ مادہ اِنْسَاءٌ (افعال) سے ہے۔

= عَجَبًا۔ یا یہ اِتَّخَذَ کا مفعول ثانی ہے (مفعول اول سَبِیْلَہٗ) جیسا کہ آیت ۶۱ مذکورہ بالا میں سَرَبًا ہے۔ ای اتخذ سبیلہ سبیلاً عجبًا۔

یا آخر کلام میں مچھلی کے عجیب وغریب طریقہ سے دریا میں اتر جانے اور پھر ایسے وقوعہ کو بھول جانے پر تعجب کے طور پر آیا ہے۔

۱۸: ۶۴ = قَالَ۔ ای قال موسٰی؛

= ذٰلِكَ۔ ای امر الحوت مچھلی کی یہی بات (تو تھی جس کی ہمیں تلاش تھی) یا اس کا اس جگہ کی طرف ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یعنی وہی تو وہ مقام تھا جس کی ہمیں تلاش تھی۔

= مَا كُنَّا نَبْغِ۔ جس کی ہم تلاش کر رہے تھے۔ كُنَّا نَبْغِيْ ماضی استمراری صیغہ جمع متکلم۔ بَغْیٌ مصدر (باب ضَرَبَ)

= اِرْتَدَّا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب دونوں الٹے پھرے۔ اِرْتِدَادٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنی جس راستہ سے آیا اسی راستہ سے واپس جانے کے ہیں (ردّ مادہ

= اٰثَارِهِمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان دونوں کے نشاناتِ قدم۔

اٰثار جمع اَثَرٌ واحد بمعنی علامت۔ نشانی۔ نشانِ قدم۔ نشان۔ پیچھے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا۔ (۵۷: ۲۷) پھر ہم نے ان کے پیچھے اور پیغمبر بھیجے۔

= قَصَصًا۔ اَلْقَصُّ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ قَصَّ يَقُصُّ قَصًّا وَقَصَصًا (باب نصر) بمعنی اتباع الاثر۔ نشانِ قدم پر چلنا۔ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے واپس لوٹے۔

قَصَّ کے معنی پیچھے پیچھے چلنا بھی ہے۔ مثلاً وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ (۲۸: ۱۱) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ قَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ کسی کو خبر دینا۔ اسی سے ہے قَصَصٌ، قِصَّۃٌ کی جمع۔ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ (۲۸: ۲۵) اور اس سے اپنا ماجرا بیان کیا اور نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (۱۲: ۳) ہم تمہیں ایک اچھا قصہ سناتے ہیں۔

قَصَصًا یا تو مصدر بحالت نصب ہے یا حال ہے اِرْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا سے یعنی اپنے نشان قدم تلاش کرتے ہوئے۔ یا مفعول ہے جس کا فعل مقدر ہے۔

۱۸: ۶۵ = مِنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے۔ لَدُنْ ظرف زمان وظرف مکان ہر دو مستعمل ہے مثلاً اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى غُرُوْبِهَا۔ میں اس کے پاس

مقیم رہا ابتداء طلوع شمس سے غروب آفتاب تک (ظرف زمان) اور فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا۔(۱۹ : ۵) مجھے عطا فرما اپنی جانب سے کوئی جانشین (ظرف مکان)

۱۸ : ۶۶ = تُعَلِّمَنِ ۔ تو مجھ کو سکھا دے۔ تَعْلِیْمٌ سے جس کے معنی سکھانے کے ہیں۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

= رُشْدًا ۔ تُعَلِّمَنِ کے مفعول ثانی کی صفت ہے ای عِلْمًا ذَا رُشْدٍ ۔ رشد وہدایت کا علم رُشْدٍ۔ بمعنی ہدایت۔ بھلائی۔ راستی۔ صلاحیت۔ اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا کہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے۔

۱۸ : ۶۷ = لَنْ تَسْتَطِیْعَ ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو نہیں کر سکیگا اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) سے۔ طوع۔ مادّہ۔

۱۸ : ۶۸ = لَمْ تُحِطْ ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ تو احاطہ نہیں کریگا۔ تو نہیں گھیرے گا۔ تو قابو میں نہیں کریگا۔ اِحَاطَةٌ مصدر۔

= خُبْرًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے

مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۔ جو تمہارے احاطۂ واقفیت میں نہیں ہے۔

۱۸ : ۶۹ = لَا اَعْصِیْ ۔ مضارع نفی واحد متکلم۔ میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ میں حکم عدولی نہیں کرونگا مَعْصِیَةٌ سے (باب ضَرَبَ) لَا اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ۔ اور میں تمہارے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

۱۸ : ۷۰ = فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ ۔ پس اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اگر تم میرا اتباع کرنا چاہتے ہو یا اگر تو نے میرا اتباع کیا۔ یا میرے ساتھ رہے۔

اِتَّبَعْتَ ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= اُحْدِثَ ۔ اَلْحُدُوْثُ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو۔ اَلْحَدَثُ ۔ نئی چیز۔ نیا کام۔ نئی بات۔ ہر وہ قول و فعل جو نیا ظہور پذیر ہوا ہو۔ اسے مُحْدَثٌ کہتے ہیں۔ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۔ جب تک کہ میں خود ہی پہل کر کے تجھ سے بات نہ کروں۔

ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا وحی کے ذریعہ پہنچے۔ اسے حدیث کہتے ہیں عام اس سے کہ وہ وحی خواب میں ہو یا حالت بیداری میں ہو۔

حَدَّثَ عَنْ فُلَانٍ ۔ کسی سے کچھ بیان کرنا۔ روایت کرنا۔ حَدَّثَ ۔ خبر دینا۔ بیان کرنا۔

اُحْدِثَ فعل منصوب بوجہ عمل اَنْ مقدرہ کے ہے۔

= فَانْطَلَقَا ۔ پس وہ چل پڑے دونوں۔ ماضی تثنیہ واحد مذکر غائب طَلْقٌ سے باب انفعال سے اِنْطِلَاقٌ ۔ جس کے معنی ہیں چل پڑنا۔ الطَّلَاقُ کے معنی ہیں کسی بندھن سے آزاد کرنا۔ محاورہ ہے اَطْلَقْتُ الْبَعِیْرَ مِنْ عِقَالِہٖ وَطَلَّقْتُہٗ ۔ میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔ اسی سے محاورہ ہے طَلَّقْتُ الْمَرْاَۃَ ۔ یعنی میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا۔

= خَرَقَھَا ۔ اس نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ اس نے اس کو قطع کر دیا۔ خَرَقَ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضَرَبَ) ھَا ضمیر مفعول واحد مونث غائب (کشتی کے لئے ہے)

خَرْقٌ ۔ خَلْقٌ کی ضد ہے۔ خَلْقٌ کے معنی ہیں اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانا اور خرق کے معنی ہیں کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا۔ بے سوچے سمجھے کسی کام کو کرنے یا بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکالنے کو بھی خرق کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَخَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَبَنَاتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ (۶ : ۱۰۰) اور بے سمجھے (جھوٹ اور بہتان کے طور پر) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں۔

= اَھْلَھَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس پر سوار لوگ۔

= شَیْئًا اِمْرًا ۔ تکلیف دہ۔ یا خلاف شرع یا خلاف عقل چیز۔ اِمْرًا ۔ ای مُنْکَرًا (مجاہد) یعنی امر منکر و معیوب۔ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ۔ آپ نے یقیناً بہت بری بات کر ڈالی۔ اِمْرًا ۔ بھاری عجیب۔ عظیم۔ انوکھا۔ قابل انکار۔ علامہ بغوی کا قول ہے کہ عربی لغت میں اِمْرٌ بمعنی دَاھِیَۃٌ (خوفناک) ہے۔

۱۸ : ۷۳ = لَا تُؤَاخِذْنِیْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میری گرفت نہ کر تو مجھے نہ پکڑ۔ میرا مواخذہ نہ کر۔

= بِمَا ۔ بَا سببیہ ہے۔ اور مَا مصدریہ ہے۔ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ ۔ میری بھول چوک پر میری گرفت نہ کر۔ قرآن حکیم میں اس کی مثال یہ آیت ہے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا (۳۲ : ۱۴) سو اب مزہ چکھو بر سبب اپنے اس دن کے آنے کو بھول جانے کا۔

= لَا تُرْھِقْنِیْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اَرْھَقَ یُرْھِقُ اِرْھَاقٌ (افعال) اَرْھَقَہٗ ظُلْمًا ظلم میں مبتلا کرنا۔ اَرْھَقَہٗ اِثْمًا ۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ اَرْھَقَہٗ عُسْرًا ۔ کسی کو تکلیف دینا یا تکلیف دہ کام لینا۔ لَا تُرْھِقْنِیْ فَلَا اَرْھَقَکَ اللّٰہُ تم مجھ پر سختی نہ کرو۔ تم پر اللہ سختی نہ کریگا۔ لَا تُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ۔ میرے اس معاملہ میں مجھ پر سختی نہ کر۔ ادھاق ۔ کسی پر ایسا بوجھ لاد دینا کہ جس کا اٹھانا اس کے لئے ازبس مشکل ہو۔

= عُسْرًا ۔ عُسْرٌ ۔ تنگی۔ دشواری۔ مشکل۔ سختی۔ یُسْرٌ (آسانی) کی ضد ہے یہ تُرْھِقْنِیْ

کا مفعول ثانی ہے۔

۱۸: ۷۴ = زَكِيَّةً۔ گناہوں سے پاک، معصوم زَكَاءٌ بروزن فَعِيْلَةٌ صفت مشبہ کا واحد مؤنث ہے۔

= بِغَيْرِ نَفْسٍ۔ بغیر کسی سبب کے (ابن کثیر) بغیر قصاص کے۔ بغیر کسی گناہ کے۔ بغیر کسی جان کے بدلہ کے۔

= نُكْرًا۔ ایسا مشکل امر جو سمجھ میں نہ آسکے۔ امر عظیم۔ ایسا امر جس سے سب کانوں پر ہاتھ رکھیں نُکر۔ کا درجہ قبح میں اِمْرٌ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ سخت نامرغوب۔

الانکار کے اصل معنیٰ انسان کے دل پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں جسے وہ تصور میں نہ لا سکتا ہو۔ المُنْكَرُ ہر وہ فعل جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے یا عقل کو اس کے حسن و قبح میں توقف ہو۔ مگر شریعت نے بھی اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا۔ یقیناً آپ نے بڑا بیجا اور نازیبا فعل کیا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ (۱۶)

الکہف ٭ مَرْيَمْ ٭ طٰہٰ ٭

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ

١٨: ٧٥ = لَنْ تَسْتَطِيعَ۔ تو ہرگز نہیں کر سکے گا۔ ملاحظہ ہو آیت ٦٧ سورۃ ہذا۔

١٨: ٧٦ = لَا تُصٰحِبْنِيْ۔ تو مجھے اپنی صحبت میں نہ رکھنا۔ تو مجھے ساتھ نہ رکھنا۔ مُصَاحَبَةٌ۔ (مُفَاعَلَةٌ) سے فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم

= قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا بے شک آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ چکے۔ یعنی میرا کوئی عذر نہیں ہوگا۔

١٨: ٧٧ = اِسْتَطْعَمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب اسْتِطْعَامٌ (اِسْتِفْعَالٌ) ان دونوں نے کھانا مانگا

= اَبَوْا۔ انہوں نے سختی سے انکار کیا۔ باب ضرب وفتح۔ ابی مادہ اِبَاءٌ مصدر۔ اَلْاِبَاءُ۔ کے معنی سختی سے انکار کرنا کے ہیں۔ یہ لفظ امتناع سے خاص ہے ہر اباء کو امتناع کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہر امتناع کو اباء نہیں کہہ سکتے۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ (٢: ٣٤) اس نے سختی سے انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔

= يُضَيِّفُوْهُمَا۔ ضَيَّفَ يُضَيِّفُ تَضْيِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مضارع جمع مذکر غائب هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب (کہ) وہ ان دونوں کو مہمان بنائیں یعنی ان کی مہمانی کریں۔

= (اَنْ) يَّنْقَضَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اِنْقِضَاضٌ (انفعال) کہ گر پڑے۔ يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ وہ (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔ قضض مادہ
قَضَضْتُهٗ فَانْقَضَّ۔ میں نے اسے گرایا تو وہ گر پڑا۔

= لَتَّخَذْتَ۔ لَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اِتَّخَذْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے۔ بمعنی لینا۔ پکڑنا۔ قرآن مجید میں ہے قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا (٢: ٨٠) ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے۔

لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ اگر تم چاہتے تو اس کام کا معاوضہ لے لیتے

١٨: ٧٨ = سَاُنَبِّئُكَ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم تَنْبِئَةٌ مصدر (باب تفعیل) بمعنی بتانا۔ خبر دینا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ میں ابھی تجھے بتائے دیتا ہوں۔

= تَاْوِيْلِ۔ اول سے مشتق ہے اَوَّلَ يُاَوِّلُ تَاْوِيْلٌ (باب تفعیل) جس کے معنی ہیں

کسی چیز کا اصل کی طرف رجوع ہونا۔ جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے تو اسے مَوْئِل کہتے ہیں!
ملاحظہ ہو (۱۸ : ۵۸) پس تَاوِیْلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا ہے جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے
مقصود ہوتی ہے۔ غایت مقصود۔ حقیقت۔ تاویل۔ تفسیر۔

١٨ : ۷۹ = يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ۔ جو دریا میں کام کرتے تھے۔ یعنی جو دریا میں ملاحی کا کام کرتے تھے
= اَعِيْبَهَا۔ مضارع منصوب واحد متکلم۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ نصب بوجہ عمل
اَنْ ہے۔ (کہ) میں اسے عیب دار کردوں۔

= وَرَاءَهُمْ۔ وَرٰى يَرٰى سے وَرَاءٌ مصدر ہے۔ جس کے معنی حد فاصل۔ آڑ۔ کسی چیز کا
آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔ ہونا کے ہیں۔

آگے کے معنی میں وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ (ایت ھذا) اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا
پیچھے کے معنی میں۔ اِرْجِعُوْا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (۵۷ : ۱۳) پیچھے کو لوٹ جاؤ اور وہاں
نور تلاش کرو۔

آڑ کے معنی میں۔ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ۔ (۵۹ : ۱۴) یا دیواروں کی اوٹ میں۔

علاوہ وسوا کے معنی میں۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۲۳ : ۷)
اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ خدا کی (مقرر کردہ) حد سے نکل جانے والے ہیں۔

= غَصْبًا۔ مصدر ہے۔ حالتِ نصب۔ غَصَبَ يَغْصِبُ (ضَرَبَ) سے۔ زبردستی چھین لینا
(بغیر حق کے)

١٨ : ٨٠ = فَخَشِيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ خَشْيَةٌ مصدر (باب سمع) ہم ڈرے۔ ہمیں اندیشہ ہوا
الخازن میں ہے فَعَلِمْنَا۔ ہمیں معلوم ہوا۔

= اَنْ يُّرْهِقَهُمَا۔ اَرْهَقَ يُرْهِقُ اِرْهَاقٌ (افعال) مضارع واحد مذکر غائب
منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ هُمَا تثنیہ مذکر غائب۔ اِرْهَاقٌ اثر انداز ہونا۔ اکسانا۔ متبلا کرنا۔
مجبور کرنا۔ زبردستی چھا جانا۔ دشواری میں ڈالنا۔

اَرْهَقَهٗ ظُلْمًا ظلم میں متبلا کرنا۔ اَرْهَقَهٗ اِثْمًا۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ رَهِقَ واَرْهَقَ
(مجرد و مزید فیہ) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۱۰ : ۲۷) اور ان
پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا۔ (۷۴ : ۱۷) ہم عنقریب اس کو عذاب سخت میں
متبلا کریں گے۔ اور وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا (۱۸ : ۷۳) اور میرے (اس) معاملہ میں مجھ کو
دشواری میں نہ ڈالئے۔ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا کہ وہ ان دونوں (ماں باپ) کو (سرکشی اور کفر پر) مجبور کر دیگا

تقدیر کلام یوں ہوگی: **فخشینا ان یرھقھما طغیانًا وّ کفرًا الّو بقی حیًّا**

١٨: ٨١ = یُبْدِلَھُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب اِبْدَالٌ مصدر۔ ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر۔ کہ وہ ان دونوں کو بدلہ میں دیدے۔ ھُمَا ضمیر مفعول اوّل ہے اس کے بعد ولدًا (محذوف) مفعول ثانی ہے۔ ای اَنْ یُّبْدِلَھُمَا رَبُّھُمَا وَلَدًا خَیْرًا مِّنْہُ کہ ان کا پروردگار ان کو بیٹا جو اس (پہلے جس کو قتل کیا گیا تھا) سے بہتر ہو۔

= زَکٰوۃً۔ گناہوں اور اخلاق رذیلہ سے پاکیزگی۔

= رُحْمًا۔ مصدر ہے۔ رَحِمَ یَرْحَمُ رَحْمَۃٌ ومَرْحَمَۃٌ ورُحْمًا ورُحُمًا۔ مہربان ہونا۔ شفقت کرنا۔

ہر دو زَکٰوۃً وَرُحْمًا منصوب بوجہ تمیز کے ہیں (جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں اس سے بڑھ کر ہو۔

= اَقْرَبُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ قریب۔

١٨: ٨٢ = اَشُدَّ ھُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْاَشُدُّ وَالْاَشَدُّ۔ سِن بلوغ۔ جوانی کی عمر پورا زور۔ بَلَغَ فُلَانٌ اَشُدَّہٗ وہ سِن بلوغ کو پہنچا۔ وہ جوانی کی عمر تک پہنچا۔ شدد مادّہ اَشُدَّ ھُمَا۔ اپنے سن بلوغ کو۔

= یَسْتَخْرِجَا۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) تثنیہ مذکر غائب۔ اصل میں یَسْتَخْرِجَانِ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ استخراج (استفعال) مصدر، وہ دونوں نکال لیں

= رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ۔ تیرے پروردگار کی مہربانی۔ رَحْمَۃً۔ اَرَادَ کا مفعول لہٗ ہے کہ ان پر رحمت کرنے کے لئے پروردگار نے چاہا کہ اَنْ یَّبْلُغَا اَشُدَّ ھُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَھُمَا۔ یا یہ مصدر منصوب ہے اس صورت میں اَرَادَ بمعنی رَحِمَھُمَا ہے۔

= عَنْ اَمْرِیْ۔ اپنی مرضی سے۔ اپنی رائے سے۔

= ذٰلِکَ۔ یعنی جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

= لَمْ تَسْطِعْ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ بمعنی ماضی منفی تو (صبر) نہ کر سکا۔ اس کا ماضی اِسْطَاعَ سے ہے۔ اِسْطَاعَ اصل اِسْتَطَاعَ (باب) استفعال) ہی ہے تا کو تخفیفًا حذف کر دیا گیا ہے۔ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْھَرُوْہُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَہٗ نَقْبًا (١٨: ٩٧) پھر ان کو یہ قدرت نہ رہی کہ وہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔

تَسْطِعْ اصل میں تَسْطِیْعُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے لام کلمہ مجزوم ہوا اور اجتماع ساکنین سے ی حرفِ علت گر گیا۔

فائدہ ١٨

آیۃ ٧٩ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا (اَرَدْتُّ صیغہ واحد متکلم) آیہ ٨١ میں فَاَرَدْنَا اَنْ یُّبْدِلَهُمَا ..... رُحْمًا (صیغہ جمع متکلم) اور آیۃ ٨٢ میں فَاَرَادَ رَبُّكَ ..... رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ مفسرین اس کی توضیح یوں فرماتی ہے:۔

اگرچہ خیر و شر، نفع و ضرر ہر چیز کا خالق حقیقی اللہ ہے لیکن اہل ادب و عرفان کا طریقہ ہے کہ جب خیر اور نفع کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور جب شر اور ضرر کے ذکر کا موقع آتا ہے تو اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ٥ (٢٦ : ٨٠) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء بخشتا ہے۔ یہاں کشتی توڑنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کشتی توڑنا مذموم ہے اور جب دیوار درست کرنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کیونکہ وہ خیر محض ہے۔ قتل غلام کے دو پہلو تھے۔ ایک خیر۔ اس لئے کہ اس کے والدین کو نافرمان بیٹے کے عوض میں نیک اولاد دی جا رہی ہے۔ اور دوم شر۔ اس لئے کہ بظاہر ایک معصوم بچے کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تاکہ خیر کے پہلو کی نسبت ذات خداوندی کی طرف ہو جائے اور شر کا پہلو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ علامہ بدر الدین زرکشی رحمہ نے اسی توجیہ کو پسند فرمایا ہے! (ضیاء القرآن)

١٨: ٨٣ = ذِی الْقَرْنَیْنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ترکیب اضافی بحالتِ جرّ۔ دو سینگوں والا۔ قَرْنَیْنِ۔ جمع۔ قَرْنٌ واحد۔ دو کنارے۔ دو سینگ۔ ایک نیک عادل با اقتدار بادشاہ کا نام جس کی شخصیت کے تعین میں اختلاف ہے۔

= سَاَتْلُوْا۔ سَ حرف۔ مضارع کو مستقبل قریب کے معنی میں مخصوص کر دیتا ہے۔

اَتْلُوْا۔ مضارع واحد متکلم۔ تِلَاوَةٌ مصدر۔ میں عنقریب پڑھ کر سناؤں گا۔ میں عنقریب بیان کروں گا۔ تلو مادہ

١٨: ٨٤ = مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم تَمْكِیْنٌ (تفعیل) مصدر ہم نے تمکین بخشی۔ ہم نے جما و عطا کیا۔ ہم نے با اقتدار بنا دیا۔ مَكِنَةٌ۔ آشیانہ۔ ٹکنے کی جگہ۔ اِمْكَانٌ (اِفْعَالٌ) با اقتدار ہونا، قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ مَكِیْنٌ۔ جم کر رہنے والا۔

= سَبَبًا۔ سامان۔ ذریعہ۔ رسّی جس سے درخت پر اوپر چڑھا اور نیچے اترا جاتا ہے پھر اس کے مناسبت سے ہر اس شیٔ کو سَبَبٌ کہا جاتا ہے جو دوسری شیٔ تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہو خواہ وہ علم ہو قدرت ہو۔ آلات ہوں۔

سَبَبًا۔ یعنی ایسے ذرائع از قسم علم و قدرت و آلات کہ جن سے وہ کام لے کر ہر چیز تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ اس کی جمع اَسْبَابٌ ہے جس سے مراد کسی چیز کو حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

راہ کو بھی سَبَبٌ کہہ سکتے ہیں کہ جس پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔

۱۸: ۸۵ = فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔ وہ ایک راستہ پر ہولیا۔ وہ ایک راہ پر روانہ ہوا۔

۱۸: ۸۶ = حَمِئَةٍ۔ حَمَأٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے حَمَأٌ۔ دلدل۔ کیچڑ۔ گارا۔

حَمِئَةٍ۔ کیچڑ والا۔ دلدل والا۔ حمئٌ مادہ۔

= مَغْرِبَ الشَّمْسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غروب آفتاب کی جگہ۔ یہاں تصویری زبان استعمال کی گئی ہے۔ مغرب الشمس سے مراد کوئی ایک جگہ نہیں جہاں سورج فی الواقع اس جگہ میں غروب ہوجاتا ہے۔ غروب آفتاب کا منظر دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دور افق میں سورج زمین میں چھپ گیا ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

یہاں بھی جب ذوالقرنین ایک جھیل یا سمندر کے کنارے پہنچا تو سورج یوں معلوم ہوتا تھا کہ دور سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

= اِمَّا۔ یا۔ خواہ۔ اگر۔ اِمَّا کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ ابہام۔ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (۹: ۱۰۶) اور کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ہیں ان کا معاملہ ملتوی ہے خواہ وہ ان کو سزا دے خواہ وہ ان کی توبہ قبول کرلے۔ یا جَاءَ اِمَّا زَيْدًا وَاِمَّا عَمْرًا۔ زید آیا ہے کہ عمر۔

۲۔ تفصیل۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۷۶: ۳) ہم نے اس (انسان) کو راستہ دکھلایا۔ اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر جئے۔

۳۔ تخییر (اختیار دینا) جیسے اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا۔ (آیت ہذا) خواہ ان کو سزا دو۔ خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

یا اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى۔ (۲۰: ۶۵) تو کیا پہلے آپ (اپنا عصا) پھینکیں گے یا ہم ہی پہلے ڈالنے والے بنیں۔

۱۸: ۸۷ = اَمَّا۔ حرفِ شرط استعمال ہوا ہے (اس کے حرفِ شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

اس کے بعد حرف فَاء کا آنا لازم ہے ، پس ، سو ، لیکن ، مگر ۔ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ سو جو ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے ۔

یہ تفصیل اور تاکید کے لئے بھی آتا ہے ۔ مثلاً اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ (۱۸:۷۹) وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی ۔

اور تاکید کی مثال اَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ ۔ لیکن زید وہ تو ضرور جانیوالا ہے ۔

= عَذَابًا نُّكْرًا ۔ شدید عذاب ، سخت عذاب ۔ موصوف صفت ۔ عَذَابًا بوجہ نُعَذِّبُ کے مصدر ہونے کے منصوب ہے ۔

۱۸:۸۸ = يُسْرًا ۔ آسانی ، سہولت ۔ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۔ ہم اسے ایسے احکام کا حکم دیں گے جن کا بجالانا آسان ہو گا ۔

۱۸:۸۹ = اَتْبَعَ ۔ اِتْبَاعٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ وہ پیچھے لگ گیا پیچھے چل پڑا

اَتْبَعَ سَبَبًا ۔ وہ ایک (اور) راہ پر چل نکلا ۔ یا چل پڑا ۔

۱۸:۹۰ = مَطْلِعَ الشَّمْسِ ۔ مَطْلِع ظرف مکان مضاف شمس مضاف الیہ ۔ طلوع ہونے کی جگہ ۔ سمتِ مشرق میں انتہائی آبادی پر ۔ (کوئی پہاڑ وغیرہ)

= مِنْ دُوْنِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب شمس کے لئے ہے ۔

= سِتْرًا ۔ حجاب ، پردہ ۔ سُتُوْرٌ وَاَسْتَارٌ جمع ۔ (سورج کی گرمی سے بچنے کی) آڑ ۔ سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے لباس اور مکان ہر دو کی ضرورت ہے ۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۔ یعنی سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے نہ ان کے پاس لباس تھا نہ مکان ۔

۱۸:۹۱ = كَذٰلِكَ ۔ خبر ۔ اس کا مبتدا محذوف ۔ ای امرُ ذی القرنین كَذٰلِكَ ۔ یوں ہے ذی القرنین کا حال ۔ ذٰلِكَ کا اشارہ ذوالقرنین کا وہ ذکر جو اوپر مذکور ہوا ہے

= قَدْ اَحَطْنَا ۔ تحقیق ہم احاطہ کئے ہوئے ہیں ۔ بِمَا لَدَيْهِ جو اس کے پاس تھا ۔ خُبْرًا ۔ ای عِلْمًا ۔ یعنی جو کچھ اس کے پاس تھا اس کی ہمیں پوری خبر تھی ۔ یعنی جو ساز و سامان آلات و اسباب ۔

قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے ۔

۱۸:۹۳ = السَّدَّيْنِ ۔ دو پہاڑ ۔ دو آڑ ۔ سَدٌّ کا تثنیہ ہے ۔

= لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ وہ کوئی بات آسانی سے نہیں سمجھ سکتے تھے ۔ كَادَ يَكَادُ ۔ افعال مقاربہ میں سے ہے ۔

۱۸: ۹۴ = خَرْجًا ۔ خراج، محصول۔ باج۔ مال ۔ اَخْرَاجٌ جمع۔
هَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا ۔ کیا ہم تمہارے لئے کچھ مال اکٹھا کردیں۔
= عَلٰٓى اَنْ ۔ یہاں بشرطیکہ کے معنی میں آیا ہے۔ یا، تاکہ۔ عربی میں کہتے ہیں اُحَدِّثُكَ عَلٰٓى اَنْ تَسْتُرَهٗ ۔ میں تم کو بتاتا ہوں بشرطیکہ۔ تم اسے رازمیں رکھو۔
۱۸: ۹۵ = مَكَّنِّيْ ۔ اصل میں مَكَّنَ نِيْ تھا مَكَّنَ واحد مذکر غائب ماضی۔ تَمْكِيْنٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ اس نے مجھے جگہ دی۔ اس نے مجھے بااقتدار بنایا۔ اس نے مجھے اختیار دیا۔ اس نے مجھے (جس سلطنت، مال و دولت و دیگر اسباب پر) قدرت دی ہے۔
مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ ۔ وہ دولت واقتدار و مال واسباب جس پر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے
= اَعِيْنُوْنِيْ ۔ اِعَانَةٌ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔
= بِقُوَّةٍ ۔ جسمانی مشقت۔ محنت۔
= اَجْعَلْ مضارع مجزوم واحد متکلم۔ مجزوم بوجہ جواب امر کے ہے۔
= رَدْمًا ۔ موٹی دیوار۔ سدِ محکم۔ رَدَمَ يَرْدِمُ (ضرب) کا مصدر ہے جس کا معنی رخنہ کو پتھروں سے بند کردینا ہے۔ یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔
۱۸: ۹۶ = اٰتُوْنِيْ ۔ تم میرے پاس لاؤ۔ اٰتُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ن ی وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اِتْيَانٌ مصدر۔
= زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۔ لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے۔ بڑی بڑی چادریں۔ زُبْرَةٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔ یعنی لوہے کی بڑی سلیں۔
= سَاوٰى ۔ ماضی واحد مذکر غائب مُسَاوَاةٌ مصدر۔ اس نے برابر کردیا۔ وہ برابر ہوگیا
= الصَّدَفَيْنِ ۔ صَدَفٌ سے تثنیہ۔ صَدَفٌ کے معنی کنارِ کوہ کے ہیں جہاں جاکر پہاڑ کا اوپر کا سرا تمام ہوتا ہے۔ الصَّدَفَيْنِ پہاڑ کے دونوں کنارے۔ صدف کے معنی سیپ اور اونٹ کی ٹانگوں کی کجی کے بھی ہیں۔
اعراض برتنے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا (۶: ۱۵۷) تو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو خدا کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے منہ پھیرلے۔
= اُنْفُخُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر نَفْخٌ (باب نصر) سے مصدر تم پھونک مارو۔ تم دھونکو

(یعنی جب اس نے دونوں پہاڑوں کے کناروں کے درمیان والے خلاء کو پاٹ دیا لوہے کی چادروں سے تو کہا کہ اب آگ دھکاؤ)

= جَعَلَهٗ نَارًا۔ اس نے اس کو آگ کی طرح سرخ کردیا۔ یعنی درمیانی آہنی دیوار کو آگ کی طرح سرخ کردیا۔ لفظی معنی ہیں اس نے اس کو آگ بنادیا۔

= اُفْرِغْ۔ مضارع واحد متکلم مجزوم بوجہ جواب امر۔ اَلْفَرَاغُ کے معنی خالی ہونا۔ فَارِغٌ خالی جیساکہ قرآن مجید میں ہے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا (٢٨: ١٠) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ (گویا خوف کی وجہ سے عقل سے خالی ہو چکا تھا۔ عربی میں کہتے ہیں اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ۔ میں نے ڈول سے پانی بہاکر اُسے خالی کردیا۔ اور جگہ ہے اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (٢: ٢٥٠) اورخطرات وخدشات سے خالی کرکے) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔

اُفْرِغْ۔ کہ میں ڈال دوں۔ میں بہا دوں۔ عَلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب لوہے کی دیوار کے لئے ہے۔ کہ میں انڈیل دوں اس (دیوار) پر

= قِطْرًا۔ پگھلا ہوا تانبہ۔ تقدیر کلام یوں ہے اٰتُوْنِیْ قِطْرًا اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا۔ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ میں اس کو اس (لوہے کی دیوار) پر انڈیل دوں

١٨: ٩٧ = اِسْطَاعُوْا۔ اصل میں اِسْتَطَاعُوْا تھا۔ ت اور ط قریب المخرج جمع ہوئے ت حذف ہو گئی (نیز دیکھو ١٨: ٨٢) ماضی جمع مذکر غائب وہ نہ کر سکیں۔ ان میں استطاعت نہ ہوئی

= يَظْهَرُوْهُ۔ کہ اس پر غالب آسکیں۔ مطلب یہ کہ اس پر چڑھ سکیں۔

فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔ سو وہ اس پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں نقب لگا سکیں گے۔

١٨: ٩٨ = هٰذَا۔ سد کی طرف اشارہ ہے۔ وہ دیوار جو اس نے آڑ کے لئے بنائی تھی۔

= دَكَّاءَ۔ واحد دَكَّاوَاتٌ جمع۔ نرم پہاڑ۔ مٹی کا پشتہ۔ ہموار شدہ سطح۔

دَكَّ يَدُكُّ (نصر) کوٹنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ہموار کرنا۔ مدکوک۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ کیا ہوا۔ وہ اسے ریزہ ریزہ کردے گا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (٨٩: ٢١) جب زمین توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔

= فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ۔ ای فاذا جاء وقت وعد ربی۔ وقت وعدہ سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے۔ اور یاجوج ماجوج کا یوم خروج بھی۔ سیاق قرآن کے مطابق دونوں صورتیں مراد ہو سکتی ہیں۔

١٨ : ٩٩ = تَرَكْنَا ۔ ماضی جمع متکلم بمعنی مستقبل ہم چھوڑیں گے ۔ یہاں جَعَلْنَا کے مرادف استعمال ہوا ہے ۔ یعنی کر دیں گے ۔

= یَمُوْجُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوْجٌ مصدر (باب نصر) لہریں مارتے ہوں گے

١ ۔ اگر وعد ربی سے مراد یوم قیامت ہے تو یہاں بَعْضَهُمْ کی ضمیر الناس کے لئے ہے کہ خلقت جن وانس اس روز کی ہولناکی اور شدت اضطراب سے طوفانی سمندر کی لہروں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر گڈمڈ ہو رہے ہوں گے ۔

٢ ۔ اگر وَعْدُ رَبِّيْ سے مراد سَدِّ ذوالقرنین کا انہدام ہے اور یاجوج ماجوج کے خروج کا دن ہے تو ضمیر اگر (ا) النَّاس کے لئے ہے تو مطلب یہ ہے کہ یاجوج ماجوج باہر نکل پڑیں گے تو لوگ خوف و ہراس سے متلاطم سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہونگے

(ب) اگر ضمیر یاجوج ماجوج کے لئے ہے جیسا کہ ابوحیان کا قول ہے تو مطلب یہ ہے کہ سد کے انہدام پر یاجوج ماجوج اس ازدحام کی صورت میں باہر نکلیں گے کہ کثرت و سرعت میں ایکدوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہوں گے ۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ ۔ اور اس روز ہم ان کو ایسا کر دیں گے کہ سمندر کی تند موجوں کی طرح ایک دوسرے سے الجھ رہے ہوں گے ۔

= وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۔ اور صور پھونکا جائیگا پھر ہم سب کو جمع کر لیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدم دیوار کا وقوع قرب قیامت میں ہوگا ۔

١٨ : ١٠٠ = عَرَضْنَا عَرْضًا ۔ عَرَضْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ عَرْضًا ۔ مصدر تاکید کے لئے لائی گئی ہے ۔ ہم بالکل سامنے پیش کر دیں گے ۔

١٨ : ١٠١ = غِطَاءٍ ۔ ڈھکنا ۔ سرپوش ۔ جو طباق کی قسم میں سے ہو ۔ کپڑے وغیرہ کا نہ ہو ۔ مراد غفلت ۔ موٹا پردہ ۔ لباس وغیرہ قسم کی چیز کو غِطَاءٌ کہتے ہیں ۔ بطور استعارہ غِطَاءٌ (پردہ) کا لفظ جہالت وغیرہ پر بولا جاتا ہے قرآن مجید میں اور جگہ ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (٥٠ : ٢٢) ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِيْ ۔ جن کی آنکھوں پر پردے پڑے تھے میری یاد سے

١٨ : ١٠٢ = نُزُلًا ۔ اسم ۔ نزل سے مادہ ۔ نَزَلَ يَنْزِلُ (ضرب) نُزُوْلٌ مصدر ۔ اس کے معنی بلند جگہ سے نیچے اترنے کے ہیں ۔ اَلنُّزُلُ وہ کھانا جو آنے والے مہمان کے لئے تیار کیا جائے طعام مہمانی ۔ طعام ضیافت ۔

یہاں جہنم کو کافروں کے لئے مہمانی طنزاً کہا گیا ہے اور جگہ قرآن میں ہے فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا (۳۲ : ۱۹) ان کے لئے باغ ہیں بطور مہمانی کے۔

۱۸ : ۱۰۳ = اَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۔ اَخْسَرِيْنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ بحالت جر۔ اَخْسَرُ کی جمع خُسْرَانٌ وخَسَارَةٌ مصدر۔ زیادہ نقصان میں رہنے والے۔ زیادہ گھاٹا پانے والے۔

اَعْمَالًا منصوب بوجہ تمیز کے۔ بلحاظ عمل۔

۱۸ : ۱۰۴ = اَلَّذِيْنَ اسم موصول برائے اَخْسَرِيْنَ ہے

= يُحْسِنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِحْسَانٌ مصدر (افعال) وہ اچھا (کام، عمل) کرتے ہیں

= صُنْعًا۔ صَنَعَ يَصْنَعُ کا مصدر ہے بمعنی کاریگری۔ اچھا کام کرنا۔ بنانا۔ صُنْعٌ کے معنی کام کو عمدگی سے کرنا۔ اس لئے ہر صنع فعل ہو سکتا ہے لیکن ہر فعل صنع نہیں ہو سکتا۔ اسی سے ہے صَانِعٌ کاریگر۔ مَصْنُوْعٌ بنائی ہوئی چیز۔

۱۸ : ۱۰۵ = حَبِطَتْ وہ اکارت ہو گئے، وہ ضائع ہو گئے۔ وہ مٹ گئے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

= لَا نُقِيْمُ۔ مضارع منفی جمع متکلم اِقَامَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم قائم نہیں کریں گے۔

الاقامۃ (افعال) فِي الْمَكَانِ کے معنی کسی جگہ پر ٹھہرنے اور قیام کرنے کے ہیں اور اقامۃ الشئ (کسی چیز کی اقامۃ) کے معنی اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (۵ : ۶۸) کہو کہ اے اہل کتاب جب تک تم تورات اور انجیل کو قائم نہیں رکھو گے تم کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے یعنی جب تک علم و عمل سے ان کے پورے حقوق ادا نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا نمازیوں کی تعریف کی گئی ہے وہاں اِقَامَةٌ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ نماز سے مقصود محض اس کی ظاہری ہیئت کا ادا کرنا نہیں ہے بلکہ اسے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے

یہاں لَا نُقِيْمُ ...... وَزْنًا کے معنی ہیں کہ ہم اسے کوئی وزن نہیں دیں گے۔ ہمارے ہاں اس کی کوئی قدر و وقعت نہ ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے یاتی ناس باعمال یوم القیامۃ ھی عندھم فی العظم کجبال تھامۃ فاذا وزنوھا لم تزن شیئا۔ لوگ قیامت کے دن اپنے ایسے اعمال پیش کریں گے جو ان کے نزدیک تہامہ پہاڑ جتنے عظیم ہوں گے۔ لیکن جب ان کو فرشتے وزن کریں گے تو ان کا کچھ بھی وزن نہ ہوگا۔

۱۸: ۱۰۶ = ذٰلِكَ ۔ یعنی ان کے کفر و معاصی کا انجام ۔ ان کے اعمال کا اکارت جانا۔
= جَزَاءُ هُمْ جَهَنَّمُ ۔ میں جھنم عطف بیان ہے جَزَاءُ هُمْ کا۔ کیونکہ اپنے متبوع جزار کی وضاحت کرتا ہے ۔
= بِمَا ۔ ب بدلہ، یا عوض کے لئے آیا ہے اور ما مصدریہ ہے یا بٓ سببیت کا ہے اور مَا مصدریہ ۔ یعنی بوجہ اس بات کے کہ انہوں نے (کفر کیا اور میری آیات و رسل کو مذاق بنالیا)
= هُزُوًا ۔ وہ جس کا مذاق بنایا جائے هَزِءَ يَهْزَأُ (فتح و سمع) کا مصدر ہے۔ هَزْءٌ هُزْءٌ وَهُزُوءٌ ۔ سب مصدر ہیں مادہ هزء ۔ یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول آیا ہے اور منصوب ہے
۱۸: ۱۰۷ = جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اگرچہ فردوس کے معنی بھی جنت کے ہی لئے جاتے ہیں ۔ لیکن یہاں اس کے معنی ایسی وادی جو انگوروں، پھولوں اور دیگر پھلوں سے بھرپور ہو ۔ فردوس کے باغات ۔
= نُزُلًا ۔ ملاحظہ ہو ۱۸: ۱۰۲ ۔
۱۸: ۱۰۸ = لَا يَبْغُوْنَ ۔ مضارع منفی ۔ جمع مذکر غائب ۔ وہ نہیں چاہیں گے ۔ بَغْيٌ مصدر ۔ بَغٰى يَبْغِيْ (ضرب) بَغْيٌ ۔
= حِوَلًا اس کا مادہ حول ہے ۔ حَالَ يَحُوْلُ حَوْلٌ حُؤُوْلٌ (نصر) بمعنی کسی چیز کا متغیر ہونا حَوَّلَ يُحَوِّلُ تَحْوِيْلٌ (تفعیل) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ۔ تَحَوَّلَ يَتَحَوَّلُ تَحَوُّلٌ (تفعّل) پھرنا ۔ یہاں حِوَلٌ بمعنی تَحَوُّلٌ آیا ہے ۔ یعنی پھرنا ۔ لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا وہاں سے وہ مکان بدلنا نہ چاہیں گے ۔ حِوَلًا مصدر ۔ جگہ بدلنی ۔ تبدیلی ۔ پلٹنا ۔
حَوْلٌ بمعنی سال ۔ حال (انسان وغیرہ کی وہ حالت جو نفس ۔ جسم اور مال کے اعتبار سے بدلتی رہے) اسی مادہ سے مشتق ہے ۔
۱۸: ۱۰۹ = مِدَادًا ۔ سیاہی ۔ روشنائی ۔ مَدَّ يَمُدُّ مَدٌّ بازوؤں کو پھیلانا، کسی کی عمر کو دراز کرنا حرف کو لمبا کر کے پڑھنا ۔ دوات کو روشنائی ڈال کر تیز کرنا ۔ اسی سے مُدَّةٌ ہے ۔
= لَنَفِدَ ۔ لَ تاکید کے لئے ہے نَفِدَ يَنْفَدُ (سَمِعَ) نَفَدٌ ۔ نَفَادٌ مصدر ۔ ضرور ختم ہو جائیگا ۔ اَلنَّفَادُ ختم ہو جانا ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَالَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۔ (۳۸: ۵۴) یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا ۔
= كَلِمٰتِ ۔ كَلِمَاتٌ ۔ جمع ۔ كَلِمَةٌ واحد ۔ معلومات الٰہیہ ۔ عجائبات قدرت و حکمت، باتیں
= اَنْ تَنْفَدَ ۔ کہ وہ ختم ہو ۔ تمام ہو ۔ نَفَدٌ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے :-

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔ ماہم چناں دراول وصف تو ماندہ ایم
= بِمِثْلِہٖ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مِدَادًا (روشنائی) کے لئے ہے
= مَدَدًا ۔ بطور امداد کے ۔

۱۸ : ۱۱۰ = یُوْحٰی ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وحی کی جاتی ہے ۔
= یَرْجُوْا ۔ مضارع واحد مذکر غائب رِجَاءٌ مصدر (باب نصر) وامید رکھتا ہے وہ امید کرتا ہے ۔
رَجَاءٌ اس ظن کو کہتے ہیں جس میں مستقبل میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو اگرچہ خوف و وہم کے معنی میں مستعمل ہے ۔

= لِقَآءَ ۔ حاصل مصدر مضاف ربِّہٖ (مضاف مضاف الیہ) مضاف الیہ۔ لَقِیَ یَلْقٰی (سمع) لِقَاءٌ لِقَاءَۃٌ ۔ لِقَایَۃٌ مصدر۔ ملاقات کرنا دیدار پانا ۔ آمنے سامنے آنا اور پالینا۔ اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک کر لینے کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ کُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْہُ (۳ : ۱۴۳) اور تم موت (شہادت) آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے ۔ یا اسی سورۃ میں آیا ہے لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا (۱۸ : ۶۲) اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے ۔
= فَلْیَعْمَلْ ۔ لِیَعْمَلْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ پس چاہیئے کہ وہ عمل کرے ۔ مجزوم بوجہ عمل لامِ امر ہے ۔
= لَا یُشْرِكْ ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب ۔ مجزوم بوجہ لام نہی ۔ چاہیئے کہ وہ نہ شریک کرے (اپنے رب کی عبادت میں کسی کو)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۹) سُوۡرَۃُ مَرۡیَمَ مَکِّیَّۃٌ (۹۸)

۱۹: ۱ = کٰہٰیٰعٰصٓ حروف مقطعات ہیں۔ جن کے معنی خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

۱۹: ۲ = ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا۔ اس میں ھٰذَا (محذوف) مبتدا ہے اور ذِکۡرُ رَحۡمَتِ ...... زَکَرِیَّا۔ اس کی خبر ہے۔

عَبۡدَہٗ مفعول ہے رَحۡمَتِ کا اور زکریا بدل ہے عَبۡدَہٗ کا

ترجمہ یوں ہوا۔ یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی۔

۱۹: ۳ = نَادٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَادٰی یُنَادِیۡ مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) وَنِدَاءٌ۔

اس نے پکارا۔ اس نے دعا مانگی۔ نِدَاءٌ پکار۔ دعا۔ آواز ندی مادہ۔

= خَفِیًّا۔ پوشیدہ۔ چھپی ہوئی۔ خَفَاءٌ (مصدر) سے جس کے معنی خفیہ اور پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ چپکے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مثلاً اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَۃً۔ (۷: ۵۵) اپنے پروردگار سے عاجزی اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔

۱۹: ۴ = رَبِّ۔ اصل میں یَا رَبِّیۡ تھا۔ حرف نداء (یا) اور مضاف الیہ (ی ضمیر واحد متکلم) کو اختصار کے لئے حذف کیا گیا۔

= وَھَنَ۔ وَھَنَ یَھِنُ (ضرب) وَھۡنٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (میری ہڈی) کمزور ہوگئی ہے۔

= عَظۡمُ۔ ہڈی۔ عِظَامٌ ہڈیاں۔ بروزن سَھۡمٌ، سِھَامٌ۔ وَھَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ میری ہڈی کمزور پڑ گئی ہے۔

= اِشۡتَعَلَ۔ باب افتعال سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِشۡتِعَالٌ کے معنی شعلہ بھڑکنے کے ہیں۔ اِشۡتَعَلَ۔ اس نے آگ پکڑی۔ شعلہ نکلا۔ مجازاً رنگت کے لحاظ سے بڑھاپے کے بالوں

کی سفیدی کو آگ سے تشبیہ دے کر اشتعال کا لفظ استعمال کیا ہے۔

= شَيْبًا۔ بڑھاپا۔ بالوں کی سفیدی۔ سر کے سفید ہونے کو شیب کہتے ہیں۔
شَابَ يَشِيْبُ (ضرب) کا مصدر ہے۔ اِشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا۔ میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا ہے۔

= شَقِيًّا۔ محروم۔ بدبخت۔ شَقَاوَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَشْقِيَاءُ جمع

= لَمْ اَكُنْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد متکلم۔ اَكُنْ اصل میں اَكُوْنُ تھا لَمْ کی وجہ سے ن ساکن ہو گیا۔ اجتماع ساکنین سے حرف علت و ساقط ہو گیا۔ اَكُنْ ہو گیا۔ لَمْ اَكُنْ میں نہیں ہوا۔ (یعنی میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا)

وَلَمْ اَكُنْ م بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ط میرے پروردگار تجھ کو پکار کر میں (کبھی) نامراد نہیں ہوا۔ یعنی میں نے تجھ سے جب ہی دعا مانگی تو نے قبول فرمائی ہے۔

۱۹: ۵ = اَلْمَوَالِيَ۔ مولیٰ کی جمع ہے وہ رشتہ دار جو ذوی الفروض ہوں وارثان کے بچے ہوئے مال کے وارث ہوں۔ چچا کے بیٹے۔ عام وارث۔ عام رشتہ دار۔ جو اپنی اولاد نہ ہونے کے باعث وارث بنیں۔ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآئِيْ۔ میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں (یعنی مجھے ڈر ہے کہ میری اپنی اولاد نہ ہونے کی صورت میں میرے دوسرے رشتہ دار میرے بعد میرے اس مرکز توحید کی خدمات اور دینی علوم عالی کے فرائض کے بجالانے میں قاصر رہیں گے۔ اور اس طرح میری ساری عمر کی محنت کو نقصان پہنچے گا)

= عَاقِرًا۔ بانجھ۔ عِقَارَةٌ مصدر۔ یہ كَانَتْ کی خبر ہے لہٰذا منصوب ہے۔

= رَضِيًّا۔ رَضِيٌّ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ۔ پسندیدہ ای مَرْضِيًّا عندك قولاً و فعلاً۔ یعنی قولاً و فعلاً تیرے نزدیک پسندیدہ ہو۔

۱۹: ۷ = سَمِيًّا۔ ہم نام۔ شَرِيْكًا لَهٗ فِي الْاِسْمِ جو نام میں اس کا شریک ہو۔ آیت کے شروع میں فَاَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهٗ وقال مقدر ہے۔

۱۹: ۸ = اَنّٰى يَكُوْنُ۔ کیف او من این یکونُ۔ کیسے اور کہاں سے۔ کیونکر (میرے ہاں بیٹا ہو سکتا ہے)

= عِتِيًّا۔ عَتَا يَعْتُوْ کا مصدر ہے۔ جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عُتُوٌّ ہی تھا۔ اس کے ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا۔ تو واؤ بھی یاء سے بدل گیا۔ اور عُتِيًّا ہو گیا۔ پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا کسرہ بھی لگا دیا گیا۔ تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے اس طرح عِتِيًّا ہو گیا۔ عُتُوٌّ کا معنی ہے سرکشی

نافرمانی ۔ اطاعت سے اکڑجانا۔ تکبر کرنا۔ حد سے بڑھ جانا۔ حکم عدولی کرنا۔
قرآن مجید میں ہے فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (۵۱: ۴۴) تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ دوسری جگہ ہے بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ (۶۷: ۲۱) لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں ـــــ یہاں عِتِيًّا سے کمال پیری مراد ہے ۔ جب آدمی کے اعضاء قابو میں نہیں رہتے اور وہ اپنی مرضی سے ان سے کام نہیں لے سکتا۔ وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ اور میں بڑھاپے کی اس منزل تک پہنچ گیا ہوں جہاں آدمی کے اعضاء بھی اس کو جواب دیجاتے ہیں۔

۱۹: ۹ = قَالَ كَذٰلِكَ ۔ کہا یوں ہی ہوگا۔ یا ایسے ہی ہوگا۔ یعنی باوجود تمہاری پیرانہ سالی کے اور باوجود تمہاری زوجہ کے عاقر ہونے کے تمہیں لڑکے کی بشارت ہے۔
= هَيِّنٌ ۔ آسان هَوْنٌ (نصر) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۹: ۱۰ = اٰيَةً ۔ کوئی ایسی نشانی کہ جس سے معلوم ہو کہ میری التجا منظور ہو گئی ہے تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں ۔علامۃ علی تحقق المسئول لاشکرک (نشانی کہ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب ظہور وعدہ کا وقت آ پہنچا اور میں بالکل مطمئن ہو جاؤں کہ تیرے فرشتہ نے جو بشارت مجھے پہنچائی ہے وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ ضیاء القرآن)
= اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ۔ ای اَنْ لَّا ۔ لَا تُكَلِّمَ ۔مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ تو کلام نہیں کرسکیگا تو بول نہیں کر سکیگا۔
= سَوِيًّا ۔ بھلا چنگا۔ جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔ درست ۔تندرست۔ صحیح ۔سالم۔ غیر ناقص۔ رَجُلٌ سَوِیٌّ ۔ وہ مرد جو اپنی خلقت میں ہر عیب۔ نقص، افراط و تفریط سے پاک ہو۔ سَوِيًّا حال ہے اور تُكَلِّمُ کا فاعل اس کا ذو الحال ہے۔
حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ سَوِيًّا کا تعلق ثَلٰثَ لَيَالٍ سے ہے۔ یعنی تین کامل راتیں

فَائِدَہ

آیت نمبر ۴ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے اور قَالَ سے مراد قَالَ زَكَرِيَّا ہے۔
آیت نمبر ۷ میں يٰزَكَرِيَّا سے لے کر مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حضرت زکریا کی دعا کے جواب میں۔ اس سے قبل فاجاب اللہ دعاءہ وقال مقدر ہے۔
آیت نمبر ۹ میں ۔ قَالَ كَذٰلِكَ میں قَالَ کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کلام بلاواسطہ حضرت زکریا سے نہیں بلکہ بواسطۂ فرشتہ بشارت آئندہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بواسطۂ فرشتہ کے ارشاد

فرمایا۔ ایسا ہی ہوگا۔ اور اگلی عبارت قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا۔ بھی ارشاد ربانی کا حصہ ہی ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ ارشاد ہوا: ایسا ہی ہوگا۔ تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان ہے اور اس سے بیشتر میں نے ہی تو تم کو پیدا کیا تھا درآنحالیکہ تم تو کچھ بھی نہ تھے

اسی طرح آیت نمبر ۱۰ قَالَ اٰیَتُكَ ...... سَوِيًّا۔ میں قَالَ کی ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ جواب بھی فرشتہ بشارت کے واسطے سے حضرت زکریا علیہ السلام کو دیا گیا۔

۱۹: ۱۱ = خَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کی طرف نکل آیا۔

= اَلْمِحْرَابِ۔ اسم مفرد مَحَارِيْبُ جمع۔ کمرہ۔ بالاخانہ۔ کوٹھڑی

= اَوْحٰىٓ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَوْحٰى يُوْحِيْ اِيْحَاءٌ۔ (افعال) اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ سے کہا ان کو

= اَنْ سَبِّحُوْا۔ سَبِّحُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ کہ تم تسبیح پڑھو۔ تم پاکی بیان کرو۔ تم عبادت کرو

= بُكْرَةً۔ دن کا اول حصہ۔ صبح۔

= عَشِيًّا۔ شام۔ امام راغبؒ نے اس کے معنی زوال سے لے کر صبح تک کے لکھے ہیں۔

۱۹: ۱۲ = اَلْحُكْمَ۔ حکمت، دانائی۔ فراست، عقل وفہم۔

= صَبِيًّا۔ بچہ۔ لڑکا۔ وہ بچہ جو بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ صَبَا۔ يَصْبُوْا صَبْوٌ صُبُوٌّ وَصِبَاءٌ۔ مصدر۔ بچپن کی طرف مائل ہونا۔ بچوں کی خصلت والا۔ صَبِيٌّ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع صِبْيَانٌ۔ صِبْيَةٌ ہے۔

۱۹: ۱۳ = حَنَانًا۔ حَنَّ يَحِنُّ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ رحمت۔ شفقت۔ مہربانی۔ اس کا عطف اَلْحُكْمَ پر ہے اور تنوین تفخیم (تعظیم وتکریم) کے لئے ہے۔

= زَكٰوةً۔ ستھرائی۔ پاکیزگی۔ اس کا عطف بھی اَلْحُكْمَ پر ہے۔ یعنی ہم نے اس کو دانائی نرم دلی۔ اور پاکیزگی بچپن میں ہی عطا فرمادی۔

= تَقِيًّا۔ پرہیزگار۔ متقی۔ وِقَايَةٌ مصدر وقی مادہ۔ وِقَايَةٌ کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنا۔ جو ایذا دے یا ضرر پہنچائے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۹: ۱۴ = بَرًّا۔ اَلْبَرُّ۔ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے اور اس کے معنی خشکی کے ہیں۔ پھر معنی کی وسعت کے اعتبار سے اس سے اَلْبِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا۔ جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنے کے ہیں۔ اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (۵۲: ۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ بندے نے

اپنے رب کی خوب اطاعت کی۔

اَلْبِرُّ۔ (نیکی) دو قسم پر ہے۔ اعتقادی اور عملی۔ اور آیت کریمہ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ........ الخ (۲:۱۷۷) نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں مال صرف کرے ... الخ اس میں دونوں قسم کی نیکی کا بیان ہے۔

بِرُّ الْوَالِدَيْنِ۔ کے معنی ہیں ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور احسان کرنا۔

بَرًّا بِوَالِدَيْهِ۔ اپنے والدین کے ساتھ نہایت اچھا سلوک اور احسان کرنے والا۔

بَرًّا صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کا عطف كَانَ کی خبر تَقِيًّا پر ہے۔ اور بدیں وجہ منصوب ہے

= جَبَّارًا عَصِيًّا۔ جَبَّارٌ۔ سرکش۔ زبردست دباؤ والا۔ انسانوں میں جبار وہ شخص ہے جو اپنے نقص کو علو مرتبت کے ادعا سے پورا کرنا چاہے۔ جس کا وہ مستحق نہیں۔ اس معنی میں جبار کا استعمال بطور مذمت ہوتا ہے۔ اور صفت باری تعالیٰ میں جو وصف جبار مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں قادر مطلق ہے۔

جَبَّارٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ عَصِيًّا۔ بڑا نافرمان۔ بہت بے حکم

مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ سے بروزن فَعِيْلٌ یا مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ صاحب البحر المحیط رقمطراز ہیں عَصِيًّا کے معنی ہیں کثیر العصیان عاصی کے ہیں۔ یعنی ایسا نافرمان جو بڑی نافرمانی کرے۔ یہ اصل میں عَصُوْيٌ تھا۔ بروزن فَعُوْلٌ جو مبالغہ کے لئے ہے۔

اور اس کا احتمال بھی ہے کہ بروزن فَعِيْلٌ ہو اور یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے

علامہ قرطبیؒ نے امام کسائی سے نقل کیا ہے کہ عَصِيٌّ اور عَاصٍ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اس صورت میں یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہوگا۔

جَبَّارًا عَصِيًّا ہر دو بوجہ خبر کے منصوب ہیں۔

۱۹:۱۶ = وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ۔ یہاں سے خطاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای اقرأ علیھم یا محمد فی القرآن قصۃ مریم۔ ان کو پڑھ کر سنایئے قصہ حضرت مریم کا۔ جو اس کتاب میں مذکور ہے۔ الکتاب سے مراد یا قرآن ہے یا سورۃ ہذا۔

= اِنْتَبَذَتْ۔ اِنْتِبَاذٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

اِعْتَزَلَتْ - یکسو ہوئی - ایک طرف ہوگئی تَخَلَّتْ تخلیہ میں ہوگئی - جدا ہوگئی - نَبْذٌ مادہ - اَلنَّبْذُ کے معنی اصل میں کسی چیز کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینے کے ہیں - جیسے فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ - (۳: ۱۸۷) تو انہوں نے (ناقابل التفات سمجھ کر) اسے پس پشت پھینک دیا۔

= مَكَانًا شَرْقِيًّا - منصوب بوجہ اسم ظرف

١٩: ١٧ = فَاتَّخَذَتْ حِجَابًا - پردہ کرلیا -

= مِنْ دُوْنِهِمْ - ای من دون اهلها - اہل خانہ کی طرف سے پردہ کرلیا -

= رُوْحَنَا - جبرئیل علیہ السّلام -

= فَتَمَثَّلَ - تَمَثَّلَ يَتَمَثَّلُ تَمَثُّلٌ (تفعّلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب کسی دوسری چیز کی صورت پکڑنے کو تمثّل کہتے ہیں - اس معنی میں جب تمثّل کا استعمال ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ لام سے ہوتا ہے - تَمَثَّلَ لَهَا - وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے بَشَرًا سَوِيًّا چنگا بھلا تندرست انسان بن کر - نیز ملاحظہ ہو (١٩: ١٠) مذکورہ بالا -

١٩: ١٩ = لِاَهَبَ - اَهَبَ - مضارع واحد اَهَبُ - مضارع واحد متکلم - منصوب بوجہ لام عاقبت - (یعنی انجام کار ظاہر کرنے کے لئے) وَهَبَ يَهَبُ (فتح) وَهْبٌ جس کے معنی دینے اور بخشنے کے ہیں - لِاَهَبَ لَكِ تاکہ میں دے جاؤں -

١٩: ٢٠ = لَمْ يَمْسَسْنِيْ - مضارع نفی جحد بلم - لَمْ يَمْسَسْ - مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب - ن وقایہ - ی ضمیر واحد متکلم - مجھے چھوا نہیں - مجھے ہاتھ نہیں لگایا - مجھ سے قربت نہیں کی - مَسٌّ مصدر باب فتح -

= لَمْ اَكُ - مضارع نفی جحد بلم - واحد متکلم - اَكُ اصل میں اَكُوْنُ تھا - لَمْ کے عمل سے نون ساکن ہوگیا - اجتماع ساکنین سے واؤ حرف علت گرگیا - اَكُنْ رہ گیا - ن کو اختصارًا ساقط کردیا گیا اَكُ رہ گیا -

= بَغِيًّا - بدکار - بَغْيٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ - بَغْيٌ میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کو بَغْيٌ کہتے ہیں -

١٩: ٢١ = قَالَ - ای قال الجبریل -

= كَذٰلِكَ - یہ یوں ہی ہوگا - یعنی باوجود اس امر کے کہ تجھے کسی بشر نے نہیں چھوا تیرے بچہ ہوگا - نیز ملاحظہ ہو ١٩: ٩ -

= لِنَجْعَلَهٗ - لام تعلیل کا ہے - نَجْعَلَ مضارع منصوب جمع متکلم - نصب بوجہ عمل اَنْ مقدرہ

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ تاکہ ہم بنادیں اس کو (۱) لوگوں کے لئے ایک نشانی بوجہ خارق عادت پیدائش کے اور (۲) ہماری طرف سے سراپا رحمت اسرائیل کی بھٹکی ہوئی قوم کے لئے۔

= وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا بچہ پیدا کرنے کا فیصلہ کردیا ہے اور اب یہ ہوکر رہیگا۔ اس میں تردّد کرنے کی ضرورت نہیں

۱۹: ۲۲ = فَحَمَلَتْهُ۔ پس اس نے اس کو اٹھایا۔ اس کو پیٹ میں رکھا۔ حَمَلَتْ حَمْلٌ سے ہے۔ جس کا معنی پیٹ کا بچہ۔ حَمْلٌ (اَحْمَالٌ) جمع ہے۔ ماضی واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع پیٹ کا بچہ ہے۔

= اِنْتَبَذَتْ۔ ملاحظہ ہو ۱۹: ۱۶۔ اِنْتَبَذَتْ بِهٖ۔ اس کو لے کر ایک طرف الگ ہو گئی

= قَصِيًّا۔ اَلْقَصِيُّ کے معنی بعید۔ دُور کے ہیں۔ اس کی جمع اَقْصَاءُ ہے۔ مؤنث قَصِيَّةٌ ہے اس کی جمع قَصَايَا ہے قُصُوٌّ مادہ۔ قَصَا يَقْصُوْا (نصر) قَصْوٌ و قُصُوٌّ و قَصَاءٌ مصدر مَكَانًا قَصِيًّا۔ دور جگہ۔

۱۹: ۲۳ = فَاَجَآءَهَا۔ پس وہ لے آیا اس کو۔ اَجَاءَ ماضی واحد مذکر غائب هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ اِجَاءَةٌ سے جس کے معنی لانے اور آنے پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ج۔ ی۔ ء مادہ

= اَلْمَخَاضُ۔ مَخِضَ يَمْخَضُ مِخَاضٌ و مَخَاضٌ۔ حاملہ کا دردزہ میں مبتلا ہونا۔ اَلْمَخَاضُ۔ دردزہ۔

= جِذْعِ۔ تنا۔ ٹہنا۔ شاخ۔ جُذُوْعٌ جمع شاخیں۔

= مِتُّ۔ ماضی واحد متکلم مَوْتٌ مصدر۔ میں مرگئی ہوتی۔ یہ ابواب ضرب، سمع، نصر ہر سہ میں مستعمل ہے۔

مِتُّ۔ یا تو باب ضرب سے ہے ای مَاتَ يَمِيْتُ جیسے جَاءَ يَجِيْئُ یا باب سمع سے ہے مَاتَ يَمَاتُ جیسے خَافَ يَخَافُ۔ موت۔ اجوف وادی ہے۔ اجوف میں جو واؤ اور یٰ متحرک ہو اور ماقبل اس کا مفتوح ہو تو وہ واؤ۔ یٰ۔ الف سے بدل جائے گی یعنی خَوَفَ خَافَ ہوجائیگا اور مَوِتَ مَاتَ ہوجائے گا اور مَوِتَ مَاتَ۔ پھر چھٹے صیغے سے لے کر آخر تک۔ عین کلمہ گر کر فَ کلمہ ابواب ضرب وسمع میں مکسور ہوجائے گا۔ یعنی خَوِفْنَ خِفْنَ بن جائے گا۔ اور مَوِتْنَ مِتْنَ ہوجائے گا۔ اور مَوِتْتُ مِتُّ ہوجائے گا۔ اگر اس کا استعمال باب نصر سے ہے تو قرات مُتُّ ہوگی۔ جیسا کہ ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ ابن عامر۔ ابوبکر یعقوب کا قول ہے

= يٰلَيْتَنِيْ - یا حرف ندا ہے لَيْتَ حرف طمع یا تمنا ہے یعنی گذشتہ کوتاہی پر اظہار تأسف کے لئے آتا ہے۔ یہ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ نِیْ اسم۔
يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا ۔ اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (۲۸:۲۵) کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اور وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا (۷۸:۴۰) اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔
= نَسْيًا - اسم۔ بھولی ہوئی۔ ایسی متروک یا حقیر شے جس کو نہ کوئی پہچانے نہ یاد کرے۔
نَسِيَ يَنْسٰى نِسْيَانٌ سے۔
= مَنْسِيًّا - اسم مفعول واحد مذکر۔ بھولی بسری۔ فراموش کردہ۔
كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۔ میں نَسْيًا کے معنی ہیں کہ میں اس حقیر چیز کے بمنزلہ ہوتی جس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ اگرچہ وہ بھولی ہوئی نہ ہو۔ پھر بھولی بسری چیز کے معنی کو ظاہر کرنے کے لئے مَنْسِيًّا کا لفظ لایا گیا۔
۱۹:۲۴ = نَادٰىهَا - اس (فرشتہ جبریل علیہ السلام) نے اس (حضرت مریم علیہا السلام) کو پکارا
= مِنْ تَحْتِهَا - ای من مکان اسفل منھا۔ یعنی جہاں وہ تھیں اس مقام کی پائیں سے
= اَلَّا تَحْزَنِيْ - فعل نہی واحد مؤنث حاضر۔ کہ تو غم مت کھا۔ حُزْنٌ۔ غم۔ رنج
= سَرِيًّا - ایک چشمہ۔ اس کی جمع اَسْرِيَةٌ اور سُرْيَانٌ ہے بعض نے اس کے معنی جَدْوَلٌ (چھوٹی نہر) کے لئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل لغت کا یہی قول ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تفسیر چھوٹی نہر سے کی ہے۔ جو نخلستان کی طرف رواں ہو۔ اس صورت میں یہ سَرْيٌ (لام کلمہ ی) سے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ سَرْوٌ (لام کلمہ واو) سے ہے۔ اور سَرْوٌ بمعنی رفعت کے ہے۔ جس سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ یعنی تیرے رب نے تیرے سے ایک رفیع الشان بلند مرتبت لڑکا پیدا کرنے والا ہے
۱۹:۲۵ = هُزِّيْ - فعل امر۔ واحد مؤنث حاضر۔ هَزٌّ مصدر۔ تو ہلا۔ باب نصر سے ہے۔ بنفسہٖ و بالباء متعدی ہے۔ ہلانا۔ هَزَّهٗ وَهَزَّ بِهٖ اس کو ہلایا۔
= جِذْعِ النَّخْلَةِ - مضاف مضاف الیہ۔ کھجور کا تنہ۔
= تُسٰقِطْ - مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم بوجہ جواب امر۔ وہ گرائے گی۔ وہ ٹپکائے گی مُسَاقَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے جس کے معنی گرانے کے ہیں۔ ضمیر مؤنث نَخْلَةٌ کے لئے ہے

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (۲۶: ۱۸۷) تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا لاؤ۔

= رُطَبًا۔ تازہ خرما۔ تازہ کھجوریں۔ پکی ہوئی کھجوریں۔ جمع۔ رُطَبَةٌ واحد۔ رِطَابٌ وَ اَرْطَابٌ۔ جمع الجمع۔

= جَنِيًّا۔ تازہ چنا ہوا میوہ۔ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جَنِيٌّ تازہ پھل جو حال ہی میں توڑا گیا ہو۔ جَنْيٌ مصدر۔

۱۹: ۲۶ = كُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ۔ (کھا۔ پی اور ٹھنڈا کر) میں کھانے پینے کا حکم بظاہر اباحت کے لئے ہے۔ قَرِّىْ قُرٌّ سے ہے۔ جس کے معنی خنکی کے ہیں۔ قَرٌّ يَقَرُّ (ضرب) قُرٌّ بمعنی سردی۔ سردی چونکہ سکون کو چاہتی ہے جیساکہ اس کے برعکس حَرٌّ (گرمی) حرکت کو چاہتی ہے۔ اس لئے قَرَّ فِىْ مَكَانِهٖ کے معنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا کے ہیں۔

= فَاِمَّا۔ پس اگر

= تَرَيِنَّ۔ مضارع واحد مؤنث حاضر با نون ثقیلہ۔ رُؤْيَةٌ مصدر۔ (پس اگر) تو دیکھے

= نَذَرْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ نَذْرٌ مصدر (ضَرَبَ و نصر) میں نے نذر مانی میں نے منت مانی۔

= فَقُوْلِىْ۔ یعنی تو اشارہ سے کہہ دینا۔ کیونکہ اگلا جملہ فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی) اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو روزہ حضرت مریم نے نذر کے طور پر رکھا تھا۔ اس میں بولنا منع تھا۔ یا در ہے کہ بنی اسرائیل میں چپ کے روزہ رکھنے کا طریقہ رائج تھا۔

۱۹: ۲۷ = اَتَتْ بِهٖ۔ بَ تعدیہ کے لئے بھی ہو سکتی ہے بمعنی وہ اُسے لے آئی۔ یا بَ مصاحبت کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ اس کو ساتھ لائی۔

= تَحْمِلُهٗ۔ ضمیر مریم سے حال ہے (درآں حالیکہ وہ اُسے گود میں اٹھائے ہوئے تھی)

= فَرِيًّا۔ گھڑی ہوئی۔ بنادٹی۔ من گھڑت۔ عظیم (جوہری) عجیب۔ حیران کن۔ (راغب) بہت قبیح فعل (ابن حیان) ہر بڑا کام خواہ وہ بُرا ہو یا اچھا۔ قول ہو یا فعل (روح المعانی)

۱۹: ۲۸ = يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ۔ اے ہارون کی بہن۔ اُخْتَ بوجہ منادیٰ مضاف ہونے کے منصوب ہے۔ اور هٰرُوْنَ کا نصب بوجہ اس کے غیر منصرف ہونے کے ہے۔

یہاں هٰرُوْنَ سے مراد حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہے کیونکہ اُن کا

زمانہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے۔

علماء کے نزدیک یا تو یہ نام حضرت مریم کے بھائی کا تھا۔ یا اسے حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت دینے کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ اہل عرب جب قبیلہ کے کسی فرد کو قبیلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اَخٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں مثلاً یا اخا مُضَرَ (اے قبیلہ مضر کے آدمی) یا اُخْتَ ھَارُوْنَ اے حضرت ہارون کے خاندان کی لڑکی۔

= اِمْرَأَ سَوْءٍ۔ بدکار آدمی۔ سَوْءٌ برا ہونا۔ سَاءَ یَسُوْءُ کا مصدر۔ عَمَلُ سَوْءٍ قبیح فعل۔ رَجُلٌ سَوْءٍ۔ برا آدمی۔ بدفعل۔ بدکار۔

= بَغِیًّا۔ بدکار۔ زانی۔ (ملاحظہ ہو ١٩: ٢٠)

١٩: ٢٩ = اَلْمَهْدِ۔ گہوارہ جو بچے کے لئے تیار کیا جائے۔ فِی الْمَهْدِ گہوارہ میں ہونا کا مطلب ہے۔ شیرخوارگی کا زمانہ۔ جب بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے۔

اَلْمَهْدُ وَالْمِهَادُ۔ ہموار اور درست کی ہوئی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (٢٠: ٥٣) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا (٧٨: ٦) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔

مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۔ جو ابھی ماں کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے۔

١٩: ٣٠ = اٰتٰنِیَ۔ اس نے مجھ کو دی۔ اٰتٰی ماضی واحد مذکر غائب (باب افعال) نَ وقایہ یَ متکلم کی۔ ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

١٩: ٣١ = مَادُمْتُ۔ فعل ناقص۔ واحد متکلم۔ مَادُمْتُ حَیًّا۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ حَیًّا بوجہ خبر کے منصوب ہے۔

١٩: ٣٢ = بَرًّا م بِوَالِدَتِیْ۔ دیکھیں ١٩: ١٤ بَرًّا بِوَالِدَیْهِ۔

= جَبَّارًا۔ ملاحظہ ہو ١٩: ١٤۔

= شَقِیًّا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بدبخت۔ محروم۔ شَقَاوَةٌ سے بدبختی۔ سَعَادَةٌ کی ضد ہے۔ شَقِیَ یَشْقٰی (سَمِعَ) شَقْوَةٌ وَشَقَاوَةٌ وشَقَاءٌ مصدر۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا (٢٣: ١٠٦) ہم پر ہماری کم بختی غالب ہو گئی

١٩: ٣٣ = اُبْعَثُ۔ مضارع مجہول واحد متکلم۔ بَعْثٌ مصدر۔ مجھے اٹھایا جائے گا۔

١٩: ٣٤ = ذٰلِکَ۔ اسم اشارہ۔ جس کا مشارٌ الیہ وہ ذات ہے جس کی اوصافِ جلیلہ

اوپر مذکور ہوئی ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ مبتدا ہے اور عیسٰی خبر اول۔ اور ابنُ مَرْيَمَ خبر ثانی۔ یا بدل ہے یا عطفِ بیان۔ یعنی یہ ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام جو ان صفات سے متصف ہیں نہ کہ وہ ایسے ہیں جیسے کہ نصاریٰ انہیں بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

= قَوْلَ الْحَقِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ قول سے مراد کلمۃ اور الحق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ ای کَلِمَةُ اللّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُنْ سے بغیر باپ کے وجود میں آئے)، قَوْلَ بوجہ عیسٰی سے حال کے منصوب ہے۔

یا قول مصدر ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور یہ بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلام ہے ای واقول قول الحق۔ اس صورت میں ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ جملہ معترضہ ہوگا۔

= يَمْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ شک کرتے ہیں۔

۱۹: ۳۵ = مَاكَانَ لِلّٰهِ۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے۔

= قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا وغیرہ یہاں بمعنی وہ فیصلہ کرلیتا ہے (ماضی بمعنی حال)

۱۹: ۳۷ = اَلْاَحْزَابُ۔ گروہ، ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع۔

= مِنْ بَيْنِهِمْ۔ آپس میں۔

= وَيْلٌ۔ ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی۔ عذاب کی شدت۔ اصمعی نے کہا ہے کہ وَیل برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حسرت کے موقعہ پر وَیل۔ تحقیر کے موقعہ پر وَیس اور ترحُّم کے موقعہ پر ویح کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۵۲:۳۶) واحسرتا ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔ آیہ ہٰذا میں ہلاکت و عذاب کے معنوں میں آیا ہے۔

= مَشْهَدِ۔ یہ مصدر میمی ہے بمعنی شہود۔ حاضر ہونا۔ موجود ہونا۔ (باب کرم، سمع) اسم ظرف مکان بھی ہوسکتا ہے۔ لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ۔ اور اسم ظرف زمان بھی ہوسکتا ہے۔ حاضری کا وقت۔

= يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ موصوف صفت ملکر مضاف الیہ۔ مَشْهَدَ مضاف۔ یوم عظیم سے مراد یوم قیامت ہے۔ جو بوجہ طوالت کے بھی یوم عظیم ہوگا۔ اور بوجہ شدت و ہول بھی عظیم ہوگا

مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ یعنی (اس) بڑے دن کی حاضری سے۔
۱۹:۳۸ = اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ (بہم) افعال تعجب ہیں یعنی مَا اَسْمَعَهُمْ وَمَا اَبْصَرَهُمْ۔ کیا ہی خوب سننے والے ہوں گے وہ اور کیا ہی خوب دیکھنے والے۔ یعنی اس روز ان کی قوت شنوائی اور قوت بینائی بدرجہ اتم ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ قٓ میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ (۵۰:۲۲) سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔
= يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا۔ جس روز وہ ہمارے پاس آئیں گے۔
= اَلْيَوْمَ۔ آج کے دن۔ آج (یعنی یہاں اس دنیا میں آج یہ غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لا رہے)
۱۹:۳۹ = يَوْمَ الْحَسْرَةِ۔ ای یوم القیامۃ۔ الحسرۃ مصدر ہے جس کے معنی ہیں غم۔ یا جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر پشیمان اور نادم ہونا۔ اَلْحَسْرُ۔ (نصر۔ ضرب) کے معنی کسی چیز کو ننگا کرنے اور اس سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ جیسے حَسَرْتُ عَنِ الذِّرَاعِ میں نے آستین چڑھائی۔ اسی سے حَسِيْرٌ بمعنی حَاسِرٌ تھکی ہوئی۔ درماندہ۔ اس تصور کے پیش نظر کہ اس نے اپنے قوٰی کو ننگا کر دیا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ وَهُوَ حَسِيْرٌ۔ (۶۷:۴) نظر (ہر بار) تیری طرف ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔
= اَنْذِرْهُمْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ڈرا
= اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ۔ جب ہر بات کا اخیر فیصلہ کر دیا جائیگا۔ یعنی جب جنت اور دوزخ دونوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اہل جنت اور اہل دوزخ کو خلود کا حکم سنا کر موت کو ان کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا۔

اِذْ یا تو يَوْمَ کا بدل ہے یا الحسرۃ سے متعلق ہے۔ اور اس کا ظرف ہے۔
وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ یہ دونوں جملے یا تو اَنْذِرْهُمْ کے حال ہیں یعنی آپ انہیں ڈرائیے جب کہ ان کی حالت یہ ہے کہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں اور ایمان نہیں لا رہے۔ یا ان دونوں جملوں کا عطف فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ پر ہے اور اَنْذِرْهُمْ ... الْاَمْرُ جملہ معترضہ ہے۔
۱۹:۴۱ = وَاذْكُرْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اور تو ذکر کر (اپنی قوم سے) یعنی اہل مکہ سے
= فِي الْكِتٰبِ۔ ای فی القراٰن

= اِبْرَاهِيْمَ ای قصۃ ابراھیم مع ابیہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ان کے باپ کے ساتھ۔

= صِدِّيْقًا۔ بہت سچا۔ جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔ صِدْقٌ سے بروزن فِعِّيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ۔

۱۹: ۴۲ = يٰۤاَبَتِ۔ یا حرفِ ندا۔ اَبَتِ اصل میں اَبِيْ تھا۔ تا کو یاء کے عوض لایا گیا۔ اور اَب بوجہ منادیٰ مضاف منصوب ہوا۔

۱۹: ۴۳ = اَهْدِكَ۔ مضارع واحد متکلم هِدَايَةٌ مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر اَهْدِ اصل میں اَهْدِيْ تھا ی کو حذف کیا گیا ہے۔

= صِرَاطًا سَوِيًّا۔ ای صراطًا مُستقيمًا۔ سیدھا راستہ۔ (میں تجھے سیدھا راستہ بتاؤں گا۔

۱۹: ۴۵ = يَمَسَّكَ۔ مَسَّ يَمَسُّ سے مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل اَنْ) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہ تجھے لگ جائے۔ یا تجھے پہنچے۔

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا۔ تو تو بن جائے شیطان کا ساتھی۔

۱۹: ۴۶ = اَرَاغِبٌ اَنْتَ۔ الف استفہامیہ۔ رَاغِبٌ اسم فاعل رَغِبَ فِيْهِ ورَغِبَ اِلَيْهِ کے معنی کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنے کے ہیں۔ جیسے اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ (۹: ۵۹) ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔ ہم تو اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔

اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کے معنی دیتا ہے مثلاً وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ (۲: ۱۳۰) اور کون ہے جو حضرت ابراہیم کے طریقے انحراف کرے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ یا پھرنے والا ہے۔ برگشتہ ہے۔

= لَمْ تَنْتَهِ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ تَنْتَهِ اصل میں تَنْتَهِيْ تھا لَمْ کے آنے سے ی حرف علت گر گیا۔ تو باز نہ آیا۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ اگر تو باز نہ آیا۔

= لَاَرْجُمَنَّكَ۔ لام تاکید اَرْجُمَنَّ مضارع واحد متکلم۔ بانون ثقیلہ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر۔ تو میں تجھے ضرور سنگسار کر دوں گا۔

= اُهْجُرْنِيْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر باب نصر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میرے پاس سے دور ہو جا۔ تو مجھے چھوڑ جا۔

= مَلِيًّا ۔ اسم منصوب ۔ زمانہ دراز ۔ مَلْوٌ مادہ ۔ اَلْاِمْلَاءُ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں ۔ اسی سے مَلَاوَةٌ مِنَ الدَّهْرِ یا مَلِیٌّ مِّنَ الدَّهْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں ۔ وَاهْجُرْنِیْ مَلِيًّا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ (۴۷ : ۲۵) - شیطان نے یہ کام ان کو مزین کر دکھایا اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا

= سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ ۔ میں تیرے لئے مغفرت کی دعا کروں گا ۔ صیغہ واحد متکلم

= حَفِيًّا ۔ حَفِیٌّ ۔ بحث کرنے والا ۔ متلاشی ۔ کسی چیز سے پورے طور پر باخبر ۔ بڑا مہربان حَفَاوَةٌ مصدر ۔ تلاش کے ساتھ کسی کا حال پوچھنا ۔ مہربان ہونا ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور جگہ قرآن میں آیا ہے يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ۔ (۷ : ۱۸۷) وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم تاریخ وقوع سے واقف ہو ۔ یا تم اس کی خوب تحقیق کر چکے ہو ۔ حَفِیَ عَنِ الشَّیْءِ ۔ کے معنی ہیں اس نے اس چیز کے متعلق سوال کیا ۔ چونکہ بہت سوالات کرنے والا اور بات کا کھوج لگانے والا علم میں پختہ ہوتا ہے اسی لئے حَفِیٌّ کا لفظ عالم کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے حَفْوٌ مادہ ۔ حَفِیٌّ بِیْ ۔ میرے ساتھ نہایت مہربان ہے نیز ملاحظہ ہو ۷ : ۱۸۷

۱۹ : ۴۸ = اَعْتَزِلُكُمْ ۔ مضارع واحد متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِعْتِزَالٌ مصدر افتعالٌ ۔ میں تم کو چھوڑتا ہوں ۔ اِعْتِزَالٌ ۔ کنارہ کرنا ۔ الگ ہو جانا ۔ ایک طرف ہو جانا

= وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ مفعول ثانی ۔ اور ان کو (بھی) جن کی تم عبادت کرتے ہو ۔ اللہ کو چھوڑ کر ۔ تَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ دَعْوَةٌ سے تم پکارتے ہو (حاجت روائی کے لئے)

= اَدْعُوْا ۔ مضارع واحد متکلم دَعْوَةٌ سے میں پکارتا ہوں ۔

= عَسٰى ۔ امید ہے ۔ توقع ہے ۔ یقین ہے ۔

= اَلَّا اَكُوْنَ ۔ اَنْ لَّا اَكُوْنَ ۔ کہ میں نہیں ہوں گا ۔ کہ میں نہیں رہوں گا ۔

= بِدُعَآءِ رَبِّیْ ۔ میں اپنے رب سے دعا کر کے ۔ میں اپنے رب کو پکار کر (حاجت روائی کے لئے)

= شَقِيًّا ۔ شَقَاوَةٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ شَقِیٌّ کی جمع اَشْقِيَاءُ ۔ بدبخت ۔ محروم

عَسٰى اَلَّا .... شَقِيًّا ۔ یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار کو (حاجت روائی کے

لئے، پکار کر محروم نہیں ہوں گا۔

۱۹: ۴۹ = کُلًّا - ای کل واحد من اسحاق ویعقوب وابراھیم

۱۹: ۵۰ = لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا - لِسَانَ صِدْقٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔ لِسَانَ منصوب بوجہ جَعَلْنَا کے مفعول ہونے کے ہے۔

لِسَانَ سے مراد ذکر ہے صدق کے معنی سچائی - قوت - خیر - خلوص - شرف - سچی بات فضیلت کے ہیں - یہ صَدَقَ يَصْدُقُ کا مصدر ہے۔

عَلِيًّا لِسَانَ کی صفت ہے۔ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا کا مطلب ہوا سچائی و صداقت کا وہ ذکر جو ارفع و اعلیٰ ہو۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (۲۶: ۸۴) اور میرا ذکر نیک پچھلے (آنیوالے) لوگوں میں جاری رکھ۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۱۰)

چنانچہ آج تک ان ہرسہ پیغمبران کا نام یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں جس تقدیس و تحریم کے ساتھ لیا جاتا ہے کسی بیان کا محتاج نہیں - اس سے زیادہ اس کی تفسیر اور کیا ہو گی کہ خطہ ارضی پر جہاں کہیں مسلمان موجود ہیں اپنی پنجگانہ نماز میں کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم کا ذکر کرتے ہیں۔

= مُخْلَصًا - اسم مفعول - منصوب بوجہ خبر کَانَ - مخلص، برگزیدہ، چنا ہوا۔ بے کھوٹ خالص - یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازشات و نبوت کے لئے چن لیا۔ منتخب کرلیا تھا۔ یا جو کفر و شرک و دیگر فواحش سے پاک رکھا گیا ہو۔

= رَسُوْلًا نَّبِيًّا - (اور وہ) رسول اور نبی تھے۔ رسول کا لغوی معنی فرستادہ یا پیغامبر ہے اور اصطلاحی لحاظ سے رسول وہ ہے جو صاحب شریعت ہو خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے جدید ہو یا سابقہ رسول کی شریعت۔ جو دوسرا رسول کسی قوم کی طرف پہلی دفعہ لایا ہو۔ جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام قوم جرہم کی طرف شریعت ابراہیمیہ لے کر آئے تھے۔

نبی - یا تو النبوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی - رفعت ہے - کیونکہ نبی اپنی شان اور رتبہ میں دوسرے لوگوں سے ارفع اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ یا - یہ نَبَاٌ سے مشتق ہے۔ نَبَاٌ کا معنی ہے خبر دینا۔ اور نبی دوسرے لوگوں کو خداوند تعالیٰ کے احکام کی خبر دیتا ہے خواہ وہ احکام اسے بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے موصول ہوں خواہ کسی دوسرے رسول کی شریعت کے احکام ہوں جن کے احیاء کے لئے خداوند تعالیٰ نے اسے نبوت سے سرفراز فرمایا ہو۔

۱۹: ۵۲ = نَادَیْنٰهُ۔ ماضی جمع متکلم۔ نِدَاءٌ مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم نے اسے پکارا۔
= مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ۔ الطور الایمن۔ موصوف صفت دائیں پہاڑی
موصوف صفت مل کر مضاف جَانِبِ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور مِنْ
حرف جار۔ دائیں پہاڑی کی جانب سے۔ یعنی جو پہاڑی حضرت موسیٰ کے دائیں طرف تھی۔
یا الاَیْمَنِ۔ الایمن سے ہے جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ اور یہ جانب کی صفت ہے
ترجمہ ہوگا: ہم نے اسے پہاڑی کی بابرکت جانب سے پکارا۔ الطور مصر اور مدین کے درمیان
ایک پہاڑ ہے۔
= قَرَّبْنٰهُ۔ ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قریب بُلایا۔
= نَجِیًّا۔ صفت مشبہ۔ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے والے۔ چپکے چپکے مشورہ کرنے والے۔
چپکے چپکے راز کی باتیں کرنے والے۔ یہ قربناہ کی ضمیر ہٗ سے حال ہے۔ اور بدیں وجہ منصوب ہے۔
قَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا۔ اس سے راز کی باتیں کرنے کے لئے ہم نے اسے قریب بلایا۔ یا قرب بخشا
نَجِیًّا۔ نجو سے مشتق ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا
نَجِیًّا۔ (۱۲: ۸۰) جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔
۱۹: ۵۳ = اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ اَخَاهُ۔ اس کا بھائی۔ مضاف مضاف الیہ مل کر
وَهَبْنَا کا مفعول ہے۔ هٰرُوْنَ بدل ہے اَخَاهُ کا۔ اور نَبِیًّا حال ہے۔
وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے
بھائی ہارون کو نبی کی حیثیت سے ان کو بخشا۔
۱۹: ۵۵ = مَرْضِیًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ پسند کیا ہوا۔ پسندیدہ۔
۱۹: ۵۷ = مَكَانًا عَلِیًّا۔ بلند مقام۔ یعنی شان و مرتبت میں بلند یعنی مرتبہ نبوت و تقرب
اِلَی اللّٰہِ۔
۱۹: ۵۸ = اُولٰٓئِكَ۔ یہ اشارہ ہے ان تمام انبیاء کی جانب جن کا ذکر حضرت زکریا سے
لے کر حضرت ادریس علیہم السلام تک اوپر اس سورت میں آچکا ہے۔
= سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا۔ دونوں خَرُّوْا کی ضمیر فاعل کے حال ہیں۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں
سُجَّدًا جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ اور بُكِیٌّ جمع ہے بَاكٍ کی۔ (رونے والا۔ غم واندوہ سے
آنسو بہانے والا۔) اصل میں بروزن فُعُوْلٌ جیسے سَاجِدٌ سے سُجُوْدٌ۔ رَاكِعٌ سے رُكُوْعٌ

اور قَاعِدٌ سے قُعُوۡدٌ ، بُکِیٌّ بھی بُکُوۡیٌ تھا۔ واؤ اور یاء کے اجتماع کے سبب واؤ کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں مدغم کیا۔ اور یا کی مناسبت سے کاف کو کسرہ کی حرکت دی۔ بُکِیٌّ ہو گیا

اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ .... سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا۔ جب ان کے سامنے خدائے رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر پڑتے تھے

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَ مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۫ وَّ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡرَآءِیۡلَ ۫ وَ مِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَ اجۡتَبَیۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا۔

اولٰئک اسم اشارہ من النبیین میں من بیانیہ ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام منعم علیہم تھے۔ اس لئے من تبعیضیہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (۴۸ : ۲۹) اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (یعنی ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اسی طرح من النبیین سے مراد سارے نبی ہیں۔

مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ میں من تبعیضیہ ہے یعنی ذُرّیّہ آدم میں سے بعض۔ ان بعض میں سے صرف حضرت ادریس علیہ السلام یہاں مذکور ہوتے ہیں۔ حضرت ادریس ؑ حضرت نوح کے جدّ امجد تھے۔ اور ان سے بہت قبل ہوئے ہیں۔

مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ۔ اس میں بھی من تبعیض کے لئے ہے اور ان بعض میں سے حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام یہاں مذکور ہوئے ہیں۔

وَاِسۡرَآءِیۡلَ۔ اس کا عطف ابراہیم پر ہے۔ ای ومن ذریۃ اسرائیل اور اس ذریۃ اسرائیل (یعقوب) میں سے حضرت موسیٰ۔ حضرت ہارون۔ حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام (کیونکہ حضرت مریم آل یعقوب میں سے تھیں) مذکور ہوئے ہیں۔

وَ مِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَ اجۡتَبَیۡنَا میں بھی من برائے تبعیض ہے (ای من جملۃ من ھدینا الی الحق واخترناھم للنبوۃ والکرامۃ) اس کا عطف ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ پر ہے یعنی اور تمام وُہ جن کو ہم صراط حق پر گامزن کیا اور جن کو ہم نے نبوت کے لئے منتخب کیا۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام جو اُولٰٓئِکَ کے مشارٌ الیہم ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مبتدا ہے اور ۱، الَّذِیْنَ ...... اجْتَبَيْنَا خبر ہے۔
اس صورت میں اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ ...... بُكِيًّا تک جملہ مستانفہ ہے
(۲) اَلَّذِيْنَ اجْتَبَيْنَا اسم اشارہ کی صفت ہے تو اِذَا تُتْلٰى ...... بُكِيًّا اس کی خبر ہے
بعض کے نزدیک پہلا کلام اسرائیل پر ختم ہے۔ اس صورت میں مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ اور جملہ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ ...... بُكِيًّا تک اس مبتدا محذوف کی صفت ہے۔ کلام یوں ہے وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا قَوْمٌ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔

۱۹: ۵۹ = خَلَفَ ماضی واحد مذکر غائب خِلَافَةٌ سے باب نصر۔ جس کے معنی جانشین ہونے کے ہیں یا پیچھے آنے کے۔ خَلَفَ وہ جانشین ہوا۔ وہ پیچھے آیا۔
= خَلْفٌ۔ ناخلف۔ بُرے جانشین۔
= اَضَاعُوْا ماضی جمع مذکر غائب (باب افعال) انہوں نے ضائع کردیا۔ انہوں نے کھو دیا۔
= اَلشَّهَوٰتِ۔ شهو سے مشتق ہے الشهوة کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کی طرف کھینچے چلے جانا جسے وہ چاہتا ہے۔ خواہشات دنیوی دو قسم پر ہیں صادق اور کاذب۔ سچی خواہش وہ ہے جس کے حصول کے بغیر بدن کا نظام مختل ہوجاتا ہے جیسے بھوک کے وقت کھانے کی اشتہاء۔
اور جھوٹی خواہش وہ ہے جس کے عدم حصول سے بدن میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ پھر شہوۃ کا لفظ کبھی اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور کبھی خود اس قوت شہویہ پر۔
آیت کریمہ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ (۳: ۱۴) لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزیں (مرغوبات) خوشنما کردی گئی ہیں۔ اس میں شہوات سے مراد ہر دو قسم کی خواہشات ہیں۔
اور وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (آیۃ ہذا) اور وہ خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ اس میں جھوٹی خواہشات مراد ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی خواہش جن سے استغناء ہو سکتا ہے۔
= سَوْفَ يَلْقَوْنَ۔ سَوْفَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ يَلْقَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ پائیں گے۔ وہ (اس سے) دوچار ہوں گے۔
= غَيًّا۔ غوی سے مشتق ہے۔ الغی اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جیسے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (۵۳: ۲) تمہارے رفیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ جیسے وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۲۰: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے پروردگار کے خلاف کیا اور جہالت کا ارتکاب کیا۔